SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, March 16, 2006

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past three in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یا یھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ واتقوا اللّٰہ۔ ان اللّٰہ سمیع علیم۔ یا یھا الذین اٰمنوا لا ترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولٰئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوی۔ لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔ ان الذین ینادونک من ورآءِ الحجرٰت اکثرھم لا یعقلون۔

ترجمہ: مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, March 16, 2006

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past three in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یا یھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ واتقوا اللّٰہ۔ ان اللّٰہ سمیع علیم۔ یا یھا الذین اٰمنوا لا ترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولٰئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوی۔ لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔ ان الذین ینادونک من ورآءِ الحجرٰت اکثرھم لا یعقلون۔

ترجمہ: مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر

اللہ کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقوٰی کے لیے آزما لیے ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

(سورۃ حجرات آیات ۱ تا ۴)

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

We start with the questions.

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: جناب والا! point of order.

QUESTIONS AND ANSWERS

Mr. Chairman: I think after the Question Hour. Ch. Muhammad Anwar Bhinder. Question No. 12.

12. ***Chaudhry Muhammad Anwar Bhinder:** (Notice received on 16-02-2006 at 1.05 p.m.)

Will the Minister for Education be pleased to state:

(a) whether it is a fact that an amount of Rs. 75 million was provided in the current year's PSDP for Establishment of Cadet College Pasrur, if so, the amount spent out of the same so far;

(b) the percentage of work completed on this project so far;

(c) the time by which this project will be completed?

Lt. Gen. (Retd.) Javed Ashraf: (a) Yes, it is a fact that an amount of Rs. 75.00 million have been allocated in the current year (2005-2006) PSDP for this project. Out of this amount Rs. 15.00 million have been released/provided to the Project Implementation Unit and an amount of Rs. 0.0865 million has been spent so far.

(b) The implementation of the subject project lies with the Provincial Education Department, Punjab.

The construction/civil works of the college building have not been started yet. However, the following activities have been carried out:—

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب والا! میں نے اس سوال میں یہ دریافت کیا تھا کہ اب تک کتنی رقم خرچ کی گئی ہے اور کتنے per cent کام ہو چکا ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ 15 million rupees release ہوئے ہیں اور 86000 روپے کا کام ہو چکا ہوا ہے۔ یہ if I am correct sir, 0.0856 billion rupees ہیں۔ اب جناب والا! اس سال کے 9 ماہ گزر چکے ہیں اوراگر ان 9 ماہ میں رقم release ہو کر آ چکی ہے اور Cadet College کی importance اپنی جگہ پر ہے تو کیا وجہ ہے کہ اتنا کم کام ہوا ہے اور یہ جو وجوہات بتائی گئیں ہیں کہ Project Director appoint کر دیا گیا ہے' tender float ہوچکے ہیں اور expected date 2nd June, 2007 مقرر ہو گئی ہے جب کہ ابھی 86000 روپے کا کام as against ڈیڑھ کروڑ ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: شاہد صاحب۔

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر (وزیرمملکت برائے قانون): جناب والا! گزارش یہ ہے کہ that is Provincial Government and Punjab ہے executing agency جو Education Department. اس case میں land کی problem تھی which has been acquired and handed over to the department. کل ہی اس کے tender ہوئے ہیں اور اس کی چاردیواری کی تعمیر انشاء اللہ جلد ہی شروع ہو جائے گی۔ اس سارے کام میں delay, land کی availability تھی جو اب acquire ہو گئی ہے اور یہ department کو handover بھی کر دی گئی ہے۔ اب اس کا tender بھی ہو گیا ہے اور چند روز میں اس کی چاردیواری شروع ہونے والی ہے اور اس کے بعد maximum کوشش کی جائے گی کہ اسی سال زیادہ سے زیادہ رقم utilize ہو جائے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب والا! جب ہم بجٹ approve کرتے ہیں یا بجٹ آتا ہے تو اس وقت یہ کہا جاتاہے کہ فلاں سکیم کے لئے اتنے لاکھ اور اتنے کروڑ روپے دے دیے گئے ہیں اور کسی حد تک نمائندے بھی مطمئن ہوتے ہیں کہ ان سکیموں کے لئے رقم

مہیا کر دی گئی ہے لیکن releases کی حالت یہ ہے کہ releases بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ محکمہ نہیں مانتا یا Finance Department کی طرف سے رقوم نہیں آتی ہیں۔ اس لئے یہ figures دیکھنے کے لئے ہوتی ہیں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ 30 جون 2007 تک یہ سکیم مکمل ہو جائے گی تو کیا یہ positive assurance ہے کہ یہ رقم جو release ہوئی ہے یہ 30 جون 2007 تک خرچ ہو جائے گی؟

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر : جناب چیئرمین! جیسے کہ میں نے بتایا ہے کہ executing agency is Provincial Government. اس لئے ہم اس میں کوئی dead line یا time نہیں دے سکتے ہیں کیونکہ executing agency نے کام کرنا ہے۔ So, that depends upon the executing agency which is the Provincial Government.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب والا! project ہمارا، پیسے ہمارے، ذمہ داری Federal Government کی اور یہ رقوم Federal Consolidated Fund سے جا رہی ہیں۔ Executing agency خواہ کوئی بھی ہو یا کام کسی سے بھی کروائیں تاہم ذمہ داری Federation کی ہے۔

جناب چیئرمین : وزیر صاحب! میرے خیال میں متعلقہ وزارت سے اس کے بارے میں follow up کر لیا جائے اور ایک monitoring system طے کر لیں جس کے تحت جتنا کام ہوا ہے، اس کی progress report حاصل ہوتی رہے۔ میرا خیال ہے کہ Ministry of Planning والے اس سکیم کو consider کر رہے تھے اور ایک آدھ صوبے میں انہوں نے federal level پر Project Director بھی مقرر کیا ہے جو ایسی سکیموں کو follow کرے گا اور monitor کرے گا۔

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر: جناب والا! اس کو monitor تو کریں گے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب والا! question of policy ہے اور question of policy یہ ہے کہ جہاں تک Federal Government کے روپے کا تعلق ہے یا جو بجٹ میں allocate ہوتا ہے، اب اس کو خرچ کرنے کی ذمہ داری، کسی کو appoint

کرنے کی ذمہ داری یا agent مقرر کرنے کی ذمہ داری Federal Government کی ہے۔ اگر Federal Government چاہتی ہے کہ یہ Provincial Government کرے تو یہ بھی Federal Government نے کروانا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم نے اسے مقرر کر دیا ہے اور اگر کسی agency کو مقرر کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری ختم۔ یہ project Federal Government کا ہے' یہ Federal Government کی ذمہ داری ہے' Federal Government نے اسے execute کروانا ہے اور Federal Government نے اگلے بجٹ میں یہ جواب دینا ہے کہ فلاں مد میں رقم ختم ہو گئی تھی اور اب اس کے لئے مزید اتنی بڑھا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: امجد صاحب۔

Senator Muhammad Amjad Abbas: Sir, you have seen mushroom of Cadet Colleges. I want to ask the Minister کہ کتنے Cadet Colleges ہیں اور کتنے ایسے Cadet ہیں جو government owned Colleges کے نام پر لوگوں کو لوٹ رہے ہیں؟ Are you doing anything about this?

Mr. Chairman: I do not think that this information is readily available. Minister Sahib, you please make a note and just send it onward to the Member. Mr. Saleem Saif Ullah Khan.

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Speaking in the Senate after the lapse of fifteen years. It is nice to be back. میرا صرف یہ سوال ہے اور تجویز ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم funds وفاقی حکومت کو دیں اور پھر صوبائی حکومت کو دیں' ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ یہ funds directly انہیں دیے جائیں جنہوں نے اسے implement کرنا ہے۔ میری ایک suggestion ہے کہ یہ funds حکومت پنجاب' حکومت سندھ' حکومت سرحد یا حکومت بلوچستان کو دیں اور وہ ان چیزوں کو implement کریں بجائے اس کے کہ آپ ایک اور agency Federal Government کی بنائیں۔ پہلے ہی صوبائی حکومتوں میں یہ

agencies موجود ہیں۔ اب coordination کا یہ حال ہے جو آپ اس وقت سن رہے ہیں۔ یہ میری ایک suggestion ہے۔

جناب چیئرمین، وزیر صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ اس تجویز کو note کرکے pass on کر دیں۔ سوال نمبر 13' چوہدری محمد انور بھنڈر۔

13 سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، سوال نمبر

13. ***Chaudhry Muhammad Anwar Bhinder:** (Notice received on 16-02-2006 at 1.05 p.m.)

Will the Minister for Women Development be pleased to state whether it is a fact that an amount of Rs. 300 million was provided in the current year's PSDP for Gender Reform Action Plan, if so, the amount spent out of the same so far?

Mrs. Nilofar Bakhtiar: It is a fact that an amount of Rs. 300 million was provided in the current year's PSDP of the Ministry of Women Development for National Gender Reform Action Plan (GRAP). This amount now stands revised to Rs. 160 million after a post—earthquake review of the development projects of various Ministries/Divisions.

The amount spent so far out of the allocated funds is nil because the PC-I of the project was cleared by the P&D Division on 19th November, 2005. Subsequently, requisite formalities for release of funds like Annual Work Plan, and Cash Plan are in the process of approval.

The activities undertaken so far in respect of National GRAP include the following:—

- National Steering Committee on Gender Mainstreaming notified.
- A summary for the Prime Minister on 'Reservation of 10% Quota for Women in Central Superior Services (CSS)' has been submitted.
- Recruitment of 28 project employees of the Project Management Office (PMO) is in the process.
- Hiring of building for PMO, purchase of equipment, furniture, stationary and vehicles is in process.
- Necessary arrangements are being made for release of funds in the current quarter to all the implementing partners as soon as Work Plan and Cash Plan of the project are duly approved.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب والا! یہ سوال Gender Reform Action Plan سے متعلق ہے۔ جس کے متعلق بہت کہا جاتا ہے کہ Gender Reform Action Plan کے متعلق بہت توجہ دی جا رہی ہے اور اس کے متعلق funds رکھے جا رہے ہیں۔ جناب والا! اس کے لئے 300 million rupees رکھے گئے اور amount spent out of this allocated fund is nil. آج تک گزشتہ 9 ماہ میں اس سکیم پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا ہے۔ جناب والا! کیا میں اس کی وجوہات معلوم کر سکتا ہوں؟

جناب چیئرمین : وزیر صاحبہ۔

سینیٹر نیلوفر بختیار (مشیروزیر اعظم)، شکریہ جناب چیئرمین ۔ جواب میں پہلے ہی وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ فنڈ مختص تو کیا گیا تھا لیکن earthquake کے بعد گورنمنٹ نے جو stand لیا ہے کہ اس development budget کو revise کیا گیا ہے۔ ۔ اسی بجٹ کو کم کر کے ایک سو سات ملین کر دیا گیا ہے ۔ اس وقت اس کا take up اس لیے نہیں ہو سکا کہ اس کا PC-I نومبر میں approve ہوا ہے ۔ PC-I approve ہونے کے بعد work plan بنایا جاتا ہے اور budgetary plan بنایا جاتا ہے ۔ اب یہ سب کچھ مکمل ہو چکا ہے ۔ آج کل ہم staff hire کرنے کے process میں ہیں ۔جو main committee تھی وہ indicate کر دی گئی ہے ۔ اس کی میٹنگ مارچ کے تیسرے ہفتے میں متوقع ہے ۔ انشاء اللہ بہت جلد خرچے بھی شروع ہو جائیں گے ۔

جناب چیئرمین، بھنڈر صاحب۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جب بجٹ تیار ہوتا ہے تو سکیمیں آتی ہیں ۔ سکیموں اور بجٹ کا process جو ہے یہ جنوری میں شروع ہو جاتا ہے اور اس کے بعد سکیمیں approve ہوتی ہیں اور بیوروکریسی اپنے اپنے department میں ' اپنے اپنے divisions میں بجٹ تیار کرکے بھیجتی ہے ۔ یہ PC-I یا جو technical sanctions ہیں یا administrative approvals ہیں یہ بجٹ sanction کرنے سے پہلے approve ہونی

چاہئیں - یہ اگر approve نہیں تو پھر as un-approved سکیمیں یہاں ڈال دیتے ہیں- یہ سارا process جو ہے یہ تو پہلے ہو کر بجٹ میں include ہوتا ہے -

جناب چیئرمین، یہ بات بڑی معقول اور واضح ہے جو بھنڈر صاحب کہہ رہے ہیں کہ آئندہ implementation کے لیے جیسے budget ہو اس کے ہی حساب سے schemes چلنی چاہییں ' ورنہ delays کی cost بھی بڑھتی جائے گی- کہیں اور وہ fund استعمال ہو سکتے تھے وہ چیزیں بھی رہ جاتی ہیں تو I think یہ ایک پالیسی ہے اس پر ضرور غور کریں -

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب! عام سی بات میں عرض کروں یہ جو project ہے یا جس طرح وہ پسرور کا کیڈٹ کالج ہے یا یہ ہے ' یہی توقع کرتے ہیں کہ بجٹ میں رقم آ گئی ' اب ہمارا کام شروع ہو جائے گا - لیکن ہوتا نہیں ہے اور جو representatives ہیں ' بعض اوقات انہوں نے بڑی مشکل سے scheme include بھی کرائی ہوتی ہے وہ علاقے میں جھوٹے پڑتے ہیں کہ یہ تو ہوا ہی کچھ نہیں - Funds بھی نہیں آئے - Implementation ہی کوئی نہیں ہوئی اور اس معاملے میں خود وزیر صاحبہ بہت متحرک ہیں اور اس میں بڑی دلچسپی لے رہی ہیں اور اس کی اگر یہ کیفیت ہے کہ اس میں ایک پیسہ نو مہینے کے بعد بھی خرچ نہیں ہوا ' تو جناب! پھر کیا ہم اس gender implementation programme سے کیا حاصل کر لیں گے؟

جناب چیئرمین، آپ تسلی رکھیں یہ متحرک رہیں گی- تحریراً دیں اور میں اس پر as a policy Prime Minister کو لکھ دوں گا کہ بھئی implementation کا کوئی ایسا system ہو کہ جب اعلان ہو جائے ' بجٹ میں approve ہو' تاکہ ممبر کو بھی افسوس نہ ہو اور تاخیر بھی نہ ہو - اس طرح سارے محکمے cover ہو جائیں گے - ایک جگہ خط میں لکھ دیں گے -

Senator Dr. Muhammad Said: Sir, I have not got any question but I have got a little comment. Sir, it seems to be that this terminology of gender has been borrowed from the West. In the West you probably know that they are identified now six type of sexes. We

believe only in masculine and feminine . Why should not we use straight forward terminology of men and women rather than gender?

Mr. Chairman: It is a terminology.

it is universally exercised because you are talking to donors and you تو اور جو talk to the international donors also and it is upto you local contacts whatever is c o ered in gender disparity , it would be definitely local traditional cultural norms and local requirements are ---- Swati Sahib

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی ، جناب چیئرمین ! Article 34 gender کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی اقدار لانے کے لیے ان کے جتنے تحفظات تھے ' ان کو محیط کرتا ہے اور میں قطعا وزیر صاحبہ کو اس کا ذمے دار نہیں ٹھہراتا لیکن اتنی بڑی رقم اور پھر اس کا آدھا ' اور پھر اس کا خرچ نہ ہونا اور جناب بھنڈر صاحب کی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہوں گا کہ یہ انتہائی غلم ہے ۔ ہماری آدھی آبادی اس gender پر مشتمل ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم " گا گے گی" کے اس vicious circle سے نکل کر عملی طور پر ان تمام باتوں کا نوٹس لیں اور implementation کو ' اس کی requisition کو کم از کم جس طریقے سے جناب سیف اللہ صاحب نے بھی یہ کہا کہ اسے ہم یقینی بنائیں اور یہ ساری رقوم جو کم از کم بجٹ میں show ہوں ان کو صرف کرنے کے لئے ہر وزیر موصوف کی یہ ذاتی ذمہ داری ہو یا ان کے ادارے کی ذمہ داری ہو کہ وہ اس کو یقینی بنائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، بالکل صحیح کہا آپ نے اور میں نے جیسے پہلے عرض کیا کہ میں اس کے بارے میں Minister صاحب کو لکھ دوں گا so he would attend to that. Now we will go to Question No. 14. Ch. Muhammad Anwer Bhinder. ایک منٹ بھنڈر صاحب نیلوفر صاحبہ اس پر comments دینا چاہتی ہیں۔ جی فرمائیے۔

سینیٹر نیلوفر بختیار ، شکریہ جناب والا۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہ gender

Cadet نے ہم کہ ہے نہیں activity کوئی یہ ہیں' reforms یہ اور ہے reform action plan

These are reforms in the Government - ہے کرنی کھڑی building کی College

please 'اس کا ہیں legal reforms میں اس ہے' policy making میں اس structure

بھرپور طریقے سے مطالعہ کیجیئے' اس میں ہمارے 13 implementing partners ہیں' یہ

GRAP پہلے چاروں صوبوں میں بنائے گئے ہیں' صوبائی GRAP مکمل ہوئی ہے' ان کی

budgetary approval ہم نے لی ہے اور چونکہ یہ ایک نئی بات تھی۔ اس پر ہمیں فخر ہے کہ جن

ہمارے colleagues نے یہ کہا کہ GRAP میں gender کی بات کیوں کرتے ہیں' میں آپ

کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ this idea has not been stolen from any western

country.This is a project funded totally by the Government of Pakistan.

Senator Farooq Hamid Naek: Sir, she is not a Minister.

Mr. Chairman: She is an Advisor.

Senator Nilofar Bakhtiar: I am Minister Incharge.

Senator Farooq Hamid Naek: How, can you are the Minister Incahrge. The Ministers have to take oath that Advisor has to take oath under Constitution.

جناب چیئرمین، کل clear کر دیا تھا کہ they can continue.

Senator Farooq Hamid Naek: Sir, under the Constitution, Advisor has to take the fresh oath, she got elected as a Senator.

Mr. Chairman: She is an Advisor.

Senator Farooq Hamid Naek: But sir, she was not an Advisor under the Constitution.

جناب چیئرمین، نائیک صاحب! یہ کل clear ہو گیا تھا کہ they will continue, there is no need for that .....

Senator Farooq Hamid Naek: No sir, there is a Constitutional lacuna

Mr. Chairman: Anyway, I will examine it and I reserve my ruling on it, let the procedure continue.

Senator Farooq Hamid Naek: She has got to take an oath after getting ellected as a Senator.

Mr. Chairman: I reserve my ruling on it, I will check it out, at the moment let the proceeding continue because he has said yesterday----

Senator Farooq Hamid Naek: Sir, I am very clear to it but the Constitution is very clear, once a person gets elected as a Senator, then if he or she becomes a Minister or an Advisor, it is by virtue of that fact then he or she is an Advisor or a Minister under the Constitution. Then they will have to take an oath, if the oath has not been taken they cannot act as such. It is a violation of the Constitution. Enough violation have been done in the past. Let's not keep on doing the violation.

Mr. Chairman: The Law Minister has mentioned yesterday and he has expressed, there is no need. Anyway let him mention it again.

Senator Farooq Hamid Naek: She only as Advisor under the Constitution can come and sit in the Senate. Advisor under the Constitution can come and sit in the Senate and give a reply.

Mr. Chairman: She was the Constitutional Advisor , she has come here before also.

Senator Farooq Hamid Naek: No sir, she was before not now.

Mr. Chairman: But even in the Senate, a Senator can also be an Advisor, there is no change in that.

Senator Farooq Hamid Naek: But she doesn't have the legal and the Constitutional authority to give an answer, as an Advisor or as a Minister.

Mr. Chairman: I think she does because she was before, if she gets elected and continues, there is no bar on a Senator to be a Legal Advisor. Anyway we will check it out but let the procedure continue, we will check it out. Any other question?

میمن صاحب! آپ کا اس پر question تھا؟

Senator Nisar A. Memon: Sir, I have just a brief comment. Senator Nilofar Bakhtiar, she is the Senator now, however earlier she was an Advisor, she was not required to take oath as an Advisor, she continues to be Advisor without that oath today also, therefore, there is no situation such as that she has become a Minister, therefore it is also necessary. I think it is certainly not necessary to point out. Thank you.

Mr. Chairman: Question No. 14.

14. ***Chaudhry Muhammad Anwar Bhinder:** (Notice received on 16-02-2006 at 1.05 p.m.)

Will the Minister for Labour and Manpower be pleased to state:

(a) whether it is a fact that an amount of Rs. 5 million was provided in the current year's PSDP for Establishment of Workers

Education Centers at Sialkot and Gujranwala, if so, the amount released and spent out of the same so far;

(b) the work completed on the project so far;

(c) the time by which this project will be completed?

Mr. Ghulam Sarwar Khan: (a) Yes. Against the sanctioned Budget of Rs. 05 Million expenditure incurred upto 28-2-2006 is Rs. 0.875 million.

(b) The Regional Centres at Sialkot and Gujranwala have been established. Equipment, Furniture and Fixtures have been procured. Staff has been posted at both the Centres from the DWE headquarter temporarily for the time being, to run day to day business of the centers. Recruitment of staff for the centers is under process.

(c) The project will be completed upto July, 2007 if the actual cost of the project will be provided/released in time.

Mr. Chairman: Any supplementary? Ch. Muhammad Anwar Bhiner.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب میں نے تو بجٹ میں یہ پڑھا تھا کہ اس کے لئے 5 million rupees رکھے گئے تھے لیکن جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ نہیں .05 million ہے اور اس میں سے انہوں نے 0.875 million خرچ کر لیا ہے، یعنی رقم ان کے خیال سے کم ہے اور خرچ انہوں نے زیادہ کیا ہوا ہے۔ یہ ذرا explain فرمائیں گے؟

جناب چیئرمین، جی منسٹر صاحب۔

جناب غلام سرور خان (وفاقی وزیر برائے محنت و افرادی قوت)، جناب ایسی کوئی بات نہیں، میں یہ clarification کرنا چاہتا ہوں کہ یہ project March, 2003 میں approve ہوا اور اس کی total allocation 22 million ہے اور پہلے سال 2004-5 میں 7 million release ہوا اور دوسرے سال میں بھی 5 million release ہوا۔ 5 million میں سے جو اس کا expenditure ہے وہ کم بتایا گیا ہے جس کے بارے میں فاضل سینیٹر بتا رہے ہیں کہ 0.875 million expenditure، جناب یہ اس کی utilization ہے۔ اس کے لئے سال کی actual

allocation 5 million ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب! میں تو جواب پڑھ رہا ہوں جو کہ منسٹر نے دیا ہے اور جو print ہوکر ہمارے سامنے آیا ہے۔ آپ کی نظر سے بھی گزرا ہوگا اور اس کے ضمنی بھی تیار ہوئے ہوں گے۔ اس میں فرمایا گیا ہے میرے سوال کے جواب میں کہ 0.05 million ہے۔ 5 million نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: Decimal I think rupees, short cut. آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ five million ہے؟

جناب غلام سرور خان: نہیں جناب! یہ clerical mistake ہے۔ actually 5 million allocation ہے۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: I think unnecessary decimal may be for the rupees

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: بہرحال غلطی تو ہے۔

جناب غلام سرور خان: جناب! یہ typing mistake ہوسکتی ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: نہیں جناب! یہ typing mistake نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ جواب ہی غلط دیا گیا ہے۔

جناب غلام سرور خان: جناب! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ total allocation five million کی ہے اور expenditure 0.875 million ہے۔

سینیٹر احمد علی: جناب کیا وزیر صاحب جواب نہیں پڑھتے ہیں؟

جناب چیئرمین: ضرور پڑھتے ہوں گے، وہ کہہ رہے ہیں کہ ایک oversight ہوگئی۔

جناب غلام سرور خان: جو reply میرے پاس آیا ہے اس میں تو ٹھیک ہے لیکن جو print یہاں ہوا ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو میں کچھ نہیں کرسکتا۔

جناب چیئرمین، سیکریٹری صاحب نے مجھے بات clear کی ہے کہ وہی بات جو میں نے کہی ہے کہ جو fullstop ہے وہ short cut for the rupees یہ fullstop اس کا ہے ۔

Zero is unnecessary, it should have been 5 million.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب ! ہمیں جو دیں گے ہم تو وہی پڑھیں گے ۔ جو کچھ جواب آئے گا ہم تو وہی سمجھیں گے کہ انہوں نے allocation سے زیادہ خرچ کیا ہوا ہے ۔

نمبر۲ ' جناب! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ نو مہینے میں پانچ ملین کے against 0.875 million خرچ ہوئے ۔ اگر اسی رفتار سے ہم چلیں تو شاید ایک ملین کے قریب یہ خرچ کرلیں پانچ ملین میں سے ' اس کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی important جگہیں ہیں ۔ جہاں workers education centre ہیں ۔ سیالکوٹ ' گوجرانوالہ میرا اپنا ضلع ہے ۔ پانچ ملین جو ہے اس میں سٹاف ابھی تک appoint نہیں کیا ۔ تو کیا میں یہ توقع کرسکتا ہوں کہ یہ ۳۰ جون تک ان کو functional کر دیں گے ؟

جناب غلام سرور خان ، جناب! total release 0.875 million کی ہے جو کہ خرچ ہو چکا ہے لیکن مارچ میں بجٹ کی re-appropriation ہوتی ہے ۔ جو باقی رقم ہے وہ اس quarter میں ہمیں مل جائے گی اور انشاء اللہ یہ utilize ہوگی ۔ جہاں تک پراجیکٹ کے بارے میں بھنڈر صاحب نے بات کی ہے تو میں یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اسکی establishment کے لئے ہم نے Establishment Division سے posts مانگی تھیں اور اب انہوں نے ایک سال کے بعد این او سی دیا ہے اور وہ process میں ہے ۔ Advertise ہو چکی ہیں لیکن for the time being ہم نے temporarily اس کا arrangement کیا ہے ۔ ہم نے سٹاف کی پوسٹنگ کر دی ہے اور یہ Centres in progress ہیں ۔

جناب چیئرمین، بلور صاحب ۔

سینیٹر الیاس احمد بلور، میں معزز وزیر سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ جناب!

Pakhtoonkhwa is also the part of this country. Is there any programme to have a Centre for the Workers Education over there and any amount has

been released for that or not?. Till now whatever Bhinder Sahib has said, because he is rightly contesting for his own constituency that he belongs to, but I belong to my area also

ہمارے وہاں ورکرز ایجوکیشن کے لئے کوئی پروگرام ہے یا نہیں ؟

جناب غلام سرور خان، جناب والا! اس وقت ہمارے بارہ سنٹرز ورکرز ایجوکیشن کے چل رہے ہیں۔ صوبہ سرحد میں پہلے ہی دو سنٹرز ایک ہری پور اور دوسرا پشاور میں چل رہا ہے ۔ یہ دونوں سنٹرز چل رہے ہیں اور حکومت پاکستان ان کو چلا رہی ہے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور، نہیں جناب میرا سوال یہ نہیں ہے ۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایسے سنٹر تو پاکستان کے ہر صوبے میں چل رہے ہیں لیکن ہمارے ہاں جو چل رہے ہیں وہ بڑے weak ہیں ان میں زیادہ development نہیں ہو رہی ۔ کیا آپ ان کے لئے فنڈ رکھنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں ؟

جناب غلام سرور خان، جناب! جو بھی ان کی demand آتی ہے ، جتنے بھی سنٹرز چل رہے ہیں ، گورنمنٹ اس کی approval دیتی ہے اور ان کی وہ demand پوری کی جاتی ہے ۔ further ان کی demand, further development کے لئے آئے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ پوری کی جائے گی۔

سینیٹر الیاس احمد بلور، کیا کوئی ایسے funds workers کے لیے آئے ہیں کیونکہ ہمارے لیے سب سے بڑا problem industrialization نہ ہونے کا یہی ہے کہ we don't have technical people over there.

جناب غلام سرور خان ، جناب! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ Worker Welfare Fund کے بارے میں بات کر رہے ہوں گے اور اس میں جناب! اس طرح ہے کہ province اس میں scheme identify کرتا ہے، province اس میں PC-1 بناتا ہے، وہ Federal Government کے پاس بھجواتے ہیں، ہم اس کی technical scrutiny کرتے ہیں، اس کے بعد ہم funds release کرتے ہیں اور execute province کرتا ہے۔ اس بات کا مجھے افسوس

ہے کہ provinces کے پاس وہ capacity نہیں ہے۔ ہم پیسہ دیتے ہیں اور 50% below اس کی utilization ہے۔

جناب چیئرمین، بلور صاحب! میرا خیال ہے کہ initiate بھی provincial Government کرتی ہے اور execute بھی کرتی ہے۔ آپ provincial Government سے recommendations بھیج سکتے، ہیں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، میرا کوئی سوال تو نہیں ہے بس تھوڑی سی explanation ہے کہ یہاں جواب میں لکھا ہوا ہے' "Staff has been posted at both the Centres from the DWE headquarter temporarily for the time being," اردو میں بھی جناب! DWE ہی ہے۔ تو میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ کس department کی abbreviation ہے۔

دوسری بات' جو Workers Education Centre ہے۔ اگر یہ ذرا سا بتا دیں کہ وہاں پر کیا education دی جا رہی ہے۔ مہربانی جناب۔

جناب غلام سرور خان، جناب! اس میں DWE کے معنی ہیں Directorate of Worker Education اور اس میں education ان کے لیے ہے جو ہمارے employees ہیں' جو ہمارے workers ہیں' انہیں یہ basic education دیتے ہیں کہ being worker آپ کے rights کیا ہیں۔ حکومت پاکستان سے متعلقہ آپ کے rights کیا ہیں' employer سے متعلقہ آپ کے rights کیا ہیں۔ آپ کو pension کس طرح ملے گی؟ آپ کو حکومت سے کون کون سا benefit مل سکتا ہے؟ انہیں یہ education دی جاتی ہے اور یہ short term courses ہوتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب! جو international abbreviations ہیں وہ تو proper use ہونے چاہئیں۔

جناب چیئرمین، آئندہ کر دیں گے۔ ایک جگہ مکمل طور پر پہلے لکھ دیں اس کے بعد بے شک abbreviation آجائے۔ جی رضا صاحب۔ سوال نمبر 15.

15. ***Dr. Muhammad Ismail Buledi:** (Notice received on 16-02-2006 at 1.10 p.m.)

Will the Minister for Law, Justice and Human Rights be pleased to state the number of Judges of Supreme Court of Pakistan with province-wise break-up?

Mr. Muhammad Wasi Zafar: The list of Judges of Supreme Court of Pakistan with province-wise break-up, is as under:—

Sanctioned strength	=	17
In position	=	19 (including two *ad hoc* Judges)
Vacant	=	NIL.

S. No.	Name of the Judge	Province-wise Break-up
1.	Mr. Justice Iftikhar Muhammad Chaudhry, Chief Justice of Pakistan *w.e.f.* 30-06-2005.	Baluchistan
2.	Mr. Justice Rana Bhagwan Das	Sindh
3.	Mr. Justice Javed Iqbal	Baluchistan
4.	Mr. Justice Abdul Hameed Dogar	Sindh
5.	Mr. Justice Sardar Mohammad Raza Khan	NWFP
6.	Mr. Justice Khalil-ur-Rehman Ramday	Punjab
7.	Mr. Justice Muhammad Nawaz Abbasi	Punjab
8.	Mr. Justice Faqir Muhammad Khokhar	Punjab
9.	Mr. Justice Falak Sher	Punjab
10.	Mr. Justice Mian Shakirullah Jan	NWFP
11.	Mr. Justice Javed Buttar	Punjab
12.	Mr. Justice Tassadduq Hussain Jillani	Punjab
13.	Mr. Justice Saiyed Saeed Ashhad	Sindh
14.	Mr. Justice Nasir-ul-Mulk	NWFP
15.	Mr. Justice Raja Fayyaz Ahmed	Balochistan
16.	Mr. Justice Ch. Ijaz Ahmed	Punjab
17.	Mr. Justice Syed Jamshed Ali	Punjab
18.	Mr. Justice (R) Hamid Ali Mirza (*ad hoc* Judge for a period of one year up to 13-09-2006)	—
19.	Mr. Justice (R) Karamat Nazir Bhandari (*ad hoc* Judge for a period of one year up to 13-09-2006.	—

سینیٹر رضا محمد رضا، وزیر صاحب سے یہ پوچھا گیا ہے کہ ہماری عدالت عظمیٰ یعنی Supreme Court کے جج صاحبان کتنے ہیں اور جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ sanction strength 17 ہے جبکہ in position judges 19 ہیں جن میں سے دو ad hoc ہیں۔ ایک تو میرا سوال یہ ہے کہ Supreme Court میں ad hoc judges کے کیا معنی ہیں اور کیا ہم معاشی حالت کی وجہ سے دو judges کی تعیناتی نہیں کر سکتے۔ جناب! اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ بڑی مشہور بات ہے کہ جس ملک میں عدلیہ انصاف کے فیصلے کرتی ہو اس ملک میں جتنی بھی تباہی ہو اگر جج صاحبان کے فیصلے ہوں، ان کا وقار بلند ہو، وہاں انصاف کا بول بالا ہو تو وہ ملک تباہ نہیں ہوتا۔ یہ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک میں ایسا بھی نہیں ہے کہ ہماری عدلیہ کا وقار بلند نہیں ہے، ہمارے judges انصاف کے فیصلے نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود جناب! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بالکل ایک ترازو کے تحت federating units سب برابر ہیں اور ان کا یہ ایوان سینیٹ ہے، کیا یہ بہتر نہیں ہوتا کہ تمام judges کی strength federating units کے برابر ہوتی؟ اور یہ جو ہر صوبے سے تین تین اور پنجاب کے 8 ہیں، کیا اس میں کوئی منطق ہے؟ کیا کوئی criterion ہے؟ میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ سارے ایسے judges صاحبان ہیں جنہوں نے PCO کے تحت حلف اٹھایا یا کسی نے اس سے انکار بھی کیا؟

جناب چیئرمین، سوال یہ ہے کہ number and their province-wise break up, اس حساب سے سوال پوچھیں۔ یہ جو سوال آپ کر رہے ہیں یہ تو نیا سوال ہے۔ اس کو آپ بیشک بعد میں کر لیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا، تو جناب! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو break up ہے، جو تین تین ہر federating units کے ہیں اور پنجاب کے 8 ہیں-----

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے یہ number of cases and demographic پر شاید ہے کیونکہ جہاں cases زیادہ ہیں اسی حساب سے غالباً ہو گا۔

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر، یہ دو ad hoc judges کیوں appoint ہوتے ہیں۔

He should read Article 182 of the Constitution and he will be very clear. It is under the Constitution that they have been appointed. جہاں پر cases یا دوسری چیزیں آتی ہیں، جہاں پر ضرورت ہو تو judges can be appointed under Article 182 of the Constitution.

سینیٹر رضا محمد رضا، اگر اہم ادارے کے judges کے اختیارات میں سینیٹ کا role ہوتا۔ ہمارے Army Chief کے ہیں کی تعیناتی میں سینیٹ کا role ہوتا، اس طرح اس ملک کے وفاق کی بڑی key posts میں ہمارا کوئی role ہوتا لیکن چونکہ وہ نہیں ہے تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ انصاف کا وہ کون سا criterion ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ تمام Federating Units کے judges صاحبان کو منصفانہ طریقے سے ترقی ملتی ہے اور ان کو سپریم کورٹ تک پہنچنا ہوتا ہے۔ اگر ہم ad hoc judges سے چلاتے رہے، جس طرح الیکشن کمیشن کا چلاتے رہے۔ اب بھی ہم نے ایک ریٹائرڈ جج کو چیف الیکشن کمشنر متعین کیا ہے۔ کیا یہ انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

جناب چیئرمین، وہ اور بات ہے آپ تقریر نہ کریں۔ Question hour کو question hour رہنے دیں، سوال کریں۔ ثناء اللہ صاحب۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، شکریہ جناب چیئرمین! میرا سوال بھی کچھ اسی طرح کا ہے کیونکہ فیڈریشن کے اندر دو تین مقدس ادارے ہوتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے پارلیمنٹ، دوسرا عدلیہ، ان کے جو اخراجات ہیں وہ Federal Consolidated Fund سے draw کئے جاتے ہیں۔ جس میں سارے پاکستان کے فنڈ تقسیم ہونے سے پہلے، ان کے لئے سارے اخراجات نکال لئے جاتے ہیں۔ لہذا اس میں آبادی کی بنیاد پر تفریق کرنا، جس طرح آپ نے فرمایا کہ cases یا demography کی بنیاد پر ان کی تعیناتی نہیں ہوتی اور آئین میں جس طرح معزز ممبر صاحب نے آرٹیکل 196 کا حوالہ دیا، کہیں پر بھی آئین میں یہ ذکر نہیں کہ ججوں کی appointment demography basis پر ہو گی یا cases کی basis پر ہو گی۔

جناب چیئرمین، نہیں میں نے یہ نہیں کہا کہ ہوگی، میں نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کیونکہ پابندی اگر ہے تو پھر بتا دیں۔

سینیٹر عناء اللہ بلوچ ۔ آپ کی وضاحت کے لئے میں نے کہا کہ آرٹیکل 194, 195, 196. میری صرف ایک گزارش ہے کہ ایک workable federation کے لئے، کیونکہ ہم جب جرمنی گئے تھے تو جرمنی کے اندر کافی سپریم کورٹس ہیں، کافی Constitutional Courts ہیں، پاکستان کے اندر سپریم کورٹ واحد ادارہ ہے ۔ لوگ انصاف کے لیے، سیاسی انصاف کے لئے، معاشی انصاف کے لئے، معاشرتی انصاف کے لئے اور عدالتی انصاف کے لئے سپریم کورٹ کی جانب دیکھتے ہیں۔ لہٰذا سپریم کورٹ کو ایک متنازعہ ادارہ بنا کر اس میں آبادی، پیسہ، وسائل یہ جنجال نکال کر، میرے خیال میں جو بھی معزز جج وہاں پر بٹھایا جائے گا وہ اس قابل ہوگا کہ تمام فیڈریشن کے لوگوں کے احساسات اور خواہشات کی ترجمانی کرے۔ میں کہتا ہوں کہ اس ہاؤس کے توسط سے کم از کم یہ recommendation جانی چاہیئے۔ وزیر صاحب بھی شاید اس سے agree کریں اور کہیں کہ جناب سندھ بھی آبادی کے لحاظ سے زیادہ ہے، بلوچستان کے تین ہیں، سندھ کے تین ہیں، پختونخواہ کے تین ہیں اور پنجاب کے آٹھ ہیں۔ اس میں ناردرن ایریا کو فاٹا کو، ہم نے representation نہیں دی۔ میری ایک تجویز ہے کہ تمام صوبوں سے، تمام Federating Units سے چار چار جج صاحبان سپریم کورٹ کے لئے ہوں، ایک فاٹا سے ایک ناردرن ایریا سے بھی لیا جائے تاکہ تمام علاقوں کے لئے عدالتی ایوان میں اپنے آپ کو برابر محسوس کریں۔ احساس کمتری کا شکار نہ ہوں اور ان کے rights protect ہوں۔ کیونکہ جہاں پر ان کے لوگ بیٹھے ہوئے ہوں گے ان کے right کو protect کیا جائے گا۔ میرے خیال میں اگر وزیر صاحب نہ بھی بنائیں تو اس کو resolution سمجھ کر، اس کو سب کی خواہش سمجھ کر، احترام کرتے ہوئے اس کو آگے بڑھائیں اس میں کوئی ایسی قباحت نہیں ہے کہ اگر ہم سے کچھ پچھلے ادوار میں غلطیاں ہوئی ہیں۔ ہم نے ججوں کی تقرری میں بھی نسلی تعصب سے کام لیا تو میرے خیال میں اس کو آئندہ ختم ہونا چاہیئے تاکہ اکیسویں صدی میں لوگ انصاف کے ایوانوں میں یہ محسوس نہ کریں کہ اس قوم کے لوگ زیادہ ہیں، اس علاقے کے لوگ زیادہ ہیں، ان کے کم، ان کے کمزور

تو یہ میری خواہش ہے کہ چار چار ہر Federating Unit سے ایک نادرن ایریا سے ' ایک فاٹا سے ہو اور ایک جج فیڈرل سے لے لیں۔ سب کی equally representation بھی ہو گی اور لوگ عدالتی فیصلوں میں شکوک و شبہات کا شکار نہیں ہوں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، آپ نے refer کیا تھا آرٹیکل 194 کو۔ آرٹیکل 194 ہے

"Before entering upon office, the Chief Justice of a High Court shall make before the Governor, and any other judge of the Court shall make before the Chief Justice, oath in the form set out in the third schedule".

Senator Sanaullah Baloch: Article 196, the Minister mentioned sir.

سینیٹر آغا پری گل، ابھی ثناء بلوچ میرے بھائی نے کہا کہ پختونخواہ صوبہ۔ وہ کونسا صوبہ ہے کوئی نیا صوبہ بنا ہے۔

Mr. Chairman: It is not a recognized nomenclature. I think میں نے پہلے بھی کہا کہ adhere to the recognized nomenclature.

(مداخلت)

جناب چیئرمین، مندوخیل صاحب! تشریف رکھیے، منسٹر صاحب سوال کا جواب دے رہے ہیں وہ سن لیں، سپیمنٹری چل رہا ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، آپ انہیں منع کریں۔

جناب چیئرمین، کیا منع کریں وہ جو کہہ رہی ہیں کہ recognized nomenclature ہے اس پر رہیں۔

سینیٹر آغا پری گل، یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک صوبہ اور بنے گا، کوئی بات نہیں ہے مگر بنے تو سہی۔ ابھی سندھ ہے، بلوچستان ہے، فرنٹیئر ہے اور ---

جناب چیئرمین، اچھا آپ Minister Sahib کو سن لیں ذرا۔ بی بی بیٹھیں

Minister Sahib کو سن لیں۔ مندوخیل صاحب! تشریف رکھیے۔ وزیر صاحب کو سن لیں۔ عبدالرحیم خان تشریف رکھیے ان کو سن لیں۔ میں کیا سمجھاؤں ان کو جو وہ nomenclature ہے اس پر ہی بات کر رہی ہیں ناں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، سندھ تھا کوئی آئین نہیں تھا' پنجاب تھا کوئی آئین نہیں تھا۔ ہندوستان تھا کوئی آئین نہیں تھا۔ پختون خواہ تھا کوئی آئین نہیں تھا۔

جناب چیئرمین، دیکھیں ناں اب جب آئین ہے تو اس میں جو نام ہیں وہی ہوں گے ناں پھر۔

سینیٹر آغا پری گل، آئین میں جو نام ہے وہی ہو گا۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، ہے نام۔

سینیٹر آغا پری گل، اگر آپ نے ڈالا ہو تو پھر ہمیں بتائیں ناں۔ اگر آئین میں ہے تو ٹھیک ہے۔ آئین کی بات کریں۔ جب آئین میں نہیں ہے تو پھر کیوں لیتے ہیں یہ نام پختون خواہ کا۔

جناب چیئرمین، تشریف رکھیے' رضا صاحب! تشریف رکھیے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، وزیر صاحب آپ جواب دیں۔ پری گل آغا صاحبہ! وزیر صاحب کا جواب سن لیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، ہم ٹھیک وہ لفظ استعمال کریں گے جو اس سرزمین کا نام ہے۔

سینیٹر آغا پری گل، ہم بھی وہی بات کریں گے جو ملکی مفاد میں ہوگی' جو پاکستان کے مفاد میں ہو گی۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، ملک کے مفاد میں پختون کا وجود ہے۔ پاکستان کا ایک اہم Federating Unit پختون ہے۔

جناب چیئرمین، Floor اس وقت Minister Sahib کے پاس ہے۔

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر ، Sir جو میرے فاضل دوست ہیں ان کا جو supplementary تھا اس کے جواب میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں

I had referred to Article 176 of the Constitution which says that "the Supreme Court shall consist of a Chief Justice to be known as the Chief Justice of Pakistan and so many other judges as may be determined by the Act of Majlis-e-Shoora (Parliament)"

تو Parliament نے یہ determine کرنا تھا۔ 17 ہیں اور یہ بھی ہے کہ until so determine as may be fixed by the President. اگر previous parliaments نے اس کو نہیں کیا تو اس میں ہمارا کوئی fault نہیں ہے اور جو پوری strength ہے اس سے بھی زیادہ judges لگانے گئے ہیں تا کہ pendency of work کو جلدی جلدی ختم کیا جائے۔

جناب چیئرمین، جی عباسی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب! میں وزیر صاحب کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ جتنی بھی promotions ہوتی ہیں سپریم کورٹ کے اندر وہ ہائی کورٹ سے ہوتی ہیں۔ ایک principle follow کیا جاتا ہے اور جو Judges case 1996 میں Supreme کا seniority ہے اس میں بھی بڑے criteria laid down ہیں۔ میں Minister Sahib سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس جگہ اس principle کی violation ہوئی ہے اور اگر violation ہوئی ہے تو کیوں ہوئی ہے؟

Ch. Shahid Akram Bhindir: Sir, he should give the notice and then I shall reply.

جناب چیئرمین، یہ کس قسم کی violation کی بات کر رہے ہیں؟

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب! ججوں کی seniority. یہ Supreme Court کے ججوں کے بارے میں میرا بالکل relevant supplementary question ہے۔

اس میں strength of judges پوچھی گئی ہے اور میں آپ کو کہنا چاہ رہا ہوں کہ جو judges کی promotion ہے from High Court to the Supreme Court.

جناب چیئرمین، آپ پالیسی کی بات کریں That is a separate issue.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ' ان سے میں پوچھ رہا ہوں' کہ سپریم کورٹ کے ججوں کی appointments میں اس seniority principle کو violate کیا گیا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں کہ کہاں violate کیا گیا ہے اور کیوں violate کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین، ان سے جو پوچھے گا میرے through ہی پوچھے گا ناں۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ اس میں جو ہے number and province-wise break up. Promotion کا پوچھنا ہے تو سوال دے دیں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب! میں بالکل relevant ہوں۔

Sir, it's related supplementary.

جناب چیئرمین، وزیر صاحب۔

Ch. Shahid Akram Bhinder: Sir, the Question is

یہ جو کہہ رہے ہیں کہ یہ بتایا جائے کہ کیا violation ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے۔ Seniority-wise judges کے نام دیئے گئے ہیں یہاں پر۔ ان کی promotion یا کسی جگہ پر کوئی ایسی چیز ہوئی ہے تو he should put a new question. اگر کوئی violation ہے۔ It is according to the rules اور اسی کے مطابق یہ appoint ہوئے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، چلیں جناب! اس پر بات کرتے ہیں۔

(Interruptions)

Senator Dr. Safdar Ali Abbasi: Sir, no. No, sir.

جناب! چلیں specific بات کرتے ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جو ہیں

according to the judges case and according to the principle of seniority

he should have been promoted to the Supreme Court. Whey has he not been promoted to the Supreme Court?

یہ میرا direct سوال ہے Law Minister sahib سے۔

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر ، جناب! یہ judges case کا حوالہ دیتے ہیں تو اس judges case میں تو چیف جسٹس نے جو appoint کیا تھا تو خود violate کیا تھا اپنے orders کو۔ He knows that.

جناب چیئرمین، اگر آپ نیا سوال دیں گے تو میرا خیال ہے مناسب جواب آ جائے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، نہیں، میں تو ان سے پوچھ رہا ہوں کہ یہ promotion کیوں نہیں کی گئی ہے؟ Why?

جناب چیئرمین، کس کی promotion کیوں نہیں کی گئی؟

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب! لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی، according to the Judges case, according to the principle of seniority he should have been promoted.

وہ اس کا جواب دیں۔

جناب چیئرمین، آپ سوال پوچھیں کہ کیوں نہیں کیا گیا ہے؟ جی لیاقت بنگزئی صاحب۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، جناب چیئرمین! یہ انتہائی اہم نوعیت کا سوال ہے۔ اس میں ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی صاحب نے جو سوال پوچھا ہے اس کے پس منظر میں کچھ اور بھی باتیں ہیں۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ سوال نمبر ۱۵ ہو گیا ہے۔ اب سوال نمبر ۱۶ پر چلیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، نہیں۔ جناب! آپ دیکھیں کہ ۱۹ ججوں میں سے تین کا

تعلق بلوچستان سے ہے۔ مجھے تو ججوں کے حوالے سے کوئی علم نہیں ہے لیکن تیسرے جج جو علامہ اقبال صاحب جیسی عالمگیر شخصیت کے بیٹے ہیں، تاریخ کے ریکارڈ کو درست کرنے کے لئے کم از کم میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کا تعلق کشمیر سے تھا۔ پھر ان کے بیٹے بلوچستان سے کیسے ہو گئے؟ اچھا ٹھیک ہے، مجھے کسی نے اس طرح بتایا تھا۔

جناب چیئرمین، جی فاروق نائیک صاحب۔

Senator Farooq Hamid Naek: Mr. Chairman, my question is that sanctioned strength is 17. Two more judges have been appointed in the Supreme Court and both are *ad hoc* judges and both are the retired judges. *Ad hoc* judges are appointed when a suitable candidate is not available or a suitable judge is not available and it is already for a temporary period because the right person is not available for the right job.

اب جناب! یہ ہے کہ دو ad *hoc* judges appoint کئے گئے over and above the sanctioned strength. What was the reason and necessity instead of elevating a judge from the High Court, if there was a real necessity, there was really a need to go beyond the sanctioned strength then why not a confirmed judge of the High Court because seniority

جو ہے وہ elevation ہے، promotion جو ہے it is a factual right, ان کو کیوں promote نہیں کیا؟ ایک ریٹائرڈ جج کو کیوں ad hoc رکھا گیا؟ آپ کو پتا ہے کہ جب بھی کسی جگہ پر ریٹائرڈ آدمی کو لایا جاتا ہے، وہاں پر ایڈہاک ازم ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین، آپ سوال کریں، تفصیل میں نہ جائیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

Senator Farooq Hamid Naek: My question to the honourable Minister is; why not a right candidate, why not a person, a judge who

deserves to be elevated, was not elevated and a retired judge was appointed on ad hoc?

Mr. Chairman: Is there any violation in this?

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر، جناب! اس میں the question is کہ وہ اپنی choice کے مطابق سوال کر رہا ہے۔

The question is; has the Article 182 of the Constitution been violated? No, sir. It is according to Article 182 of the Constitution.

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ اگلا ہے Question No. 16.

---

16. ***Dr. Muhammad Ismail Buledi:** (Notice received on 16-02-2006 at 1.10 p.m.)

Will the Minister for Communications be pleased to state the number of officers in BPS 17 to 22 working in NHA with grade-wise and province-wise break-up?

Mr. Muhammad Shamim Siddiqui: A total of 321 officers from BPS-17 to 22 are currently working in NHA. The grade and province-wise break-up is **annexed.**

EXISTING STRENGTH OF OFFICERS IN BS-17 TO 22 IN NHA **Annexure**

PROVINCE WISE BREAKUP (DOMICILE)

BS	AJK	Balochistan	FATA/ NAs	NWFP	Punjab	Sindh (R)	Sindh (U)	Total
22	-	-	-	-	1	-	-	1
21	-	-	-	-	1	-	-	1
20	-	-	-	2	11	2	-	15
19	1	3	4	9	26	4	5	52
18	1	8	3	25	41	23	8	109
17	1	5	9	23	72	23	10	143
Total	**3**	**16**	**16**	**59**	**152**	**52**	**23**	**321**

Mr. Chairman: Any supplementary? Mandokhail sahib.

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ سپریم کورٹ کے 17 judges ہیں۔

جناب چیئرمین، نہیں، وہ تو ختم ہو گیا ہے۔ ہم سوال نمبر ۱۶ پر چلے گئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالمالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک، کیا Minister صاحب بتائیں گے کہ یہ 16 بندے وہاں کے local ہیں یا اسلام آباد میں رہتے ہوئے، وہاں کے domiciled ہیں کیونکہ بلوچستان NHA میں یہ practical position ہے کہ پچھلے دنوں، دس دن پہلے ہمارا ایک Ph.D ہمیں کہا جاتا ہے کہ آپ technical لوگ نہیں ہیں، ایک ہمارا Ph.D جو America سے آیا تھا، چیئرمین صاحب نے اس کو interview کے لئے call کیا اور اس کو contract sign کرنے کے لئے بلایا۔ وہاں جو bureaucrats بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو نہیں دیں گے۔ NHA میں ہمارا Ph.D کو نہیں لیا جاتا ہے تو یہاں پر یہ 16 بندے کہیں fake تو نہیں ہیں، Minister صاحب بتائیں گے؟

Mr. Chairman: Minister for Communications.

جناب محمد شمیم صدیقی (وفاقی وزیر برائے مواصلات)، جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کو re-elect ہونے کی مبارک باد دوں۔

جناب چیئرمین، شکریہ جی۔

جناب محمد شمیم صدیقی، اور جو لوگ دوبارہ re-elect ہو کر آئے ہیں، ان کو اور جو نئے ہیں، ان کو میں اپنی طرف سے مبارکباد دوں گا۔

جناب چیئرمین، سب کی طرف سے شکریہ۔

جناب محمد شمیم صدیقی، یہ 16 بلوچستان کے ہیں اور یہ بلوچستان کے domicile سے آئے ہیں۔ یہ fake لوگ نہیں ہیں اور یہ موجود ہیں۔ آپ جب بھی چاہیں ان کے

documents دیکھ سکتے ہیں، اگر کہیں تو میں ان کو بھجوا سکتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ثناء اللہ بلوچ۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب! دوسرا سوال، ایک بلوچستان کا جس نے Communications میں Ph.D کی ہے اور پاکستان میں گنے چنے Ph.Ds ہیں، اس کو کیوں نہیں لیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: کس position کے لئے نہیں لیا گیا؟

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جی جناب۔

جناب چیئرمین: کس position کے لئے نہیں لیا گیا؟

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: اس نے کہا کہ مجھے NHA میں--- as engineer,

جناب چیئرمین: کونسی position کے لئے؟

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: Engineer کے لئے۔

جناب چیئرمین: Engineer کے لئے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جی ہاں۔

جناب محمد شمیم صدیقی: نہیں جناب! میرے knowledge میں نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں آپ تفصیلات دے دیں تو we will pass it on. ثناء اللہ بلوچ صاحب۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب! میں آپ کا مشکور ہوں جس طرح آپ نے پہلے فرمایا کہ demographic basis پر یا cases کی basis پر اس طرح اگر ججوں کی تعیناتی justify ہوتی ہے تو سڑکیں 36% ہمارے صوبے میں ہیں۔ 1999 کے figures میرے پاس ہیں کہ NHA کی 36% سڑکیں بلوچستان میں ہیں۔ NHA میں employment کے لئے ابھی تک 1971 اور 1981 والا بلوچستان کا quota ہے، 3.5% جناب! ہمارا رونا بھی یہی ہے، یہ تکلیف اور مشکل اس وقت سہہ رہے ہیں، صرف اسی لئے کہ خدا

کے لئے ہم گیس زیادہ دیتے ہیں تو گیس کی ملازمتیں تھوڑی سی زیادہ دے دیں۔ ہمارے علاقے میں سڑکیں زیادہ ہیں اور NHA کے employees کا کام یہی ہے to protect, to maintain national highways جو بھی ہیں جب کہ آپ ہمارے لوگوں کو 3.5% کے اعتبار سے بھرتی کریں گے۔ کہیں پر تو ہمارے لئے یہ گنجائش چھوڑیں یا سڑکیں زیادہ آپ کے علاقے میں ہیں' O.K. NHA کی زیادہ سڑکیں بلوچستان میں fall کرتی ہیں۔ اس لئے بلوچستان سے زیادہ لوگ--- کم از کم 36% نہیں لیں گے تو 20%, 25% اور ڈاکٹر عبدالمالک صاحب نے صحیح کہا کہ جناب! ہمارے پاس اس وقت 16000 unemployed youth ہے جو بے روزگار ہیں' جو مجبور ہو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، پہلے آپ جواب سن لیں اور to the point رکھ لیں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی سڑکیں per capita زیادہ ہیں' اس لحاظ سے ادھر لوگ زیادہ ہونے چاہئیں' آپ کا یہی مقصد ہے نا۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جی ہاں جناب۔

جناب محمد شمیم صدیقی، یہ ایک Constitutional مسئلہ ہے اور اس حوالے سے 3.5% بلوچستان کا share بنتا ہے تو اس کے لئے آپ کو پہلے Constitution میں changes کرنی پڑیں گی اور اس حوالے سے اگر آپ کرنا چاہیں تو کریں۔ میرا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وقت regular vacancies جو ہیں 1228 ہیں اور 1228 کا جو 3.5% ہے' وہ 43 ہے اور اس وقت بلوچستان کا جو share ہے' وہ 4.96% ہے جو ان کا 3.5% سے زیادہ ہے۔ اسی طریقے سے 355 jobs ہیں' ان میں سے 3.5% کے حساب سے 13 posts بنتی ہیں۔ اس کے against بلوچستان کے جو ہیں' 73 employees ہیں sir, which constitute 21.

جناب چیئرمین، جی بھنڈر صاحب۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب والا! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو اس جواب میں province wise quota comparison دیا ہے اور اس جواب میں بلوچستان بھی plus 4.77 ہے' NWFP plus 22.1 ہے' سندھ plus 15.5 ہے اور پنجاب minus 8.5 ہے۔

جناب! چاروں صوبوں کے مقابلے میں پنجاب کے ساتھ یہ جو سلوک ہے کہ اس کا minus 8.5 ہے۔ اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب محمد شمیم صدیقی، جناب! ابھی اشتہار دیا ہے جو پندرہ جنوری کو آیا ہے اور پنجاب کی جتنی بھی vacant positions ہیں ہم ان کو fill کریں گے اور یہ جو deficit ہے which is minus 8.5 اس کو انشاء اللہ پورا کر لیں گے۔

جناب چیئرمین، جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب! میں یہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ جو disparity ہے---

جناب چیئرمین، نہیں، وہ کہہ رہے ہیں جو vacant positions ہیں، ان کو بھر رہے ہیں۔ اس وقت existing vacancy....

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب! یہ بات نہیں، سوال یہ ہے کہ بھر لیں گے، کب بھر لیں گے؟

جناب چیئرمین، کہہ رہے ہیں advertise بھی کر دی ہیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، کتنی بھرتی کر لیں گے؟ پنجاب سے تو جناب! کوئی بھرتی نہیں ہوتا، میں یہ آپ کو واضح کر دوں کہ NHA میں پنجاب سے کوئی بھرتی نہیں ہوتا اور اسی لیے پنجاب کی ratio کم ہے اور پنجاب کو NHA میں اور اس ساری division میں representation نہیں ملتی اور جناب! سب سے بڑا صوبہ ہے، پاپولیشن دیکھیے، جناب والا! آپ نے پاپولیشن پر depend کرنا ہے اور اس میں----

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please don't disturb, Sana, please don't disturb.

Senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder: I don't want any interference, I want interference only from the Minister not from any Member sir. You have given me the floor, not to anybody else. I have the

right.

جناب چیئرمین، منا صاحب! تشریف رکھیے ۔ Bhinder Sahib has the floor.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جی جناب۔

جناب چیئرمین، اچھا میں جواب دوں' جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ advertise کر رہے ہیں' یہ کہہ رہے ہیں کہ پنجاب سے بھرتیاں نہیں ہو رہی ہیں۔

جناب محمد شمیم صدیقی، جناب! پندرہ جنوری کو اشتہار آیا ہے اور ہم نے 274 jobs کا اشتہار دیا ہے' جو بھی آئیں گے تو اس میں کوٹا پورا ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین، کلثوم پروین صاحبہ۔ یہ ہو گیا ہے' آخری supplementary ہے اس کے بعد next سوال ہو گا۔ Supplementary ہو چکے ہیں بلکہ یہ چوتھا ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین، جناب! یہ جو بلوچستان کے سولہ ملازمین ہیں' میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ کون سے گریڈ کے ہیں' یہ سارے lower grade کے ہیں؟

دوسرا جناب! criterion کیا رکھا گیا تھا؟ آپ نے Chairman Standing Committee on Communication کو یہ employees والا case refer کیا تھا۔ آغا صاحب نے باقاعدہ اس کو chair کیا' مگر اس کمیٹی کا ابھی تک کوئی result نہیں ملا۔ شاید منسٹر صاحب اس میں نہیں تھے مگر Chairman NHA وہاں موجود تھے' انہیں یہ کہا گیا تھا کہ اگر آپ نے باقی صوبوں کے لیے criterion رکھا ہے کہ first division, highest 2nd division تو صوبہ بلوچستان میں جب تک تعلیم عام نہیں ہوتی' اس کو ذرا low کیا جائے یا 3rd division والے بچے بھی لے لیے جائیں تا کہ ان بچوں کو training دے کر upgrade کیا جائے۔ تو کیا اس کمیٹی کی کوئی report آپ کے پاس آئی ہے؟ آپ جناب کے توسط سے دوبارہ اس مسئلے کو میرا خیال ہے ایک دفعہ کیا جائے تو بہترین results سامنے آئیں گے۔

جناب چیئرمین، جواب سن لیں' میرا خیال ہے مختصر رکھیں' جواب سن لیں۔

جناب محمد شمیم صدیقی، جناب! یہ جو بلوچستان کی سولہ posts جو اس table میں بتائی گئی ہیں ان میں گریڈ 19 کے تین' گریڈ 18 کے آٹھ اور گریڈ 17 کے پانچ ہیں اور ابھی

تک ہمارے پاس Standing Committee کی report نہیں آئی۔ جہاں تک ان ---

(مداخلت)

جناب چیئرمین، ایک منٹ' interrupt نہ کریں' منسٹر صاحب کو سن لیں۔

جناب محمد شمیم صدیقی ، میں اس چیز کے حق میں ہوں اور اس حوالے سے جو required percentage ہے 60% کا' مگر بلوچستان کے لیے ہم نے اس کو کم کیا ہے۔ میں ان کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ بلوچستان کو کسی طریقے سے accommodate کیا جائے' percentage یا qualification وغیرہ کے حوالے سے' اس وقت تک جب تک وہ دوسرے صوبوں کے level تک نہ آجائیں۔

جناب چیئرمین، آغا صاحب! اس پر آپ کا کوئی comment ہے؟

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! شکریہ۔ جیسا کہ آپ اور اس House کی طرف سے یہ matter refer کیا گیا تھا اور اس کی mover محترمہ کلثوم پروین بھی detailed discussion میں شامل تھیں اور Chairman NHA نے بھی اس سلسلے میں کافی تعاون کیا تھا۔ کمیٹی کی طرف سے یہ recommend کیا گیا تھا کہ جس جگہ' جس District میں first division کی availability نہ ہو' ان کا طریقۂ کار یہ ہے کہ first division اور اتنے percent number ہونے چاہئیں تو اس میں ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر کسی district میں' سیٹیں خالی پڑی ہوئی ہیں اور بھرتی نہیں ہو رہی اس لیے کہ وہاں پر 65% marks حاصل کرنے والا Matric or FA نوجوان موجود نہیں ہے اور دس نوجوان ایسے ہیں جو 2nd division یا 3rd division ہیں تو آپ ان vacancies کو fill کرنے کے لیے اس criterion میں ترمیم کر لیں تو vacancies کو fill کرنے کے لیے اس criteria میں آپ ترمیم کر لیں اور اس recommendation کو انہوں نے مان لیا اور Minister is very kind کہ انہوں نے بھی ابھی فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو مان لیا ہے ۔ میرے خیال میں اس میں بات یہ ہونی چاہیے کہ کمیٹی کی طرف سے تو مکمل recommendation جا چکی ہے اور conclude کرکے ہم نے اس کی report House کو بھی پیش کر دی تھی اور ایوان کے اندر already lay ہو چکی ہے ۔ لہذا

میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صاحب کو اس پر assure کرنا چاہیے کہ اس پالیسی پر عملدرآمد ہو جائے گا۔ اس میں پوری کمیٹی متفق تھی اور آج تک ہاؤس میں اس رپورٹ پر کوئی reservation بھی نہیں آئی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر implementation ہو جانی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحب۔

جناب محمد شمیم صدیقی ، جناب چیئرمین! میں اس بات کی یقین دہانی کراتا ہوں کہ سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی نے جو report lay کی ہے ہم اس کو implement کرانے کی مکمل کوشش کریں گے۔

جناب چیئرمین، مسٹر محمد اسحاق ڈار۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار ، جناب چیئرمین! وزیر صاحب ذرا غور فرمائیں یہ table غلط ہے - ان کی وزارت نے اس کو بالکل غلط بنایا ہے۔ نمبر ایک پہلا کالم جو percentage کا ہے وہ ٹھیک ہے - دوسرا کالم share ہے اس کا percentage نہیں ہے that should be an absolute number. جو تیسرا کالم actual strength کا ہے وہ ٹھیک ہے۔ جو چوتھا ہے difference کا اس میں پھر percentage کا نہیں ہے - ان کی پہلی جو percentage distribution ہے among the whole country adds up to 90 %.

The strength if you calculate the next column adds up 288 instead of 321.

جناب والا! یہ table ہی سارا غلط ہے - خدا کے لیے یہ اپنا home work کریں - وزیر صاحب یہ خود چیک کر لیں ورنہ میرے پاس تشریف لے آئیں۔ ان کا table غلط ہے۔

He must reproduce his table which should be corrected. This table is not correct. Please look at the column 2, it will add up to absolute number of 288, it should be 321. Then you compare with what is actual 321 and then you give the difference. There are more than one discrepancies in this table.

(Interruption)

Senator Muhammad Ishaq Dar: Sir, I am talking about the absolute number second column, it adds 288 instead of 321.

جناب محمد شمیم صدیقی، آپ 321 کی بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار، آپ کا پہلا کالم percentage ہے' second is share, it اوپر لکھا ہوا ہے۔ تیسری میں آپ is absolute number not percentage. It is wrong. کو request کر رہا ہوں جو difference ہے وہ آپ کا absolute number کا چوتھے کالم میں' وہ percentage نہیں ہونی چاہیے۔ چوتھی میں درخواست کر رہا ہوں کہ پہلا جو کالم ہے جو if you add, it comes to 90 percent. You have to have 100 ہے percentage اگلا کالم آپ per cent base. There is some discrepancy in it. کریں جو add it adds up 288 instead of 321. It is not one mistake. ہے absolute number this table is full of mistakes.

جناب محمد شمیم صدیقی، Thank you very much. اس کو ہم correct کر کے lay کریں گے۔

Mr. Chairman: We go on to Q. No. 17. The Minister is not here and we have just received her letter. There was emergency. So, we defer this question.

زبیدہ جلال صاحبہ کے جتنے بھی سوالات ہیں وہ سارے defer کیے جاتے ہیں۔ Question Nos. 17 & 18 are deferred. Question No. 19 in the name of Bibi Yasmeen Shah.

19. ***Bibi Yasmeen Shah:** (Notice received on 16-02-06 at 1.15 p.m.)

Will the Minister for Women Development be pleased to state whether it is a fact that an amount of Rs. 35.000 million was porovided in the current year's PSDP for Establishment of Crisis Centres for Women in distress, if so, the amount spent out of the same so far?

Mrs. Nilofar Bakhtiar: Initially an amount of Rs. 35.000 million was provided in the current year PSDP 2005-06 for setting up of ten Crisis Centres at Sialkot. Multan. Bahawalpur, Faisalabad, Mirwala, Nawabshah, Hyderabad, Abbotabad, Sibbi

Rs. 17.490 million (Rs. 1.749 million in each case) for utilization upto 3rd quarter of the current financial year 2005-06.

Mr. Chairman: Any supplementary question?

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ، جناب! اس میں یہ کہا گیا ہے کہ رقم allocate کر دی گئی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اب ان کو NGOs follow کریں گی تو اس کا طریقہ کار کیا ہو گا اور کب تک یہ منصوبہ complete ہو جائے گا' یہ Crisis Centres کے بارے میں ہے۔

سینیٹر نیلو فر بختیار (وفاقی وزیر برائے سیاحت)، اس بارے میں تمام centres کی NGOs Management Committees notify ہو چکی ہیں۔ یہ first step ہوتا ہے اور اس کے بعد جو رقم ہے وہ کم کر دی گئی ہے۔ 35 ملین سے کم کر کے 23 ملین کر دی گئی ہے۔ یہ بھی earthquake کے بعد جو reductions ہوئی ہیں اس میں یہ کیا گیا ہے لیکن اس میں سے initial third quarter کی رقم ہے وہ انشاء اللہ مارچ کے آخری ہفتے میں release ہو جائے گی اور یہ کام بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ clarification دینا چاہتی ہوں کہ میرے honourable colleagues بار بار کہتے ہیں کہ میں اس ہاؤس سے بول نہیں سکتی' میں ان سے request کرتی ہوں کہ Article 57 اور 93(2) کو ذرا پڑھیں' کتاب کو کھولیں۔ I was appointed as Advisor and I am still continuing as Advisor.

Thank you.

جناب چیئرمین، جی بی بی صاحبہ۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ، کیا یہی Ministry اس کام کو آگے لے جائے گی؟

سینیٹر نیلو فر بختیار، یہ Committees صرف supervision کے لیے بنائی جاتی ہیں اور یہ سارے financial matters کے لیے co-signatories ہوتے ہیں لیکن باقی staff hired ہوتا ہے۔ مینجر رکھا جاتا ہے' وکیل رکھا جاتا ہے اور Social Welfare Officers رکھے جاتے ہیں جو پورے project کو چلاتے ہیں۔

جناب چیئرمین، جی سلیم سیف اللہ صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان، جناب چیئرمین! میرا Minister Sahiba سے یہ ہے supplementary and she is a very able Minister and I think she is

doing a wonderful job آپ نے یہ جو centres select کیے ہیں اور آپ نے یہ دس شہر select کیے ہیں، وہ کیا basis تھے۔ کیا وہاں پر زیادہ crisis ہیں، اس لیے آپ نے select کیے ہیں یا کوئی اور وجوہات تھیں؟

سینیٹر نیلوفر بختیار: یہ بالکل merit پر کیے جاتے ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہاں پر اس قسم کے crime کا rate زیادہ ہے وہیں پر اس سینٹر کو کھولا جاتا ہے۔

23. سینیٹر محمد انور بھنڈر: جناب والا! یہ کہا جا رہا ہے کہ اب 35 ملین کی بجائے 600/- ملین روپے رہ گئے ہیں اور 17 ملین release ہو جائے گا۔ اب یہ 17 ملین ہی خرچ کریں گے یا یہ کوشش کریں گے کہ 23 ملین ہی 30 جون تک صرف ہو جائے۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: یہ 17 ملین تیسرے quarter کی allocation تھی جس کو تیسرے quarter میں ختم کیا جائے گا اور 30 جون تک 23 ملین کو خرچ کیا جائے گا۔

سینیٹر مسز زینہ عالم خان: میں آپ کی وساطت سے Advisor صاحبہ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو NGOs Management Committees کو ان Centres کو چلانے کے لیے notify کیا گیا ہے تو اس میں کوئی monitoring کا طریقہ کار ہے کہ وہ monitoring کر کے Ministry کو report کریں۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: Management Committes کے ممبران کے لیے باقاعدہ rules بنائے گئے ہیں اور یہ ممبران باقاعدہ monthly meetings call کرتے ہیں اور اس کا ایک پورا record مرتب کیا جاتا ہے اور باقاعدہ طور پر ان کا Ministry سے رابطہ ہوتا ہے۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ جتنے شہروں کے نام یہاں دیے ہیں تو کیا اس میں سندھ کے rural areas بھی شامل ہیں یا سارے urbans ہیں؟

سینیٹر نیلوفر بختیار: اس میں نواب شاہ اور حیدر آباد ہے۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: نواب شاہ تو rural area میں نہیں آتا۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: دیکھیں! ہم rural area میں نہیں جاتے۔ ہمارے مرکز کے crisis centres ہیں اور ہم انہیں شہروں میں آباد کرتے ہیں اور جو ہماری صوبائی Women

Ministries ہیں ان کو ہم ہدایت کرتے ہیں کہ policies کو چھوٹے علاقوں میں replicate کریں۔ اس طرح سندھ کی جو وزارت ترقی خواتین ہے وہ اس سال 30 crisis centres سندھ کے نہایت remote areas میں کھول رہی ہے۔ اس میں سے میرے خیال میں 12 کا انعقاد ہو چکا ہے۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ، میری آپ سے یہی التجا ہے کہ یہ جتنے بھی centres قائم کیے جا رہے ہیں وہ rural areas میں کریں کیوں کہ وہاں ان چیزوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

سینیٹر انجینیئر رخسانہ زبیری : We have a very able Minister for Women Development اور سلیم سیف اللہ صاحب نے بھی تعریف کی ہے تو second attitutde change کرنا تو بہت ضروری ہے ۔ GRAP میں انہوں نے فرمایا تھا کہ لوگوں کا کرنے کے لیے ہے اور اس کے لیے policies وغیرہ ۔ اس لیے expenditure نہیں ہوا ، بھنڈر صاحب کے سوال کے جواب میں ، لیکن یہاں پر تو crisis centre ایک physical project ہے اور اس میں بھی ابھی کہا جا رہا ہے کہ 2005-2006 میں کوشش کی جا رہی ہے کہ 17.4 million rupees release کرائے جائیں گے ۔ جناب! پچھلی دفعہ کا اگر آپ کو یاد ہو خواتین کی وزارت کا نوے فیصد بجٹ lapse ہوا ہے اور اس دفعہ بھی کچھ ایسی ہی صورت حال لگتی ہے ۔ It is not there, very far when we will be having a budget and we will have the facts and figures.

Mr. Chairman: Let us hear the Minister.

Senator Nilofar Bakhtiar: I am very sorry. You are not aware of the complete facts. Please go through our last year's budget. 90% of the budget never lapsed.

صرف GRAP lapse ہوا تھا وہ بھی 300 million کی رقم تھی اور وہ اس لئے lapse ہوا تھا کہ GRAP was not approved by the Cabinet. میں نے آپ کو ایک مرتبہ پہلے

بھی بتایا ۔ میں ایوان میں دوبارہ دہرانا چاہتی ہوں کہ GRAP جو ہے یہ policy reforms ہیں ۔ جناب والا اس میں دس فیصد job quota مختص کیا گیا ہے ۔ اس کی approval کے لیے ہمیں کتنی lobbying کرنا پڑی اور کتنی محنت کرنی پڑی ' یہ خواتین اچھی طرح سے سمجھ سکتی ہیں ۔ اس میں electoral reforms ہیں جیسے کہ جہاں پر الیکشن میں عورتوں کو حصہ نہیں لینے دیا جائے گا وہاں پر الیکشن null and void قرار دیے جائیں گے اور آپ کو سن کر خوشی ہو گی جناب چیئرمین! کہ لوکل گورنمنٹ کے اس الیکشن میں ' اگرچہ GRAP پر عملدرآمد نہیں ہو رہا تھا اس کے باوجود ہم نے اس پر عملدرآمد کروایا اور پاکستان کے کچھ علاقوں میں ہم نے الیکشن null and void کروائے ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ خواتین کے پولنگ بوتھ double کر دیئے جائیں گے ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ عورتوں کے بیلٹ پیپر کا رنگ مختلف ہو گا ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ووٹر لسٹ میں عورتوں کا نام اپنے والد کے نام کے ساتھ بھی درج کیا جا سکتا ہے ۔ صرف شوہر کے نام کے ساتھ نہیں ہو گا ۔ یہ بہت زبردست قسم کی reforms ہیں جناب۔ ان کی implementation کے لیے اور ان کی پیشرفت کے لیے کچھ وقت درکار ہے ' جس پر ہم کام کر رہے ہیں ۔ جہاں تک crisis centres کی بات ہے اور تیسرے quarter کی جو allocations تھیں ان کے لیے ہم آخری حصے پر کام کر رہے ہیں ۔ میں نے ابھی آپ کو اطلاع دی ہے کہ مارچ کے آخری ہفتے میں اس پر عملدرآمد ہو جائے گا اور یہ میں وثوق سے ذمے داری کے ساتھ کہہ رہی ہوں اور یہ تیسرے quarter میں ہی ہونا تھا ۔پہلے NGO committees notify ہونی تھیں ' اس کے بعد ان centres کا قیام عمل میں آنا تھا ۔ ہم بالکل اپنے ٹارگٹ کے مطابق چل رہے ہیں ۔

جناب چیئرمین، گلشن سعید صاحبہ۔

سینیٹر گلشن سعید : Advisor صاحبہ سے میرا یہ سوال ہے کہ انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ میانوالی میں ان کا ایک crisis centre تھا ' مگر شیر افگن صاحب کہہ رہے تھے کہ نہیں ہے ۔ کیا وہ اب میانوالی میں بن گیا ہے یا ابھی اس کی تعمیر ہو رہی ہے ؟ اور دوسرا سوال اس کے ساتھ یہ ہے کہ یہ جو بتا رہے ہیں کہ تینتیس ملین انہوں نے خرچ کرنا ہے ' کیا crisis centre

یہ خود build کرتے ہیں یا کرائے پر جگہ لیتے ہیں ؟

سینیٹر نیلوفر بختیار ، یہ crisis centre ہم کرائے پر لیتے ہیں اور اس میں اب ایک نیا اضافہ کیا گیا ہے ۔ اس میں ہم shelter homes کی عمارت بھی ساتھ بناتے ہیں تو ہمیں بڑے مکانات کی ضرورت ہوتی ہے۔

سینیٹر گلشن سعید، مطلب یہ ہے کہ خود build کرتے ہیں۔

سینیٹر نیلوفر بختیار ، نہیں جی build نہیں کرتے ۔ انہیں ہم کرائے پر لیتے ہیں، کیونکہ حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ وہ بلڈنگ اور structure پر پیسہ invest نہیں کرنا چاہتی ۔ تو پالیسی کے مطابق ہم نے اس پراجیکٹ کو approve کروایا ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ میانوالی کا crisis centre, میں کسی بھی ممبر کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ چل کر دیکھیں ، بہت اچھا کام کر رہا ہے اور اس کی کارکردگی ہمارے پاکستان کے crisis centres میں top پر ہے ۔ تو یہ بہت عرصے سے کام کر رہا ہے ۔ اگر کسی کو شک و شبہ ہے تو اسے وہاں جا کر چیک کرے ۔

جناب چیئرمین، کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین ، میرا Advisor صاحبہ سے سوال ہے ۔ ایک سینٹر تو ان کا سبی میں کام کر رہا ہے ، بڑے اچھے طریقے سے کام کر رہا ہے ۔ مگر ہمارے بلوچستان میں چھبیس اضلاع ہیں ۔ کیا کوئٹہ سٹی میں یا کسی اور ضلع میں crisis centre شروع کرنے کا ان کا کوئی ارادہ ہے ۔ کیونکہ جتنے crises بلوچستان میں ہیں ، شاید کسی دوسرے صوبے میں نہیں ہیں۔

سینیٹر نیلوفر بختیار ، کوئٹہ میں کرائسز سینٹر پچھلے چھ ماہ سے کام کر رہا ہے اور اس کا افتتاح میں خود کر کے آئی تھی ۔ جو وزارت ترقی خواتین ہے ، جس کی وزیر پروین مگسی صاحبہ ہیں ، وہ اس کی چیف پیٹرن ہیں ۔ ان سے اگر آپ رابطہ کریں گی تو وہ اس کے دورے کی یقیناً آپ کو دعوت دیں گی۔

Mr. Chairman: Question No. 21 deferred, 22 deferred and we will take up the last question No.23. Mrs. Kulsoom Perveen.

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، آپ وہ defer کر رہے ہیں لیکن میں دراصل آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ ۸ اکتوبر کا حادثہ ہوئے چھ مہینے ہو گئے اور اس میں یہ بات تھی کہ بہت سارے لا وارث بچے اور عورتیں ہیں جن کی کفالت کا کوئی انتظام ہونا چاہیے۔یہاں کے دو ممبرز نے بھی آپ کو offer کی تھی اور میں نے written application دی تھی کہ سو بچے اگر ایسے ہیں تو ہم بھی ان کی کفالت کا انتظام کرنے کے لیے تیار ہیں۔اس کا بھی کوئی جواب نہیں ملا، پھر اس لیے میں نے یہ سوال کیا کہ صورت حال سامنے آئے۔ اب یہ ہے کہ اس کا data collect کیا جائے۔میرا خیال ہے کہ ان کی کفالت ہو رہی ہوگی، گورنمنٹ دیکھ رہی ہوگی لیکن کیا data اتنا بکھرا ہوا ہے کہ گورنمنٹ کو اکٹھا کرنے کے لیے یہ دورانیہ کم تھا اور اگلا وہ مانگ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، آپ کی بات صحیح ہے اس کو take up کریں گے کہ we should have this....

سینیٹر رضا محمد رضا، جناب! میں ایک مختصر بات کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے یعنی زلزہ متاثرین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو خیموں میں رجسٹرڈ ہیں اور خیموں میں ہیں جبکہ حقائق یہ ہیں کہ ہمارے بہت بڑے علاقے شانکہ، بنگرام، اللائی، بالاکوٹ اور مظفر آباد اور تمام علاقوں سے ہزاروں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کراچی کا رخ کیا ہے، جو شہروں میں آباد ہیں۔ حتیٰ کہ نزدیکی شہروں میں بھی گئے۔ مجھے اللائی کے لوگوں کا پتا ہے کہ مانسہرہ اور ہری پور کے علاقوں میں ہیں لیکن ان کے لیے کسی بھی ادارے کا زلزلے کے حوالے سے ان کے اعداد و شمار یا ان کے مسائل یا کسی data collection میں role نہیں ہے، حصہ نہیں ہے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ ہم concerned quarter سے معلومات اکٹھی کریں گے تو کیا ان خاندانوں کا بھی شمار کریں گے جو کراچی میں یا مختلف شہروں میں آباد ہیں اور زلزلے کے حقیقی متاثرین ہیں یا بس وہی جو خیموں میں ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین، نہیں، جو اس وقت وہاں رہتے ہیں، متاثرین تو وہ ہوں گے اور جو وہاں نہیں رہ رہے وہ بھی پالیسی کے تحت ہوں گے اگر وہ qualify کرتے ہیں تو رابطہ قائم

کریں یا آپ مجھے تفصیلات دیں' اس کو verify کرکے pass on کر دیں گے ۔ کلثوم پروین صاحبہ! last question No. 23

سینیٹر کلثوم پروین: جناب! میرے اگلے تینوں سوالات آ رہے ہیں تو بے شک آپ defer کر دیں مگر ایک اور چیز آپ دیکھیں کہ-----

جناب چیئرمین: کونسا defer کر دیں؟

سینیٹر کلثوم پروین: اگلے تینوں سوالات میرے ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ منسٹر صاحبہ نہیں ہیں اس لیے میں نے کیے ہیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: جی ' آپ نے ٹھیک کیا۔ مگر ابھی دیکھیں کہ اس میں جواب آیا ہے کہ ۲۰ تاریخ کے questions ہیں۔معلومات اکٹھی کر رہے ہیں۔تو منسٹری کو ---

جناب چیئرمین: دیکھتے ہیں - یہ ہم take up کریں گے۔اکٹھے take up کریں گے۔

سینیٹر کلثوم پروین: معلومات اکٹھی کر رہے ہیں۔تو منسٹری کو کہا جائے کہ please جب بھی یہ آئیں تو منسٹر صاحبہ ان سوالوں کی پوری معلومات ساتھ لے کر آئیں۔

جناب چیئرمین: میں نے note کر لیا ہے' اس کو take up کریں گے۔آخری سوال

23. ***Mrs. Kalsoom Perveen:** (Notice received on 20-02-06 at 9.40 a.m.)

Will the Minister for Education be pleased to state:

(a) whether there is any proposal under consideration of the Government to involve social bodies/associations in order to raise standard of education in the country, if so, its details;

(b) the grants released to such bodies/associations during the last five years; and

(c) whether there is any proposal under consideration of the Government to enhance funding to such associations like Pak Psychological Association (PSA), Pak Economic Association (PEA) and Council of Social Sciences Pakistan (COSS) etc.?

Lt. Gen. (Retd.) Javed Ashraf: (a) No. At present, there is no formal proposal under consideration in the Ministry of Education to involve social bodies/ associations to raise the standards of education. However, Ministry of Education benefits from their suggestions/proposals for the development of education in the country.

(b) In the past grants were given to some social bodies/associations but after-wards these grants were stopped due to their poor performance. Details of grants given during 2003-2004 is at Annex-I. Record of previous years is not available as that was burnt in Shaheed-e-Millat Secretariat in year 2002.

(c) Since none of these Associations are associated with Ministry of Education, therefore, there is no proposal under consideration to enhance any grant to these associations.

Annexure-I

DATA REGARDING GRANTS DURING 2003-04 FOR THE SCIENCE SOCIETIES/EDUCATION SOCIETIES

S. No.	Name of Societies/associations	Budget for the year 2003-04
1.	**Science Societies/Associations** Pakistan Association for the Advancement of Science, Lahore.	Rs. 149,000/-
2.	Pakistan Association of Scientists, Scientific Professions, Karachi.	Rs. 34,000/-
3.	Pakistan Institute of Physics, Lahore.	Rs. 8,000/-
4.	The Zoological Society of Pakistan, Lahore.	Rs. 8,000/-
5.	**Education Societies/Associations** Encyclopedia of Islam in Urdu, Lahore.	Rs. 97,750/-
6.	All Pakistan Islamic Education Congress, Lahore.	Rs. 33,350/-
7.	Institute of Central and West Asian Studies, Karachi.	Rs. 33,350/-
8.	Pakistan Historical Society, Karachi.	Rs. 65,500/-
9.	All Pakistan Educational Conference, Karachi.	Rs. 97,550/-
10.	Pakistan Geographical Association, Peshawar.	Rs. 65,500/-
	Total:	**Rs. 592,000/-**

Mr. Chairman: Any supplementary.

شاہد بھنڈر صاحب! آپ جواب دیں گے۔جی ڈاکٹر ساعد صاحب۔

Senator Dr. Muhammad Said: Sir, in the 'b' part of the answer, it is written that these grants were stopped due to their poor performance. I think this is not a very fair comment. You have given only 8 thousand rupees to the Institute of Physics a year. What performance do you expect with this modest grant.

Secondly sir, it is also written that these associations are not associated with the Ministry of Education. I contest this argument because I am the life member of the Pakistan Geographical Association and I remember that we have been receiving grant directly from the Ministry of Education. So, my request is that this grant is miserably low. We request the Minister to kindly enhance this grant and this is the responsibility of the Ministry of Education.

Mr. Chairman: I think, this is question of the resources available.

Ch. Shahid Anwar Bhinder: I think the Minister concerned will look into it.

Mr. Chairman: Kindly do that. Mr. Haroon Akhtar.

سینیٹر ہارون خان: لیکن Sir, this is not a totally relevant question. میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے اتنے سالوں میں ایجوکیشن پر concentration ہوئی ہے' مگر آج جب billion of rupees have been spent میں ہمارا گریجویٹ آتا ہے market

تو virtually ہمارے ایسے standards ہیں کہ 100% choice دینے کے بعد اور 33% pass marks کرنے کے بعد بھی ان کو نہ properly پڑھنا آتا ہے نہ properly لکھنا آتا ہے۔ اگر آج پاکستان کے private sector میں LUMS جیسے calibre کی یونیورسٹی بنائی جا سکتی ہے تو ہماری گورنمنٹ جس کے پاس اتنے resources ہیں وہ اپنا ایجوکیشن سسٹم کیوں نہیں اتنا improve کرتی کہ ہم باہر کی یونیورسٹی کے ساتھ compete کر سکیں یا LUMS کے ساتھ compete کر سکیں۔ دوسرا ہمارا ہائی سکول کا جو نظام ہے ۔ آج ہمارا F.A/F.Sc. یا گریجویٹ جب market میں کسی قسم کی job کرنے آتا ہے تو اس کی ساری training یا ساری education on the job ہوتی ہے۔ اس میں ہماری تعلیم کا جو سسٹم ہے کسی قسم کی kids preparation کرکے نہیں بھیجتا whereas آج thousands of students are going on to the O level and A level system حالانکہ وہ باہر کا بنایا ہوا سسٹم ہے مگر وہاں سے جو لوگ pass کرکے آتے ہیں they are much superior to work for job market than our own system. یہ سسٹم ہمارا کب بہتر ہو گا

are we on the right track or we just spending money.

Mr. Chairman: I think , this is again..... convey that to the Ministry please, if you want to move a motion to discuss. Abdur Rahim Khan.

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! سوال تو میں ضمنی نہیں کروں گا البتہ یہ جو ہمارے معزز ممبر نے کہا اور یہ جو تعلیمی نظام ہے میں اس کے حوالے سے اتنا عرض کروں گا کہ جو پبلک سیکٹر کے تعلیمی ادارے ہیں ان کے بارے میں حکومت کی پالیسی خصوصیت سے ایسے رہی ہے کہ پبلک سیکٹر کے ادارے تقریباً ناکام ہو رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں پرائیویٹ ادارے جن کی بھاری فیسیں ہیں جو پاکستان کے چودہ کروڑ عام آدمی یعنی 99% برداشت ہی نہیں کرسکتے۔ اس لئے میں اختصار سے تعلیم کے حوالے سے تجویز اور سفارش کروں گا کہ ایسے اداروں کو واقعی امداد دی جائے خصوصاً جغرافیہ، فزکس وغیرہ لیکن اس کے مقابلے میں

جو ایسے پرائیویٹ ادارے ہیں جو تعلیم کے نام سے کام کر رہے ہیں ان پر زیادہ خرچہ ہو رہا ہے ۔ وہ تعلیم کا نظام بہت مہنگا ہے ۔ ہم اتنی عرض کریں گے کہ آپ اس بارے میں بھی خصوصی طور پر اپنے فنڈز سے پبلک سیکٹر کے اداروں کے لئے اپنی پالیسی پر نظرثانی کریں اور ان کو کنٹرول میں رکھیں ۔ یہی میری تجویز ہے ۔

جناب چیئرمین : نہیں ، تجویز اچھی ہے and please pass them on also.

جی اسی پر ہے ۔ That brings us to the end of question hour. Question hour اب ختم ہو گیا ہے ۔ جی کوثر فردوس صاحبہ ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس : میرا پہلا question No.2 تو آیا ہی نہیں ۔ یہ علیحدہ ایک صفحے پر سوال تھا اس کو لے لیں تا کہ جواب آ جائے ۔

جناب چیئرمین : Sorry, sorry. وہ unstarred question ہے ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس : اچھا ٹھیک ہے sorry, میں تھوڑی سی گزارش کرنا چاہتی ہوں ۔ انہوں نے سوال یہ پوچھا ہے کہ education میں کوئی social bodies یا Associations ہیں جناب ! میں یہ عرض کرنا چاہ رہی تھی کہ to raise the standard Doctors بنتے ہیں ان کو ہم کوئی ethics ایسے سکھاتے نہیں ہیں کہ تمہیں سادگی اختیار کرنی ہے یا دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنی ہے یا مال کے پیچھے نہیں پڑنا ۔ اسی معاشرے کا ڈاکٹر جب آتا ہے تو وہ اسی طرح سے دولت کمانے کے لئے آتا ہے یا وہ مریض سے غلط طریقے سے پیسہ کمانے کا بھی کام کرتا ہے ۔ میرا کہنا یہ ہے کہ ہمیں اپنی education کے ساتھ moral ethics بھی departments میں سکھانے کا اہتمام کرنا چاہیے کہ صرف دولت کمانے کے لئے education نہیں ہے ، معاشرے کو ایک طرح سے بہتر بنانے کے لئے بھی ہے تو اس لحاظ سے کوئی social bodies کو involve کیا جانا چاہیے ، Police کی training ہے ان سب میں ہمیں یہ بہت کمی لگتی ہے کہ جو انسانی values ہیں یا ہمدردی ہے وہ نہیں ہے ۔ میری یہ دردمندی کے ساتھ گزارش ہے کہ اس کو کہیں شامل کرنے کا proposal بنایا جائے ۔

جناب چیئرمین : میرا خیال ہے یہ pass کر دیں گے ۔ یہ ہر جگہ apply کرتا ہے ۔

یہ معاشرے کے لئے ہے اور ہمارا بھی اس میں بطور public representative role ہے ۔ یہ تو مل جل کر پورے معاشرے کو کرنا پڑے گا ۔ انہوں نے بھی note کر لیا ہے ۔ Now we will take up item No.3. ایک سیکنڈ sorry there is leave applications also.

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین، جناب مشاہد حسین سید نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ ۱۵ تا ۱۷ مارچ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا درخواست منظور ہے ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، سید دلاور عباس ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۵ مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے ۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا رخصت منظور ہے ۔

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Item No.3, Mr. Omar Ayub.

REPORT LAID: RE:SECURITIES AND EXCHANGE COMMISSION OF PAKISTAN.

Mr. Omar Ayub Khan (Minister of State for Finance and Revenue): I beg to lay before the Senate the Annual Report, 2005 of the Securities and Exchange Commission of Pakistan, statement of accounts of the Commission certified by the auditors and a copy of auditors' report as required under Section 25(6) of the Securities and Exchange Commission of Pakistan Act, 1997 (Act No.XLII of 1997).

Mr. Chairman: Report stands laid. We have request for two.....

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! چونکہ اس زمانے میں Securities and Exchange Commission کے سلسلے میں بڑی اہم developments ہوئی ہیں

strength کے اعتبار سے بھی dismissals کے اعتبار سے بھی، تو کیا وہ ایک دن مقرر کر دیں گے تا کہ اس رپورٹ پر ہاؤس میں discussion ہو سکے؟

Mr. Omar Ayub Khan: It will be a pleasure, Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: بالکل، سیکرٹری صاحب اس کو fix کر لیجئے گا کہ یہ کب چاہتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب! میں پروفیسر صاحب کی بات کی تائید کرتے ہوئے، اس میں تھوڑا اضافہ یہ کروں گا کہ جس انداز میں پچھلے Chairman, Securities and Exchange Commission کو ہٹایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس وجہ سے ضروری ہے کہ یہ کس طریقے سے Securities and Exchange Commission کو حکومت چلانا چاہتی ہے۔ اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ یہ debate ہو۔

جناب چیئرمین: انہوں نے agree کر لیا۔ یہ ساری چیزیں اس discussion میں آجائیں گی۔

He has already agreed to it. You can bring it up there. We have item No.4, which is very important one. I have request for two points of order which will be entertained and please be very brief. Mr. Ishaq Dar.

POINT OF ORDER RE: APPOINTMENT OF CHIEF ELECTION COMMISSIONER.

سینیٹر محمد اسحٰق ڈار: بہت شکریہ جناب چیئرمین! جناب! آپ کے توسط سے میں record پر ایک fact لانا چاہتا ہوں

with reference to the appointment of Chief Election Commissioner, it has been written in the Press and quoting the Law Minister that the Opposition was asked to suggest or propose some names and Opposition refused. Sir, this is totally wrong assertion and information in the Press. Opposition was never asked to propose any name although it would have

been ideal situation, there was a consultation. The elections are not too far away, it is one year away and you know this news particularly, quoting the Law Minister in certain section of Press. Sir, it is totally baseless, wrong and

it should be on record. Minister لہٰذا میری گزارش یہ ہے کہ factually incorrect. of State for Law یہاں موجود ہیں'

if he would like to clarify. Why the Press is carrying, quoting the Law Ministry that Opposition was asked to propose names and we have refused. Sir, there is no contact, I have checked with the National Assembly, Parliamentary Leaders of the Opposition; I have checked my colleagues in the Senate, there is no communication whatsoever from the Government to ask or to propose any name

بلکہ یہ اچھا ہوتا اگر یہ consultation سے ہوتا تو کم از کم

keeping in view the past track record of the election and the international criticism, I think it would have been much better if there was a consultation process particularly, in

view of the fact that elections are very near. لہٰذا میں وزیر صاحب سے request کروں گا کہ ذرا روشنی ڈالیں کہ کیوں یہ Press میں آیا ہے اور Opposition کو کیوں blame کیا گیا ہے کہ ان سے ہم نے نام مانگے ہیں' ان سے consultation کی ہے اور انہوں نے refuse کر دیا اور ہم نے اس لیے appointment کر دی ہے۔ بہت شکریہ جناب۔

Mr. Chairman: Any comment?

چوہدری شاہد اکرم بھنڈر: اسحٰق ڈار صاحب جو reference دے رہے ہیں' میں نے I don't know to ۔ newspaper میں نہیں دی statement کسی بھی تو کوئی ایسی

whom he is referring. If he is referring to the Law Minister, let the Law Minister come then he can answer to it that why he has given the statement. Has he given the statement or not? He can only say. I have not made any statement.

Senator Muhammad Ishaq Dar: Sir. it is a standard practice, every Minister has Press clippings in his office and it is not unknown to everybody.

وہ clippings صحیح آجاتی ہیں۔ اگر وہ factually incorrect ہے تو بہتر ہے کہ بجائے ہم اس کو contradict کریں' یہ خود contradict کریں کہ یہ news غلط ہے اور ہم نے کوئی consultation نہیں کی ۔ That would be more appropriate, I think, and a factually correct way.

Mr. Chairman: Mr. Saleem Saifullah Khan.

Senator Saleem Saifullah Khan: Mr. Chairman, I have also requested earlier before the Question Hour that I may be given an opportunity also. Basically, sir, that was, I did not have the opportunity to congratulate you on occupying this seat and I had the privilege....

Mr. Chairman: Thank you.

Senator Saleem Saifullah Khan: Sir, I had the privilege of working with your late father who was a great parliamentarian and a great democrat from 1985 to 1991.

جہاں تک چیف الیکشن کمشنر کا تعلق ہے میں اس میں صرف اتنا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ اپوزیشن کی یہ ڈیمانڈ تھی کہ چیف الیکشن کمشنر full time ہونا چاہیئے۔ آج اس کی appointment ہو چکی ہے چونکہ ان کا تعلق صوبہ سرحد سے ہے میں اتنی وضاحت ضرور کروں گا'

مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ ان سے مشورہ ہوا ہے یا نہیں ہوا، لیکن جسٹس قاضی فاروق صاحب کے متعلق میں اتنا ضرور کہوں گا کہ شاید ہی صوبہ سرحد میں ایسے قابل، دیانت دار، انصاف پسند کوئی جج ہم نے پیدا کئے ہوں جیسے جسٹس قاضی فاروق صاحب ہیں۔ شکریہ۔

سینیٹر الیاس احمد بلور ۔ جناب چیئرمین! ابھی یہ بات ہوئی ہے کہ ہمارے صوبے، میں پختونخواہ نہیں کہوں گا کیونکہ پری گل شور مچاتی ہیں لیکن میں این ڈبلیو ایف پی بھی نہیں کہوں گا۔ ہمارے صوبے سے کم از کم ایک high rank میں بڑے honest قسم کے اور بہت اچھے جج کی nomination ہوئی ہے لیکن جہاں تک اسحاق ڈار صاحب کی بات ہے میں ان کی تائید کرتا ہوں کہ اپوزیشن لیڈر سے، اپوزیشن والوں سے کوئی consultation نہیں ہوئی اور پریس میں یہ آیا ہے تو it is wrong, I highly appreciate this thing کہ کم از کم میرے صوبے سے کوئی نہ کوئی تو high profile آیا ہے۔ گورنمنٹ کے جتنے بھی بڑے ادارے ہیں وہاں میرے صوبے سے کوئی شخص نہیں ہے۔

Mr Chairman: Now, we take up item No. 4. Khurshid Ahmed

DISCUSSION ON PRICE HIKE AND INFLATION WITH PARTICULAR REFERENCE TO ESSENTIAL COMMODITIES.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین! میں بہت ہی ممنون ہوں آپ کا، لیڈر آف دی ہاؤس کا کہ اس اہم مسئلے کے اوپر باہم اتفاق سے ہم یہ motion move کر رہے ہیں کہ ایوان میں قیمتوں میں اضافے، مہنگائی، افراط زر اور خصوصیت سے اشیاء ضرورت کی چیزوں میں ہوشربا اضافے پر غور کیا جائے۔

جناب چیئرمین! پارلیمنٹ کا ایک اہم کام حکومت کی پالیسیوں کی نگرانی، احتساب اور عوام کے مسائل اور مشکلات کو اس طرح بیان کرنا ہے تاکہ پالیسیاں تبدیل کی جا سکیں۔ آج کی اس motion میں ہمارا مقصد حقائق کو جاننا اور پالیسی کے ان پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا ہے جن کی کمزوری کے باعث عوام کے لئے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ میری درخواست یہ ہے کہ یہ مسئلہ محض ایوان کے اس طرف کے ارکان کا نہیں بلکہ یہ پورے ایوان کا بلکہ پورے ملک کا مسئلہ

ہے۔ میں اپنی حد تک پوری کوشش کروں گا کہ گفتگو کو اس مسئلے پر محدود رکھوں اور تمام ارکان کو اس بات کی دعوت دوں کہ ہم سب اپنا اثر استعمال کریں ،ملک کے عوام کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے، جو غربت اور دولت کی عدم مساوات پیدا ہو رہی ہے اس کی اصلاح اور کم از کم اشیاء ضرورت کو دونوں اعتبار سے یعنی ان کی سپلائی اور فراہمی اور فراہمی اس قیمت پر جو عوام کی دسترس میں ہو، ان دونوں کو ہم ensure کرنے کی کوشش کریں۔ میری نگاہ میں good governanceکے یہ بنیادی تقاضوں میں سے ہے۔ اس لئے میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کروا رہا ہوں۔

اب آئیے سب سے پہلے حقائق کو لیں۔ حقائق کے اعتبار سے پوزیشن یہ ہے کہ اس ایوان میں پچھلے سیشن میں چینی کی قیمت اور پٹرول کی قیمت ان دونوں کے بارے میں مختلف ساتھیوں نے مسئلے کو اٹھایا اور ہم سے وعدہ کیا گیا کہ وزیراعظم صاحب ایوان میں تشریف لائیں گے اور شوگر پالیسی کے بارے میں وضاحت کریں گے اور سینیٹرز کے سوالات کا جواب دیں گے۔ ہم آج تک اس وعدے کے ایفاء سے محروم ہیں۔ یہ کوئی اچھی روایت قائم نہیں کر رہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ ہمارے ملک میں ہمیں نہ full time President میسر ہے، نہ ہمیں full time Chief of Staff میسر ہے، نہ ہمیں full time Finance Minister میسر ہے حالانکہ یہ تمام شعبے وہ ہیں جو full time توجہ کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس کے بغیر ان ذمہ داریوں کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا لیکن میں پہلی بات یہ کہوں گا کہ وزیراعظم صاحب کو اپنی اولین فرصت میں بلکہ اہمیت دے کر اور اپنی appointments کو review کر کے اس ایوان میں آنا چاہیے اور مہنگائی کے مسئلے پر حکومت کی پالیسی کے بارے میں سینیٹ میں سوالات کے جوابات دینے چاہئیں۔

دوسری بات یہ ہے جناب والا! کہ قیمتوں میں اضافے کا رجحان ہے، جو تازہ ترین اعداد و شمار آج ہی آئے ہیں ان کی روشنی میں فروری کی bases پر اگر year-wise جائزہ لیا جائے تو wholesale price index 9.94 % کا حصہ آگے بڑھا ہے۔ یہ پچھلے سال کے اضافے سے بھی زیادہ ہے اور اگر اس کا آپ break up دیکھیں تو ان میں food item جو ایک بڑا اہم item ہے اور ہر شخص کی ضرورت ہے، ایک سال میں اس میں پچاس فیصدی سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ پہلے سترہ روپے تھی پھر 21 روپے ہوئی پھر 27 average 7%, Sugar

روپے ہوگئی۔ 27 سے ایک دم جمپ لگا کر 40 روپے ہوئی اور اس وقت کی جو معلومات ہیں' آج کے Dawn میں ہے کہ 45 سے 47 روپے فی کلو کراچی میں چینی بیچی جا رہی ہے۔

اس کا آپ ذرا پس منظر دیکھیں کہ عوام شور مچا رہے ہیں' احتجاج کر رہے ہیں۔ اخبارات بھرے پڑے ہیں۔ اداریے کالم اٹھا کے دیکھ لیجئے' عام کالم نگاروں کی رائے دیکھ لیجئے اور پھر اسمبلی اور سینیٹ میں خاص طور سے پچھلے اجلاس میں اس مسئلے کو اٹھایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ sugar کے سلسلے میں آپ کی پالیسی ہر سطح پر غلط ہے اور اس کی وجہ سے مہنگائی ہوئی ہے۔ یہ بتایا گیا کہ سب سے پہلی stage ہے اس میں sugar-cane, اگر sugar-cane growers کو اس کی صحیح قیمت نہیں ملے گی تو جو basic resource ہے sugar-cane وہ ضرورت کے مطابق نہیں آئے گا۔

آپ نے اس پر کوئی پالیسی نہیں دی نتیجہ یہ ہے کہ sugarcane کی production کم ہوئی اور alternate crops لائی گئیں۔ ساتھ ہی کچھ مقامات پر sugar cane سے جو گڑ بنتا ہے وہ اتنا نفع آور تھا کہ اس کا process رک گیا اور وہ sugar cane چینی کے لیے استعمال نہیں ہو سکا۔

دوسرا یہ ہے کہ sugar-cane Sugar Industry میں جب آتا ہے تو وقت پر mill owner اس کو خریدتے نہیں ہیں جس کے نتیجے کے طور پر sugar-cane کی جو پیداوار ہے ' جو sugar بننے کی صلاحیت ہے وہ بھی کمزور پڑتی ہے ۔

تیسری stage پھر یہ ہے کہ industrialists cartel بن گئے ہیں اور اس ایوان میں کھل کر یہ بات کہی گئی کہ وہ سیاسی عناصر جو آج حکومت میں اہم مقامات پر ہیں' ان کے اس سے مفادات وابستہ ہیں۔ انہوں نے deliberately اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ sugar جو ملوں کے پاس موجود ہے وہ بھی مارکیٹ میں نہ آئے اور اس سلسلے میں اخبارات کے جو اندازے ہیں وہ یہ ہیں کہ ملک میں چار سے آٹھ لاکھ ٹن hoarded sugar موجود ہے۔

اگلی stage پھر wholesale retailers کا ہے۔ آپ دیکھئے کہ ان چاروں levels پر sugar purchase ہو رہی ہے۔ یہ کہا گیا کہ ہم بارہ ممالک سے sugar کافی مقدار میں منگوائیں گے' پچاس ہزار ٹن ہم نے منگوالی ہے اور اب قیمتیں گرنے والی ہیں۔ کیا ہوا جناب والا! جس

وقت یہ فیصلہ ہوا اس وقت قیمت اڑتیس روپے تھی اس کے بعد چالیس ہوگئی اور آج 45 سے 47 روپے ہے۔

اس کے بعد جناب والا! Cabinet جاگی اور Cabinet نے کئی مہینے کی غفلت کے بعد اس مسئلے پر غور کیا اور یہ بات فیصلے کے طور آئی کہ Cabinet اس مسئلے پر enquiry کرے گی اور اقدام کرے گی ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے hoard کیا ہے اور prices کو بڑھایا ہے۔ نتیجہ کیا نکلا کہ NAB کو case بھیجا گیا اور اس کے بعد اسے واپس لے لیا گیا۔ میں بڑے ادب کے ساتھ یہ بات عرض کروں گا جناب والا! یہ ایک ٹیسٹ کیس ہے sugar کا جس میں پالیسی کی خرابی، lack of good governance, بروقت حکومت کا فیصلہ نہ کرنا، پبلک پریشر پر کسی چیز کا آغاز کرنا تو مفاد پرستوں کے آگے سر جھکا کر معاملے کو ختم کرنا۔ اس میں پریشر بھی آ گیا اور عوام کا جو مسئلہ ہے وہ وہیں کا وہیں رہا بلکہ چینی کی قیمت ۴۰ روپے سے بڑھ کر ۴۵ اور ۴۷ ہوگئی ہے۔ جناب والا! یہ بھی آپ سے عرض کردوں کہ ٹریڈنگ کارپوریشن کے پاس اپنا stock, جو public reports آئی ہیں ۴ لاکھ ٹن موجود ہے۔ وعدہ کیا گیا کہ ہم یوٹیلٹی سٹورز کے ذریعے یہ کام کریں گے۔ یوٹیلٹی سٹورز آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ کئی مثالیں میں نے آپ کو دی ہیں۔

Oil کو لیجیئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ oil کی ex factory price جو ہے وہ 21.50 روپے فی لیٹر ہے۔ باقی سارا ٹیکس اور transportation کے سلسلے میں جو غلط قسم کے اعداد و شمار دیئے جاتے ہیں جس کے نتیجے کے طور پر آج یہ ۵۶ اور ۵۷ روپے فی لیٹر مل رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ international prices لیکن میں پوچھتا ہوں کہ sugar میں internationally traded sugar commodity پاکستان کے لئے نہیں ہے۔ International price ہمارے لئے irrelevant ہے اور اگر international price کی آپ بات کرتے ہیں تو پھر تو آپ یہ بھی سوچئے کہ internationally purchasing power کیا ہے؟ wages کیا ہیں؟ رہا معاملہ oil کا تو میں international price کو جو current price ہے اس کی base پر آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ ex refinery price جو ہے وہ 21.7 روپے فی لیٹر ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ حکومت آج تک اس معاملے میں صحیح اقدام نہیں کر سکی؟ میں یہ بھی آپ سے کہہ دوں کہ ۱۹۹۹ء

سے اس وقت تک ۱۱۹ بار prices بڑھائی گئی ہیں اور ہمارے چیخنے کے باوجود اس پورے ۶ سال میں یہ کام انہی کے سپرد کیا گیا ہے جو اس کا نفع کما رہے ہیں۔ اگر آپ تھوڑا سا compare کریں، میں نے تھوڑا سا کام کیا ہے اس کے اوپر تو oil companies کا جو profit ہے جو اس سے پہلے millions میں تھا اب وہ billions میں ہے۔

جناب چیئرمین، یہ OGRA کو نہیں دیا گیا؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جی، اب دیا ہے لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی رپورٹ بھی نہیں آئی ہے۔ یہ ہمارے مطالبے کے بعد حتیٰ کہ سینیٹ کی کمیٹی نے یہ مسئلہ اٹھایا۔ میں نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا۔ اس کے بعد کمیٹی کی recommendations کو بھی آئے ہوئے غالباً ۱۲، ۱۴ مہینے ہو چکے ہیں۔ جس میں یہ ساری باتیں ہم نے کہی ہیں۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ deliberate چیز ہے۔ یہ government کی پالیسی کا failure ہے۔ یہ lack of governance ہے۔ یہ عوام کے مسائل سے بے توجہی اور غفلت ہے۔ جناب والا! ساتھ ہی میں آپ کو یہ بتا دوں کہ صرف پچھلے فروری اور اس سے پچھلے سال میں کتنا فرق پڑا ہے؛ تو آپ ہی کی جو رپورٹس ہیں ان سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ sugar میں 26.6 فیصد، potato میں 14.3 فیصد، مونگ میں 11.4 فیصد، یعنی کوئی item عام استعمال کا ایسا نہیں ہے کہ جس میں ایک مہینے کے اندر یعنی جنوری اور فروری کے مہینے میں اتنا اضافہ نہ ہوا ہو لیکن حکومت کے سر پر جوں نہیں رینگتی۔

جناب والا! ساتھ میں ایک fundamental بتا دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ compare کریں اس ملک میں real wages اور nominal wages کو۔ Nominal wages کے معنی یہ ہیں کہ money کی شکل میں جو ان کو دیا جا رہا ہے۔ Real wage کا معنی یہ ہے کہ اس کی اصل قوت خرید، قیمتوں کے رجحان کو سامنے رکھتے ہوئے پھر نکالی جائے۔ تو یہ ہولناک صورتحال سامنے آتی ہے۔ میرے پاس پچھلا پورا سروے موجود ہے جو FPDC کی اس سال کی رپورٹ میں آیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۷ تک nominal wage میں اضافہ ہوا ہے average 11.5% اور real wage میں 3.9 فیصد۔ ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۹ء nominal wage میں اضافہ

ہوا ہے 6.6 فیصد اور real wage میں کمی ہوئی ہے 2.9 فیصد۔ لیکن جس کو ہم اپنا golden period کہتے ہیں ۱۹۹۹ سے لے کر اب تک اس میں nominal wage میں اضافہ 0.9 فیصد اور real wage میں کمی 3.1 فیصد ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم جس development کا graph دیکھ رہے ہیں وہ نمائشی ہے۔ ہر سال عام آدمی کی قوت خرید کم ہو رہی ہے اور پھر اگر آپ House of Survey کی بنیاد پر اس کا مزید analysis کریں تو اس میں جتنے غریب ہیں' ان پر اس کا impact زیادہ ہے' جتنے امیر ہیں' اتنا impact کم ہے۔ نتیجتاً جو average ہے' یہ غریب households کے لئے تو 5%, 6% average per year real purchasing power کم ہوئی ہے۔ آپ کہاں لے جا رہے ہیں' یہی وجہ ہے کہ لوگ بے چین ہیں۔ مسلمان معاشرے میں کبھی خودکشی کا تصور نہیں تھا' مغرب کے زیر اثر کچھ خودکشی کے معاملات ہوتے تھے لیکن وہ کبھی کبھار ہوا کرتے تھے۔ یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ آج یہاں فاقہ موجود ہے' آج فاقے سے مجبور ہو کر خودکشی ہو رہی ہے' جرائم بڑھ رہے ہیں۔ یہ سارے جو social انتشار ہیں' اخلاقی وجوہ کے ساتھ ساتھ اس کے حقیقی معاشی اسباب بھی موجود ہیں اور جب تک ہم حقیقی معاشی اسباب کی اصلاح نہیں کرتے' آپ بہتری کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ جناب والا! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ structural adjustment کے نام پر محض growth اور budgetary deficit کو control کرنے کے ہدف کو سامنے رکھ کر ہم جن پالیسیوں پر عمل کر رہے ہیں اور جن پر پچھلے چھ سال میں آنکھیں بند کرکے' نتائج سے صرف نظر کر کے عمل کیا گیا ہے' اس نے عام آدمی کے لئے زندگی گزارنا مشکل بنا دیا ہے۔ آپ جب تک پالیسی کے اہداف کو نہیں بدلیں گے' اس وقت تک تبدیلی نہیں آسکتی۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ inflation کو control کرنے کے لئے دو راستے ہیں' inflation پیدا کرنے کا طریقہ supply side ہوتا ہے اور دوسرا demand side ہوتا ہے۔ ہمیں supply side میں کوشش کرنی ہوتی ہے کہ جو لوگوں کی ضرورت کی اشیاء ہیں' ان کی فراہمی میں اضافہ ہو۔ فراہمی میں اضافہ دو ہی طریقوں سے ہو سکتا ہے کہ آپ economic incentive producer کو دیں تاکہ وہ معاشی محرک کے تحت اس تعداد میں' اس مقدار میں society میں چیزیں لے آئے جو اس کی ضرورت ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کو policy

parameters کو اس طرح بنانا پڑتا ہے کہ یا subsidy دیں یا کم از کم cost of production کو کم رکھیں۔ آپ credit کو facilitate کریں جو real inputs ہیں، خواہ ان کا تعلق زراعت سے ہو یا صنعت سے ہو یا چھوٹی صنعت سے ہو۔ آپ inputs کو جتنا سستا بنائیں گے، اتنی supply بڑھے گی۔ بدقسمتی سے اس ملک میں input کو متاثر کرنے کی policy اختیار نہیں کی جا رہی، کچھ غفلت کی بناء پر، کچھ مفاد پرستی کی بناء پر اور کچھ بیرونی اثرات کی بناء پر۔ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے ممالک جو ہم پر pressure ڈال کر، ہاتھ مروڑ کر اور پیسہ روک کر subsidy ختم کروا رہے ہیں، ان کی پوری معیشت subsidies کی بناء پر چل رہی ہے۔ آج America میں agriculture subsidy billions میں ہے، European Union کی agriculture policy subsidy کی بنیاد پر ہے۔ میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ ساری مغربی دنیا ملا کر جس چیز کو aid کے نام پر دیتی ہے، وہ سالانہ 60 billion dollar ہے اور جو رقم وہ اپنے ملک میں subsidy کے نام سے اپنی agriculture کو دے رہے ہیں، 360 billion سالانہ ہے۔ اگر میں اس کا دوسرا تجزیہ پیش کروں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج دنیا میں آبادی کا 60 فیصدی 2 dollar یومیہ سے کم پر زندگی گزار رہا ہے اور Europe میں ہر cow پر dairy industry کو زندہ رکھنے کے لئے 2 dollar per day subsidy دی جا رہی ہے۔ Japan میں 7.5 dollar per day ہر cow پر subsidy دی جا رہی ہے، اس طرح وہ اپنا نظام چلا رہے ہیں اور ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے inputs سستے نہ ہوں۔ نتیجتاً جو supply factors ہیں، وہ inflation پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہاں میں یہ بھی کہوں کہ بجلی اور oil یہ بڑے اہم inputs ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں اندھرا پردیش میں ابھی جو Congress جیتی ہے تو election issue یہ تھا کہ اندھرا پردیش میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم agriculture کو electricity free دیں گے تا کہ agricultural پیداوار بڑھے اور اس طریقے سے ایک ایسا input ہے جو آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ انڈیا میں یہ پالیسی مختلف forms میں استعمال ہو رہی ہے اور انڈیا کے پنجاب کی پیداوار اگر اچھی ہے تو اس کی بڑی وجہ inputs کی قیمت کو کم رکھنا ہے۔ وہاں کے Chief Minister نے حلف لینے کے بعد پہلا اعلان یہ کیا کہ agriculture کے لیے electricity free کر دی گئی، ہماری طرح محض وعدہ نہیں ہوا، اس کا

اثر پیداوار پر پڑا۔ 327 institutions ہیں دوسرے institutions میں demands ہیں۔ ہمارے ہاں demand میں بھی position یہ ہے کہ ہمارے ہاں wages income policy موجود نہیں ہے اور جس ملک میں ایک healthy income and wages policy نہ ہو، وہاں پر انصاف اور عام انسانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اسے کبھی بھی ایک pro poor policy قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ income policy کوئی free market کے خلاف نہیں ہے، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پچھلے سوا سو سال میں welfare economics کے تحت جتنی policies بنی اور بن رہی ہیں، just income and wages policy اس کا ایک لازمی حصہ ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں ایسی کوئی figure نہیں ہے، میں نے ابھی آپ کو figure دے کر بتایا کہ پچھلے چھ سال کے اندر ہمارے ہاں real wage 3.1% average negative ہوا ہے۔ یہ absence of income policy ہے ، اس کے ساتھ ایک distorted credit policy ہے۔ جو ہمارا consumption pattern ہے وہ distorted ہے، آپ یہ دیکھیے دو سال پہلے جو lending rate 1.2, 1.3% تھا، آج وہ 9% ہے اور کچھ مواقع پر 12 اور 14% پر چلا گیا اور اس کے نتیجے کے طور پر ایک خاص قسم کی consumption goods پیدا کی جا رہی ہیں۔ عام producer کے لیے ممکن نہیں رہا کہ وہ easy credit لے کر پیداوار کو بڑھا سکے۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ دونوں اعتبار سے ہماری پالیسی غلط ہے اور یہ سب manageable ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم قیمتوں کو جائز حدود کے اندر نہیں لا سکتے، انہیں لایا جا سکتا ہے۔ یہ بات غلط ہے کہ ہم income distribution کو صحیح رخ پر ڈال کر لوگوں کی قوت خرید کو نہیں بڑھا سکتے، اس کو بڑھایا جا سکتا ہے لیکن ہم اس طرف کوشش نہیں کر رہے۔ میں ساتھ ہی یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کا پورا Federal Social Welfare Budget اس وقت 20, 22 million rupees سالانہ ہے، اس کے برعکس اگر آپ دیکھیں کہ خوش زندگی گزارنے کے لیے خود عوام کیا کر رہے ہیں۔ اب تک World Bank کی ایک ہی report آئی ہے لیکن اس report نے یہ بات کہی ہے کہ پاکستان میں private sector میں غریبوں کی مدد کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور مذہبی بنیادوں پر ستر ارب روپے سالانہ دیے جا رہے ہیں جو آپ کے Federal Budget سے چار گنا زیادہ ہے۔ تو ہمارے معاشرے میں جان ہے لیکن ہماری پالیسی، ہماری حکومت میں جان نہیں

ہے' vision نہیں ہے' صحیح پالیسی نہیں ہے جس کے نتیجے کے طور پر جو وسائل ان کو حاصل ہیں' وہ بھی صحیح استعمال نہیں ہوتے اور جو وسائل generate کیے جا سکتے ہیں' وہ generate نہیں کیے جاتے۔

میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ کو جو compulsory Zakat دی جاتی ہے' وہ چار' پانچ ملین ہے' اس لیے کہ گورنمنٹ پر اعتماد نہیں ہے۔ جو لوگ voluntarily زکوٰۃ دے رہے ہیں وہ ستر ملین سے زیادہ ہے۔ اسی طریقے سے آپ یہ دیکھیے کہ زلزلہ آیا' لوگوں نے کس طرح آگے بڑھ کر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت کی' President Fund میں پورے ملک سے' سارے وسائل استعمال کر کے اور ساری ترغیبات کے ساتھ سات ملین روپے آئے لیکن private sector, private agencies, NGOs نے جو خرچ کیا ہے وہ اس سے کم از کم پانچ چھ گنا زیادہ ہے' اس لیے کہ لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ایسی تنظیمیں بھی ہیں کہ جن کو لوگوں نے آ کر ایک دن میں ایک' ایک کروڑ روپے دیے ہیں اور کہا ہے کہ جاؤ' اس کو خرچ کرو اور انہوں نے ان کا ساتھ دیا ہے۔ اس قوم کے اندر یہ اعتماد موجود ہے تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ بنیادی وجہ ہماری policies کا غلط ہونا' corruption, bad governance and mis governance اور پھر technically supply side, demand side دونوں کو سامنے رکھ کر افراط زر کو قابو کرنے' پیداوار کو بڑھانے اور اس کے ساتھ ساتھ قوت خرید میں ایک ایسا اضافہ کرنا ہے جس کے ذریعے لوگ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔

جناب والا! میرے پاس کہنے کے لیے بہت چیزیں ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے یہ بات کہوں کہ آج ہمارے ملک کی معاشی تاریخ میں افراط زر' مہنگائی کا مسئلہ ماضی کے ہر دور سے کہیں زیادہ گھمبیر' پریشان کن اور تباہ کن ہو گیا ہے۔ یہ ایک volcano ہے جس پر حکومت بیٹھی ہوئی ہے اور سمجھ رہی ہے کہ سب اچھا ہے ۔ سب اچھا نہیں ہے ' اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہے ۔ لوگ پریشان ہیں۔ میں نے عرض کیا خودکشیاں ہو رہی ہیں ۔ خدا کے لیے آنکھیں کھولیے ' مل کر بیٹھیے ' خود اس ایوان میں 'مجھے معلوم ہے حکومت کی side سے inflation کے بارے میں ایک بار نہیں' کئی بار ہم نے گفتگو کی' reports بنائی ہیں لیکن ان سب کا حشر کیا ہوتا ہے ' کوئی ان کو کھول کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا اور واشنگٹن

سے ہمیں جو نسخہ آ گیا ہے ' اس پر عمل کر رہے ہیں۔ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ واشنگٹن کے اس نسخے کے خلاف آج ساری دنیا احتجاج کر رہی ہے ۔ لاطینی امریکہ میں دیکھیے ' کیا ہو رہا ہے ؟ ارجنٹینا میں کیا ہو رہا ہے؟ نکارا گوا میں کیا ہو رہا ہے؟ جب بھی WTO کا کوئی جلسہ ہوتا ہے ' G-8 کا کوئی جلسہ ہوتا ہے آپ دیکھیے کہ عوامی ردعمل کیا ہوتا ہے ؟ اس لیے کہ بنیاد ہی یہ ہے کہ یہ ساری معاشی پالیسیاں چند مفاد پرستوں کو strengthen کرنے کے لیے استعمال ہو رہی ہیں multinational term کے اندر ' حکومتیں ہیں ان کے اندر اور خود ہمارے ہاں کے cartels ہیں ' انہیں مفادات حاصل ہیں ۔ جب تک آپ پالیسی کا رخ نہیں بدلیں گے ' محض growth نہیں بلکہ آپ کو دیکھنا ہوگا کہ distributive justice کی کیا پوزیشن ہے؟ اہم اشیائے ضرورت کی کیا صورتحال ہے اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں پاکستان کے ایک اسلامی ملک ہونے کے ناتے ' اسلام یہ ضمانت دیتا ہے کہ یہ معاشرے کا حق ہے کہ معاشرے کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور بنیادی ضروریات بھی صرف روٹی کپڑا اور مکان نہیں بلکہ ٹرانسپورٹ ' تعلیم اور اس کے ساتھ ساتھ عائلی زندگی کے لیے بجٹ ' یہ ہمارا تصور ہے اور پہلے دن سے ہم نے ان بنیادی ضروریات کا ایک broader vision دیا ہے لیکن آج ہم سب کو بھولے ہوئے ہیں اور اس کے برعکس جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے ' امیر ' امیر ہو رہا ہے اور غریب ' غریب ' ان کے درمیان خلیج ہی نہیں بڑھ رہی بلکہ نفرت پیدا ہو رہی ہے جو کسی وقت بھی تصادم کی صورت اختیار کر سکتی ہے ۔ خدا کے لیے آنکھیں کھولیے ' پالیسی کا رخ بدلیے ' ترجیحات تبدیل کیجیے اور وہ پالیسی اختیار کیجیے جس کے نتیجے کے طور پر ملک میں حقیقی خوشحالی آ سکے ۔ خوشحالی محض خوشحالی بنک قائم کرنے سے اور خوشحالی پروگرام بنانے سے نہیں آتی۔ خوشحالی اسی وقت آتی ہے جبکہ پالیسی کا رخ صحیح ہو اور اس کے نتائج عام لوگوں تک پہنچیں۔ ایسے foreign reserves سے کیا حاصل کہ جنہیں نہ کوئی کھا سکے ' نہ جن سے کسی کی بھوک مٹ سکے ' نہ کسی کی پیاس بجھ سکے ' نہ کسی کو گھر مل سکے۔

اس وقت ہاؤسنگ کی صورتحال یہ ہے کہ ساٹھ فیصد آبادی ہاؤسنگ سے محروم ہے اور اس کے اندر ہر سال اضافہ ہو رہا ہے ۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم بڑے خطرناک رخ پر جا رہے ہیں ۔ خوش فہمی کو ختم کیجئے ' سب اچھا کی رٹ لگانا بند کیجیے ' حقائق کو دیکھیے۔ پالیسی کو تبدیل

کیجیے ۔ ہمارے پاس انسانی اور مادی وسائل ہیں لیکن ان وسائل کا صحیح استعمال نہیں ہو رہا۔ جب آپ ان کو صحیح استعمال کریں گے تو حالات بدلیں گے اور اس کے بعد پھر اللہ کی مدد بھی ملے گی جیسا کہ قرآن میں وعدہ ہے کہ اگر تم ہمارے راستے میں آگے بڑھو گے تو زمین اپنی نعمتیں اگلے گی اور آسمان سے رحمت کی بارش آئے گی لیکن جب تک ہم اللہ کے وفادار نہیں ہیں ' اپنے عوام کے وفادار نہیں اور صحیح راستہ اختیار نہیں کرتے تو ہم اس دلدل سے نہیں نکل سکتے ۔ یہ ہے سارا مسئلہ' شکریہ۔

جناب چیئرمین، میں عرض کروں کہ جیسے میں دوسرے سپیکرز کا نام لوں گا تو طے شدہ وقت کی مہربانی فرما کر سختی سے پابندی کی جائے' سات منٹ کے بعد میں یاد دلاؤں گا اس کے بعد ایک دو منٹ میں مہربانی کرکے ضرور ختم کریں۔ مشترکہ طور پر یہ agree ہوا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ ہمارے ساتھی بول سکیں۔ جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے دوسرے معزز اراکین سے پہلے وقت دیا' ان کا وقت میں نے لیا' پہل کی لیکن مسئلہ ایسا ہے کہ میں نے جانا ہے ۔ جناب والا! پروفیسر صاحب نے جو حقائق پیش کیے اور پھر جو مہنگائی اور افراط زر کے مختلف causes اور ان کا پیداوار سے تعلق اور Government کی distribution سے تعلق بیان کیا اس پر میں ہر نقطے کی تائید کرتا ہوں کیوں کہ exactly ایسا ہی ہے۔ جناب والا! چینی' پٹرول اور دوسری ضروریات زندگی' آپ سب کو معلوم ہے' ایک figure کا میں نے صحیح اندازہ نہیں لگایا' بیس روپے چینی اور اسی مہینے میں 47 روپے ہو جانا یہ کوئی 100% اضافہ ہو جاتا ہے ۔

جناب والا! مسئلہ policy اور direction کا ہے۔ ہمارے ملک کی policy کی direction صحیح نہیں ہے۔ ہمارے ملک کی policies کے مختلف نام ہیں جیسے privatization, deregulation اور ابھی globalization اور ان کے فوائد جناب! یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں کہ ہم ایسی direction پر جا رہے ہیں کہ یہ مہنگائی آپ کسی صورت میں control نہیں کر سکتے اور پھر اس میں curtail کا مسئلہ ہے۔ اس کی ذخیرہ اندوزی کا مسئلہ ہے یعنی ایسے راستے پر جا رہے

ہیں جو بالکل لا علاج ہے۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایسی policies بنائی ہیں کہ جن میں ان کے اپنے interests ہیں۔ ان کا interest یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ کے ممبر ہیں، شوگر ملوں کے مالک ہیں اور ان کی پالیسی یہ ہے کہ لوگوں کو بھوکا مارو لیکن profit کماؤ۔ یہ لوگ گورنمنٹ میں ہیں۔ یہ ہمارا بنیادی مسئلہ ہے۔ پھر European ممالک اور ان کے مختلف ادارے ہیں۔ میں ایک مثال دیتا ہوں کہ یہاں پر ایسی پالیسی بنتی ہے کہ ہمارے صوبے کے میوہ جات، سبزی یہ بہت اعلیٰ کوالٹی کی ہوتی ہیں لیکن یہاں عین اسی وقت ایران اور چائنہ کی منڈی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ ہمارے لاکھوں لوگوں کی پیداوار کے ایک کریٹ کی کوئی قیمت نہیں بنتی۔ قلات وغیرہ کا پیاز جب منڈی میں آنے لگتا ہے تو اس وقت ہمارے policy makers پتا نہیں وہ کون ہیں اور کہاں ہیں اور ان کے کیسے interests ہیں وہ انڈیا کے پیاز کے لیے منڈی کھول دیتے ہیں اور ہمارے لوگ بھوکوں مرتے ہیں۔ جناب والا! یہاں اس قسم کی policies ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ یہ بات جانتے نہیں ہیں لیکن ان کا اس میں interest ہے۔ میں پروفیسر صاحب کی ان باتوں کی تائید کرتا ہوں۔ جناب والا! میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ ہمارے ملک میں کیا جا رہا ہے، ہم آگے جا رہے ہیں اور اس سے خطرناک stage پر ہم جائیں گے۔ جناب! جب تک آپ بنیادی پالیسیاں تبدیل نہیں کریں گے اچھے حالات نہیں ہو سکتے۔ اب تو globalization ہو رہی ہے، World Trade Organization نے پھر کیا کرنا ہے، انہوں نے آپ کی تمام یعنی جیسے یہاں economically input, سستا input, subsidy وغیرہ، ایران کی بجلی کی subsidy ہے، انڈیا کی بھی subsidy ہے لیکن وہاں World Trade Organization اپنے ممالک میں subsidy اور یہاں آ کر ہم پر پابندی ہے۔ سب سے پہلے subsidy ختم کیجیے۔ اب ایسے حالات میں ہم جا رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے عوام کو، سینیٹ کو، قومی اسمبلی کو، پارلیمنٹ کو اس پر ایکشن لینا چاہیے۔ ایسے نہیں کہ ان سے درخواست کریں۔ ابھی نیب میں چینی کا مسئلہ پیش ہوا۔ ایک ادارہ ہے، بہت اچھی بات ہے۔ یہ ادارہ احتساب کرے۔ لیکن آخر میں انہوں نے نوٹ دے دیا کہ اگر ہم اسے چھیڑتے ہیں تو مزید مہنگائی ہو گی۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ یعنی وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اب یہ سب باتیں، سب چیزیں اصل میں بنیادی interest کا مسئلہ ہے اور اس کے مطابق فیصلے ہوئے

ہیں ۔پالیسیاں بنی ہیں اور وہ پالیسیاں ہمارے ملک کو تباہ کر رہی ہیں اور ہمارے ملک اور عوام کو بھوکا مار رہی ہیں اور جیسا کہ پروفیسر صاحب نے کہا' welfare تعلیم میں ہو' تعلیم مفت ہونی چاہیے ۔ افغانستان غریب ملک ہے ' تیس سال لڑائی کی اور پچھلے دنوں انہوں نے آئین بنایا ' متفقہ فیصلہ ہوا کہ افغانستان میں تعلیم مفت ہو گی ۔ پہلے proposition یہ تھا کہ تعلیم کو ایف اے ' ایف ایس سی تک رکھیں گے ' انٹرمیڈیٹ تک تعلیم مفت ہو گی ۔ تمام ہاؤس نے کہا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے ۔ عرض یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں ان پالیسیوں کے متعلق ہیں ۔ Health آپ کے سامنے ہے اور اس میں ایک بات ہے ۔ یہ جو ذخیرہ اندوزی والے اور یہ آفیسر ہیں جناب والا ! ہر ایک نے منڈی میں اپنا حصہ لینا ہے ' اس سے بالا آفیسر نے لینا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ حتیٰ کہ آخری آدمی کو بھی اپنا حصہ ملتا ہے ۔ اب یہ صورتحال ہے ۔ بہت گزرے ہونے زمانے میں ' شیرشاہ سوری دہلی میں بیٹھا ہوا ' نہ کوئی روڈ ' نہ کوئی communication نہ ٹیلی ویژن ' نہ ٹیلی فون ' تمام بنگال سے لے کر اباسین تک نرخ ایک' کیوں؟ کیونکہ وہ اس کا interest نہیں تھا ۔ اس نے دوسرے کو ایسا رکھا تھا ' تیسرے کو ایسا رکھا تھا ۔ یعنی ابھی تین حکومتیں ہیں ۔ تین حکومتوں میں کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ مہنگائی کرے ۔ علاؤ الدین خلجی تیرہ سو عیسوی میں اور ان تمام سلطنتوں میں جو آج ہیں' نرخ ایک ہیں کیونکہ interest نہیں تھا ۔ اب یہاں interest ہے ۔ لہذا میں اس بات کو اسی جگہ پر ختم کرتا ہوں ۔جناب والا آپ کا شکرگزار ہوں ۔ لیکن یہ ہے کہ پالیسی بنانے کے لیے ان interest والوں کو control کرنا پڑے گا ۔ اس کے لیے میں حوالہ دیتا ہوں کہ ابھی تک پیٹرول کی قیمتیں ہر روز بڑھ رہی ہیں ۔ آخر میں وزیر اعظم کو معلوم ہوا کہ کیا بات ہے ' اس کی قیمتیں وہی کمپنیاں مقرر کر رہی ہیں ۔ یعنی اس پر اس گورنمنٹ کو سزا نہیں ملنی چاہیے ۔ اس وزیر اعظم کو سزا نہیں ملنی چاہیے ۔ ایسی باتیں ہیں ۔ جناب والا وعدے کے مطابق میں آپ کا وقت نہیں لوں گا ۔ مہربانی ۔

جناب چیئرمین: مسٹر احمد علی۔

سینیٹر احمد علی : I am fully aware that you have given me specified time period and I have to finish within 10 minutes. I will try my best to

finish it. مہنگائی کا جن بیشک بوتل سے باہر ہے ۔ پبلک بے انتہا پریشان ہے ۔ لیکن اس کی بہت ساری وجوہات ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے ۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس قسم کی situation ہوئی ہے ۔ We all know it کہ inflation directly related ہوتا ہے مہنگائی کے موضوع میں ۔ Inflation کی وجوہات کیا تھیں ؟ اسے کیوں کنٹرول کیا گیا یا نہیں کیا گیا ؟ اس کی کیا وجوہات ہیں we all know it کہ ملک کی economy کو ہم نے start دینے کا ارادہ کیا تو we reduced the rate of interest right upto 2 to 3 % بہت اچھا تھا ۔ بے انتہا flourish ہوئی انڈسٹری ' بہت LCs کھلیں اور یقیناً اب اس کے اثرات آ رہے ہیں کہ وہ صنعتیں لگنے کے بعد پیداوار کی طرف جا رہی ہیں ۔ جب وہ صنعتیں لگنے کے بعد پیداوار میں آئیں گی تو definitely consumer items اور زیادہ available ہو جائیں گی تو inflation کو control کرنے میں زیادہ مدد کریں گے لیکن اس وقت بھی inflation کا rate شاید ساڑھے پانچ percent تھا لیکن control kick start economy کو بھی دینا ضروری تھا' اس وقت اس پالیسی کو adopt کیا گیا later on, rate of interest کو بڑھا کر inflation کے " جن " کو control کرنے کی کوشش کی گئی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر دس دن یا پندرہ دن کے اندر ECC کی meeting ہوتی ہے جس میں CPI consumer items جتنے بھی ہیں ان پر غور کیا جاتا ہے ان کے price index کو دیکھا جاتا ہے ۔

40% چیزیں آٹو ' دال ' چاول ہیں' یہ چیزیں سب سے زیادہ affect ہوئی ہیں۔ اس کی reasons کہ affect ہونے کی کیا وجہ ہے ' شوگر affect ہو گئی اس کی کیا وجوہات ہیں۔ پیٹرول affect ہو گیا اس کی کیا وجوہات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پیٹرول کا internationally phenomenon ہے جو بیشک 50 rupees, 60 dollar پر جب پہنچا تو گورنمنٹ کی برداشت سے باہر ہو گیا سوائے اس کے کہ پیٹرول کی price بڑھا کر اس کو ٹھیک کیا جائے اور کوئی راستہ نہیں تھا ۔ 55 and totally in agreement with you that yes, this is a way to do it. لیکن اب کیا ہوا ؟ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ sugarcane کی crop اس سال پاکستان میں خراب ہو گئی' پنجاب میں کورا پڑا' یہی نہیں آٹو کی فصل بھی خراب ہو گئی' بلکہ ٹماٹر کی فصل

بھی خراب ہو گئی۔ اب آپ کی گورنمنٹ نے action لیا شوگر کو import کرنے کے لیے LC کھولنے کی کوشش کی ۔برازیل جو دنیا کی40.1% % شوگر export کرتا ہے اس نے all of a sudden decide کر لیا کہ نہیں جی ' ہم اس کو fuel میں استعمال کریں گے۔ European community جو 10% export کرتی ہے انہوں نے subsidy ہٹا دی' وہ معاملہ بھی خراب ہو گیا ' اس کے بعد تھائی لینڈ جو 10% بناتا ہے ان کی crop خراب ہو گئی اور انڈیا کے لیے ہم نے LC کھولی ۔ انڈیا نے LC کو honour کرنے سے انکار کر دیا۔ اب یہ crisis situation ملک میں آ گئی ہے۔ ہمارے یہاں اپنے crushers کے لوگوں اور producers کے درمیان جنگ ہے کہ crushers شاید ان کو صحیح price نہیں دیتے' وہ بیچارے growers جو ہیں وہ grow کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کے بعد ہم ایک اور situation دیتے ہیں کہ جب صدر پرویز مشرف صاحب بڑے ڈیم کی بات کرتے ہیں اور پانی کی بات کرتے ہیں اور ہمیں پتا ہے کہ سب سے زیادہ پانی کو consume جو crop کرتی ہے وہ گنے کی ہے' اس طرف ہم تیار نہیں ہوتے' دیکھ رہے ہیں کہ چیزیں مشکل میں ہیں لیکن ڈیم کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

اب ان سب situations کا علاج کس طرح کیا جائے۔ اس کے علاج کے لئے گورنمنٹ نے اپنے decisions لئے ہیں' sugar import کی گئی ہے۔ اس کی ہر طرح کوشش کی جا رہی ہے کہ اس کو یوٹیلٹی سٹور کے ذریعے maximum طریقے سے دیا جائے لیکن holders اپنی جگہ قائم ہیں۔ ایک اور سسٹم خراب ہے جسے میں آپ کے توسط سے point out کرنا چاہتا ہوں کہ بنکوں نے بہت بڑے بڑے loans ان کو دیئے ہوئے ہیں جن لوگوں نے اپنے پاس stocks رکھے ہوئے ہیں اور بنک کے پیسے بھی ہیں۔بنکوں کو کسی طرح مجبور کیا جائے کہ وہ اس کو ختم کریں اور ان کو اس قسم کے loans نہ دیں تاکہ یہ شوگر گوداموں سے نکل کر باہر آئے ۔ جناب! ہمیں پتا ہے کہ جب آپ accounts سے اس طرح کے loans دیں گے تو لوگ اپنی شوگر کو رکھے رہیں گے اور interest دیتے رہیں گے which is easier to pay the interest rather than increasing the price. انہوں نے اپنی price hike رکھی ہوئی ہے لیکن گورنمنٹ کا شاید اس طرف دھیان نہیں ہے یا bank privatize ہیں' وہ تیار نہیں ہیں کیونکہ یہ ان کا business ہے۔ تو یہ ایک vicious circle ہے جو گھوم رہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں کیا کیا جائے۔ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہمیں ایک green revolution لانا چاہیے ' agriculture کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ جب agriculture کی طرف دھیان دیں گے تو ان کو صحیح prices ملیں گی۔ ہم اپنی crushing mills کو force کریں کہ وہ گنے والوں کو صحیح price دیں تاکہ وہ اس کے مطابق اس کی growth بڑھائیں۔ جب ہم اس کو بڑھالیں گے اور اس revolution کو لے آئیں گے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمیں کسی طور پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' اس ملک میں ساری چیزیں اتنی وافر مقدار میں available ہیں کہ غریب آدمی اور امیر آدمی کی بھی پہنچ ہو جائے گی۔جناب! اس کے بعد آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ میرا پانچ سات منٹ کا وقت ہو گیا ہے اور میں اس سے زیادہ اس point پر بات نہیں کرنا چاہتا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، مسٹر محمد اعظم خان سواتی'

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں اپنا وقت استعمال کرنے سے پہلے صرف ایک منٹ کی اجازت چاہوں گا جو الیکشن کمیشن کا تعین کیا گیا ہے یا تقرری کی گئی ہے ' اس پر میں اپنے کچھ الفاظ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل جسٹس فاروق پاشا جس کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں 'ایمانداری' خلوص ' کردار اور efficiency کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری عدلیہ میں چند ہی ایسے جج ہیں کہ جنہوں نے اپنے کردار اور اپنی ذہانت کی بنا پر ایک تاریخ مرتب کی ہے۔ میں اس جج کو اس وقت سے جانتا ہوں جب کہ یہ ہائیکورٹ کا جج نہیں تھا۔ جو انہوں نے اپنا ہائیکورٹ میں کردار ادا کیا اور پھر چیف جسٹس کی حیثیت سے ہائیکورٹ پشاور میں جو نمایاں کردار اس نے ادا کیا' میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں ۔ پھر سپریم کورٹ میں اس نے جتنے بھی فیصلے جس ایمانداری سے لکھے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ملک کی خوش قسمتی ہے کہ جس کے لئے میں ایک اپوزیشن کے بنچ سے بار بار کہہ رہا تھا کہ ہمیں ایک الیکشن کمشنر کی ضرورت ہے جس کی تقرری خدا کے فضل سے انتہائی خوش آئند ہے اور اس کے لئے ' جس نے بھی ان کو مقرر کیا ہے ' میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! اب میں اپنے وقت کی قید پر ہی اپنی یہ تقریر ختم کروں گا ۔ جب اس ایوان میں آج وزیر غلام سرور خان اور جناب بھنڈر صاحب کے درمیان point five اور point zero five billion rupees کے اوپر اختلاف تھا تو میں سوچ میں پڑ گیا کہ وہ وقت دور نہیں جب روپے کی قیمت خرید اس قدر کم ہو جائے گی ہماری موجودگی کے اندر کہ point zero five million & point five million میں کم از کم فرق مکمل طور پر ختم ہو جائے گا۔

آج جب ہم آئین اور قانون کے تناظر میں اس کمرتوڑ مہنگائی کا جائزہ لیتے ہیں تو جناب والا! آئین کسی ملک کی معاشی، معاشرتی، قانونی، فوجی، تعلیمی اور ان تمام شعبوں کی رہنمائی کرتے ہوئے آپ کو ایک اصول فراہم کرتا ہے۔ آپ کو ایک frame work دیتا ہے جس کے تحت آپ اپنے ملک کے تمام شعبے، عہدے اور ادارے ترقی کی راہ پر گامزن کرسکیں۔ ۱۹۷۳ء کا آئین وفاقی آئین، بڑا اچھا آئین تھا لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے اس کا جو حشر کیا وہ بھی پاکستان کی تاریخ میں ایک بدنما داغ ہمارے سامنے ہے ۔ بدقسمتی سے وہ تمام شقیں، وہ تمام دفعات اور articles موجود ہیں جو اس قسم کے افراط زر یا مہنگائی کی صورت کو کنٹرول کرسکتے ہیں لیکن ہم نے اس قانون اور آئین کی پاسداری نہیں کی۔ آرٹیکل ۳۴ سے ۳۸ تک پھر 153, 154,161 یہ ساری آئین کی دفعات ایک وفاق کی ضمانت دیتے ہیں اور اس میں جن تحفظات کا ذکر ہے اگر ہم ان کی پاسداری کرتے تو آج افراط زر ہو یا قوت خرید اور مہنگائی ہو، ہم اصولی اور قانونی طور پر اس پر قابو پا سکتے ہیں۔ آج ان تمام معاملات میں ہمیں ناکامی دیکھنی پڑی ہے۔

جناب والا! اداروں کا وجود اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ایک احتساب کی ضمانت دیتے ہیں ۔ ہمارے سارے ادارے چونکہ مفقود ہوچکے ہیں، اسی آئین کے تحت اپنے ہی ڈھانچے کے اندر اپنا کام چھوڑ چکے ہیں۔ ان اداروں کے نہ ہونے کی وجہ سے آج یہ ساری مشکلات ہمارے سامنے ہیں۔ آج جہالت، بیروزگاری اور اس مہنگائی کو دیکھیں ۔ میں اس ایوان میں قیمت کے حوالے سے جو چند latest figures ہیں جن کا تعلق قائد اعظم کے عام آدمی کی زندگی سے ہے، مجھ سے نہیں۔ اس ایوان میں میرے بہت سارے دوست اور میری بہنیں بیٹھی ہوئی ہیں اس سے نہیں۔ قائد اعظم کے عام آدمی کی زندگی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ خواہ تعلیم کے شعبے میں ہو، انصاف کے شعبے میں ہو، وہ عام آدمی کی ضروریات کے شعبے میں ہو، وہ اس سے متاثر ہوتی ہے۔

صرف تین مہینے کے اعداد و شمار میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ چینی تین مہینے پہلے سنانیس روپے تھی، آج ہماری غفلت کی وجہ سے چالیس روپے ہو چکی ہے۔ چھوٹا گوشت دو سو روپے تھا، آج دو سو ساٹھ روپے ہو چکا۔ بڑا گوشت 120 روپے تھا صرف تین مہینے پہلے، آج 160 روپے ہو چکا۔ اسی رفتار سے آج ہمارا غریب پس رہا ہے کہ خالی اسلام آباد کے اندر جو ایک سٹاپ سے دوسرے سٹاپ تک سفر کرتا ہے، ایک عام آدمی ویگن کے اندر، بس کے اندر اس کا کرایہ ایک سٹاپ سے دوسرے سٹاپ پر دو روپے زیادہ ہو چکا ہے۔ جو شہر سے باہر سفر کرتا ہے جیسے اسلام آباد سے ایبٹ آباد، جو میرا آبائی گاؤں ہے وہاں کا سفر پچاس روپے سے پچاسی روپے ہو چکا ہے۔ کپڑے کی قیمت فی میٹر دس روپے زیادہ ہو چکی۔ آٹا 240 روپے سے صرف تین مہینے بعد 265 روپے ہو چکا۔ کیا آج ہمارے پالیسی بنانے والے ارباب اختیار نے ایسی کوئی پالیسی مرتب کی ہے جس کے تحت ان کو روزگار کے مواقع ملیں۔ جن کے تحت ان کی آمدن اسی حساب سے بڑھے، جس طریقے سے احمد علی صاحب نے یہ کہا' Economics کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو argument دیئے وہ انہی کے خلاف جاتے ہیں۔ دراصل افراط زر کو کنٹرول کرنے کے لئے میں نے پہلی دفعہ یہ argument سنا کہ interest rate کو کم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک related تو ضرور ہے لیکن دائمی عمل کے طور پر اگر آپ اسی بات کو آگے بڑھائیں گے تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ اپنی درآمدات کی پالیسی کو دیکھیئے۔ آپ اپنی برآمدات کی پالیسی کو دیکھیئے۔ آپ اپنے balance of payment کو دیکھیئے تو یہ بات میں وثوق سے اس ایوان میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم تباہی اور بربادی کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم ظلم و بربریت کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم لاقانونیت کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سارے غیر قانونی اور غیر آئینی اقدامات خواہ وہ افراط زر سے متعلق ہوں، خواہ وہ آپ کی اس قیمت کی پالیسی سے متعلق ہوں، ہمیں تباہی و بربادی کے دہانے پر لے کر جا رہے ہیں۔ جس کے لئے میں اس ایوان میں اپنے بھائیوں سے یہ کہوں گا، بہنوں سے یہ کہوں گا کہ آؤ اس ایوان کو موثر بنائیں۔ اپنا وہ کردار ادا کریں جس کے تحت قائد اعظم کا عام آدمی اس ملک کو اپنا ملک سمجھے۔ اس ملک کے اداروں کو اپنے ادارے سمجھے

اور عدل و انصاف کے ساتھ ہم وہ پیش رفت کر سکیں جس کے لئے میرا قیمتی ملک پاکستان بنایا گیا تھا۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے گا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی، جناب والا! ہم نے بلوچستان اور وزیرستان میں اپنے ہی بھائیوں کو قتل کرنے کے منصوبے تو بنا رکھے ہیں' اس کو اپنا pinnacle issue بنایا لیکن ہم یہ بھول گئے کہ آج ہمارے سکول' ہمارے کالج' ہماری یونیورسٹیاں' ہمارے ان غریبوں کے گھروں کے اندر جو چراغ جلتے ہیں ۔ جس سواری سے وہ سفر کرتے ہیں وہ ہمارا pinnacle issue ہونا چاہیئے تھا جس کی بنیاد پر ہم اپنے عزیز ملک پاکستان کو ' اپنی عوام کو ایک ساتھ لے کر واقعی اس ملک کی عزت و احترام کے لئے' اس کی پاسداری کے لئے' اس کی آزادی کے لئے' اس کے آئینی استحکام کے لئے اپنا کوئی رول ادا کر سکتے۔ آؤ! ارباب اختیار اور ہماری قسمت کے مالک' آؤ! ایسی پالیسی ہم بنائیں جس میں ہم عام آدمی کی ضروریات کا تحفظ کر سکیں۔ عام آدمی کو وہ سہولتیں دے سکیں جس کی آج پاکستان میں ضرورت ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی پروفیسر ساجد میر صاحب۔

سینیٹر ساجد میر ، شکریہ جناب چیئرمین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب آج کل پاکستان کے لوگ عجیب مخمصے کا شکار ہیں۔ ایک طرف حکومتی اعداد و شمار ہیں اور بلند و بانگ دعوے کہ زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہو چکا ہے' growth rate 8.4 تک پہنچ چکا ہے۔ فی کس آمدنی 700 ڈالر تک ہو چکی ہے۔ صنعتی پیداوار میں 15% سے زیادہ اور زراعتی پیداوار میں 7.5% اضافہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہو چکا ہے۔

دوسری طرف جناب چیئرمین! حکومتی اداروں ہی کے کچھ اعداد و شمار ہیں۔ سٹیٹ بنک کے اعداد و شمار یہ ہیں کہ ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ افراط زر اور مہنگائی دس فیصد تک پہنچی ہے یا اس سے بڑھی ہے۔ بے روزگاری کی شرح پاکستان میں دنیا سے سب سے زیادہ 7.7% ہے۔ Federal Bureau of Statistic نے یہ کہا ہے کہ گزشتہ سال پاکستان کے بہتر فیصد گھرانے' یا تو ان کی مالی حالت پہلے سے خراب ہوئی یا جوں کی توں رہی اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

تیسری طرف جناب چیئرمین! آزاد عالمی اداروں کے اعداد و شمار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والے پاکستانی چالیس سے پنتالیس فیصد ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ پندرہ کروڑ کی آبادی میں سے تقریباً سات کروڑ افراد انتہائی غربت کا شکار ہیں۔ چوبیس گھنٹے میں شاید ایک مرتبہ انہیں کھانے کے لئے ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ورلڈ بنک نے مختلف ملکوں میں ہونے والی development کے بارے میں 2004 میں جو رپورٹ شائع کی۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان کی فی کس آمدنی بنگلہ دیش سے زیادہ ہے مگر تعلیم، صحت اور روزگار کے مواقع کے اعتبار سے پاکستان بنگلہ دیش اور بہت سے دوسرے ملکوں سے غریب ہے اور پیچھے ہے۔ UNDP نے جو rating بتلائی ہے اس میں دنیا کے 177 ملکوں میں سے پاکستان کی پوزیشن 142 بنتی ہے۔ 142 کی پوزیشن پر یہ کھڑا ہے۔

چوتھی طرف جناب والا! عام آدمی کا اپنا روزمرہ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ سب اعداد و شمار سے وزنی اور بھاری ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء کم از کم چالیس فیصد مہنگی ہو چکی ہیں۔ پٹرول 80% سے زیادہ مہنگا ہوا ہے۔ بجلی کے ریٹ میں گزشتہ سالوں کے اندر پچاس فیصد سے زیادہ کا اضافہ ہو چکا ہے۔ گیس تیس فیصد سے زیادہ بڑھ چکی ہے۔ یہی وہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر جیسے محترم پروفیسر خورشید صاحب فرما رہے تھے کہ ہمارے عوام کی ایک بہت بڑی تعداد خودکشی پر مجبور ہو چکی ہے۔

اس فصل بہاری میں دل ٹوٹ گئے اتنے
جتنے کسی موسم میں کبھی ٹوٹے نہیں پیمانے

جناب چیئرمین! فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ انسان تو انسان میری سلطنت، میری حکومت میں اگر ایک کتا بھی دور دراز سلطنت کے کسی دریا کے کنارے پر بھوکا مر جائے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔

میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اعداد و شمار دینے والے ہمارے حکمرانوں پر ان خودکشیوں کی ذمہ داری نہیں آتی؟ کیا وہ ان کے لیے ذمہ دار نہیں ہیں؟ عوام تو بے چارے دعا ہی کر سکتے ہیں کہ

اے موج بلا ان کو بھی ذرا دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں

ملک میں آنے والی تمام نام نہاد خوش حالی کا اگر کسی کو فائدہ پہنچا ہے تو برسر اقتدار طبقے کو اور big business والوں کو پہنچا ہے۔ Prime Minister House کا خرچہ سولہ کروڑ سے پچاسی کروڑ ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایوان صدر کا بھی کئی گنا زیادہ بڑھ چکا ہے۔ ان لوگوں کو کیا پتا' ان کو کیا معلوم کہ عوام پر کیا گزر رہی ہے۔

تم تو مصروف چراغاں تھے تمہیں کیا معلوم
کہ اس دیوالی میں دیئے بجھ گئے گھر کے کتنے

جناب شوکت عزیز صاحب ہماری ملکی تاریخ کے شاید دوسرے وزیر اعظم ہیں جو Finance visit اور مالیاتی ساحر کہلانا یا تو خود پسند کرتے ہیں یا ان کے احباب ان کو کہتے ہیں غلام محمد کے بعد۔ ان کے بھی دعوے یہی ہیں کہ زر مبادلہ کے ذخائر بہت بڑھ گئے۔ Stock Exchange آسمان تک جا پہنچا۔ Growth rate بڑھا' پیداوار میں اضافہ ہوا اور اوپر سے جناب جنرل مشرف صاحب کے اپنے اعدادوشمار ہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں وردی پہنتے ہی آدمی ہرفن مولا ہو جاتا ہے اس لیے ان کے اعداد و شمار بھی ہمیں ماننے چاہئیں۔

ان کے اعدادو شمار یہ ہیں کہ دیکھو موبائل فون کی تعداد میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ کاروں کی تعداد کتنی بڑھ رہی ہے۔ ان اعدادو شمار سے جناب چیئرمین مجھے یاد آتی ہے ایک ستم ظریف کی بات کہ جب اس نے سنا کہ پاکستان میں کثرت سے لوگ گردے اور خون فروخت کر رہے ہیں تو اس نے کہا کہ شکر کرو کہ پاکستان کے اندر اتنی دولت موجود ہے کہ لوگ گردے اور خون خرید سکتے ہیں۔ اگر خریدنے والے نہ ہوں تو بیچنے والے کیسے بچیں۔ یہ اعدادوشمار کی بات ہے جو جنرل صاحب اور ان کے وزیر اعظم پیش کر رہے ہیں۔

جناب جنرل مشرف کے مالیاتی جادوگر کی جادوگری زیادہ سے زیادہ یہ ہے he has the midas touch. وہ Greek mythology کے وہ midas ہیں جس کے ہاتھ لگانے سے ہر چیز سونا بن جاتی تھی مگر جب وہ کھانے کے لیے بیٹھا تو پلیٹیں سونے کی بن گئیں' ڈونگے سونے کے بن گئے حتیٰ کہ روٹی اور سالن سونے کے بن گئے اور وہ بھوک اور پیاس سے مر گیا۔ یہی حالت آج عوام کی ہے کہ stock exchange کے پہاڑ ایک طرف ہیں اور زرمبادلہ کے سمندر دوسری طرف ہیں اور درمیان میں عوام کی کیفیت وہی ہے جو انگریز شاعر S.T. Colridge نے

دوسری طرف ہیں اور درمیان میں عوام کی کیفیت وہی ہے جو انگریز شاعر S.T. Colridge نے اپنے ایک مشہور مصرعے میں سمندر میں سفر کرتے ہوئے پیاس سے بے حال مسافروں کے لیے کہا تھا کہ Water, water everywhere and not a drop to drink اور جس کا ترجمہ برا بھلا اردو میں ایک شاعر نے کیا کہ،

پانی پانی ہر طرف پینے کو قطرہ تک نہیں

جناب چیئرمین! حکومت جب کہتی ہے کہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے اور ہم عنقریب عوام کی جھولی بھر دیں گے تو مجھے شیخ سعدی یاد آجاتے ہیں جنہوں نے لکھا کہ ایک امیر نے گداگر سے کہا کہ درویش دامن بیار۔ گداگر درویش اپنا دامن پھیلاؤ۔ درویش نے ہمارے عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارد۔ دامن کیسے پھیلاؤں میرے تو تن پر لباس ہی نہیں ہے یا جیسے انشاء جی نے کہا تھا جناب چیئرمین! کہ،

جس جھولی میں سو چھید ہوئے

اس جھولی کا پھیلانا کیا

جناب چیئرمین! کس کام کی ہے وہ نام نہاد خوشحالی جو عوام کی غربت دور کرنے کی بجائے اس میں اضافہ کرے۔ کس کام کی ہے وہ دولت جو عوام کو روٹی فراہم نہ کر سکے اور کس کام کی ہے وہ ترقی اور خوشحالی، ترقی اور خوشحالی کے دعوے جو بے روزگار کو روزگار نہ دے سکیں۔

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

جناب چیئرمین! جس کے پاس مال و دولت کے خزانے ہوں مگر وہ دو وقت کی روٹی کو ترستا ہو تو اسے امیر کہنا حقائق سے منہ چھپانا ہے۔ یہ trickle down کا فلسفہ بڑوں کے پیٹ بھر جائیں گے تو قطرہ قطرہ غریبوں تک بھی پہنچ جائے گا۔ اس ظالمانہ اور سفاکانہ فلسفہ کو جب تک طاق نسیان پر نہیں رکھا جاتا عوام کا بھلا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کہا گیا generation of wealth and distribution of wealth کے طریقے جب تک نہیں ڈھونڈے جاتے، جب تک اس کا فائدہ عوام تک نہیں پہنچایا جاتا اس وقت تک اسی طرح مہنگائی رہے گی، اسی طرح

عوام پستے رہیں گے اور اسی طرح خوشحال اور برسراقتدار طبقہ بےمعنی اعداد و شمار پر وقت ضائع کرتا رہے گا۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ آپ کی وساطت سے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہ

شہر کے دکاندارو! کاروبار دنیا میں سود کیا زیاں کیا ہے تم نہ جان پاؤ گے
جینا کتنا مشکل ہے خواب کتنے مہنگے ہیں اور لخت جاں کیا ہے تم نہ جان پاؤ گے
زخم کیسے پھلتے ہیں داغ کیسے جلتے ہیں درد کیسے ہوتا ہے کوئی کیسے روتا ہے
اشک کیا ہے نالے کیا' دشت کیا ہے چھالے کیا' آہ کیا فغاں کیا ہے تم نہ جان پاؤ گے
نامراد دل کیسے صبح شام کرتے ہیں کیسے زندہ رہتے ہیں اور کیسے مرتے ہیں
تم کو کب نظر آئی فاقہ کش کی آہ و زاری زیست بے اماں کیا ہے تم نہ جان پاؤ گے۔

بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر خالد رانجھا۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ آج کا جو موضوع ہے میں سمجھتا ہوں بڑا اہم ہے۔ میں House کی جانب سے شکریہ ادا کرتا ہوں پروفیسر صاحب کا کہ انہوں نے اس موضوع کو آج raise کیا ہے۔ آج House میں کوئی نمایاں divide نہیں ہے۔ یہ جو issue ہے خواہ ہم treasury benches سے ہیں چاہے opposition سے ہیں یہ بڑا اہم issue ہے۔ آپ مقررین سے میری منت ہے کہ اس کو سیاست سے ہٹ کر ایک national issue کےطور پر دیکھا جائے اور جانچا جائے۔ یہ میں دوبارہ کہوں گا کہ اس کے political aspects بھی ہیں۔ جب ہم اس پر بات کرتے ہیں تو ہم زیادہ دباؤ سیاست کو دیتے جاتے ہیں اور جو اپنے اندر کا ولولہ ہے یا اپوزیشن کی سوچ ہے اس کو زیادہ نمایاں جب کرتے ہیں تو اصل موضوع سے ہٹ جاتے ہیں۔ پہلے تو میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ اس موضوع کو ایک national issue کےطور پر آگے بڑھایا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ ہاں جی اس میں حکومت کی کمزوری ہے، حکومت نالائق ہے، فلاں نالائق ہے اور ہم بڑے لائق ہیں۔ Let us find the solution to it. It is a national problem. ہم سب عوام کے نمائندے ہیں اور بار بار گنتے ہیں ۱۵ کروڑ عوام۔ تو سب سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ آپ جتنا مرضی پیداوار کرلیں۔ جتنی مرضی

آپ زراعت کو بڑھا لیں۔ انڈسٹریز کو بڑھا لیں جب تک پاپولیشن کنٹرول نہیں ہوگی اس وقت تک ہم یہ باتیں کرتے رہیں گے۔ جب مہنگائی کی بات کرتے ہیں تو میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ national interest میں ہے کہ جو ہماری منسٹری پاپولیشن کی ہے اس کو strengthen کیا جائے۔ اس کو ہم نے نظر انداز کیا ہوا ہے۔ کوئی وزیر وہ وزارت قبول کرنے کو تیار نہیں ہے حالانکہ میرے نزدیک پاکستان میں سب سے اہم جو وزارت ہے وہ وزارت پاپولیشن کی ہے۔ اس پر توجہ دینی چاہیے۔ وہ ملک بھی ہیں جہاں آبادی کم ہے وہاں پر وہ ماؤں کو وظیفے دیتے ہیں کہ بچوں کے لئے ہم آپ کو وظیفے دیتے ہیں۔ ہماری آبادی کم ہوگئی ہے۔ وہ بھی ملک ہیں جہاں انہوں نے کہا ہے کہ ہم کسی ملازم کو باہر appointment نہیں دیں گے جس کے دو سے زیادہ بچے ہوں گے۔ It is a message to the people جناب چیئرمین صاحب! آپ کو یاد ہو گا کہ جب پہلی جنگ کے بعد یہ محسوس ہوا اور دوسری جنگ سامنے آنے والی تھی تو افراد کی کمی تھی اور ایک حکومت نے ایک decree جاری کی کہ جس ماں کے 12 بیٹے ہوں گے تو اس کو دو مربعے زمین دیں گے۔ So, policies should be so generated that we should also think in terms of how to control population. جس ملک نے ترقی کی ہے یا جہاں غربت کم ہوئی ہے، جہاں poverty line نیچے آئی ہے، وہاں سب سے پہلے population پر emphasis ہوا ہے۔ ہمیں بھی as a policy, as a government, we should emphasise on working out کہ what should be the indicators. یہ کہنا کہ فتویٰ دے دو، یہ ہی کہنا ہے کہ دو ہی بچے کافی یا یہ boards آویزاں کرنا ہے، this is not the answer, answer is کہ ایسی policy وضع کرو کہ ہاں جی جس کے دو بچے ہوں گے، اس کو تمام public schools میں free education ہو گی، it would be a message by the Government. اگر Aitchison College میں بہت فیس ہے، اچھا اس کی فیس کم ہوگی، ویسے ہم کہتے تھے، ہاں جی ایک بھائی پڑھتا ہے جب دوسرا آتا ہے تو اس کی فیس آدھی ہوتی ہے۔ You must create some mechanism whereby population should be adjusted.

آج کے موضوع کی جو اگلی بات ہے، اس کے دو پہلو ہیں، price hike اور

ہم آج جو گفتگو کر رہے ہیں تو ہم زیادہ price hike پر چلے essential commodities. جاتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں but we try to dilute this. ہم نے essential commodities کی بات کی اور تمام تر مسائل کی بات شروع کر دیتے ہیں۔ میں آج بڑے ادب سے کہوں گا کہ let us confine the debate only to essential commodities. اس کا تدارک کیسے کرنا ہے، نہ کہ یہ کہیں کہ جو بس کا کرایہ ہے، وہ بھی درست کر دیا جائے جو ہوائی جہاز کا ticket ہے، وہ بھی کم کر دیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو چیز essential commodities میں آتی ہے، وہ kitchen items ہیں۔ جب ہم kitchen items کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ petrol مہنگا ہو گیا ہے then debate goes out of context. آج ہم اس پر بات کرتے ہیں تو آپ سب حضرات اس بات کی گواہی دیں گے کہ سعودی عرب میں جو کوکا کولا کی بوتل کی آج سے دس سال پہلے قیمت تھی، آج بھی وہی ہے۔ They have regulated price of the essential commodities. آج یہ House تعین کرے، جیسے ہم تعین کرتے ہیں کہ essential services کیا ہیں، essential services کا قانون اور ہے، life wise essential services کا قانون اور ہے۔ آج یہ House تعین کرے کہ ہماری commodities کون کون سی ہیں اور اس کے لئے پھر on war footings, we should concentrate, focus on those essential commodities. میں اس میں کہوں گا، مجھے یاد پڑتا ہے کہ فیروز خان نون جو ہمارے سابق وزیر اعظم تھے، انہوں نے کتاب لکھی ہے "In Memory" اگلے روز میں موجودہ وزیر اعظم صاحب کو اس کتاب کا ایک صفحہ پڑھا رہا تھا، میں وہ صفحہ پڑھانے کے لئے بالخصوص ان کے پاس گیا۔ اس میں دو چیزوں کو identify کیا ہے جب public مشکلات کی بات کرتے ہیں، انہوں نے مہنگائی کی بات کی اور انہوں نے یہ کہا کہ گندم ساڑھے سات روپے بکتی ہے لیکن زمیندار کو اڑھائی روپے ملتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک میں سب سے بڑا جو problem ہے، وہ آڑھتی ہے، یہ لکھتے ہیں۔ یہ جو آڑھتی کا وجود ہے، یہ زمیندار یا وہ آبادی جو دیہات میں رہتی ہے جو 75% ہے، اس کے لئے cancer کے مترادف ہے۔ We should do something about the middle man. زمیندار جب پیاز اگاتا ہے تو اس کو اس پیاز کے دو روپے ہی ملتے ہیں، جب منڈی میں جاتا ہے تو اس پیاز کے پچاس روپے ہو

جاتے ہیں لیکن آج تک اس پر توجہ نہیں دی گئی۔ اس کی وجہ کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ آج ہم جو حکومت کے advisor ہیں، ہم صرف انگریزی بولنے والے ہیں، ہم urbanised ہیں۔

(Desk thumping)

ضرورت کس بات کی ہے، it is a rural culture جو problems ہیں وہ ان 75% لوگوں کے ہیں جو دیہات میں رہتے ہیں۔ ہم صرف بات کرتے ہیں کہ کار چوری ہوگئی ہے، ہم بات کرتے ہیں کہ شہر میں ڈاکہ پڑ گیا ہے، فیروز خان نون کیا لکھتے ہیں کہ اس ملک میں جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ بھینس، گھوڑے اور گائے کی چوری کا ہے۔ جب تک آپ اس کو attend نہیں کریں گے، اس وقت تک زمیندار خوشحال نہیں ہو سکتا۔ جب تک زمیندار خوشحال نہیں ہوگا اس وقت تک آپ essential commodity کی طرف توجہ نہیں دے سکتے اور شاید آپ کو یہ بات بری لگے، بڑی trivial بات ہے لیکن میں بڑے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ this is high time that we concentrate, when we talk of the essential commodities ہم دو چیزوں پر توجہ دیں ایک cattle lifting جو 75% لوگوں کا basic مسئلہ ہے، زمیندار نہ بھی ہو، عام آدمی ہے، اسکے گھر میں بکری یا گائے ہے، جب وہ چوری ہو جاتی ہے، ہم کہتے ہیں اچھا دو ہزار کی تین ہزار کی ہے پھر کیا ہوا؟ ہمارے ذہن میں وہ جو قیمت ہے، ہمیں توجہ نہیں دلا رہی۔ آج میں اس ایوان سے کہوں گا کہ we should focus today جب تک آپ cattle lifting, آڑھتی کے ظلم پر توجہ نہیں دیں گے، اس وقت تک جیسا کہ پروفیسر صاحب نے بات کی ہے essential commodity کی، اس کو بہتر نہیں بنا سکتے۔ میں بڑے ادب کے ساتھ، مجھے وقت کا احساس ہے، یہ کہوں گا کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر اگر ہم مسائل کی بات کریں تو ہم گھنٹوں کرسکتے ہیں، حل کی بات کریں اور focussed حل سوچیں، اس پر میں House سے اپیل کروں گا کہ اس کے لیے Government divide, Opposition حکومتی بنچوں کو چھوڑ دیں، ایک ایسی high powered committee بنائیں اور وہ کمیٹی اس issue پر debate کر کے اس کا solution وضع کرے اور solution دیتے ہوئے ہم ہر چیز کی بات نہ کریں۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ جب ہم بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "جی وی مہنگی ہوگئی اے، بجلی وی نئیں لبدی، پکھا وی کوئی نئیں، گڈی وی کوئی نئیں" we cluster problems. Let us talk of

essential commodities کریں کہ ہماری identify میں پہلے doable اور اس doables کیا ہیں اور اس میں دال آتی ہے، مرچ، گھی، آٹا یا جو بھی آتا ہے اس پر focus کرنا چاہیے اور ان commodities پر خواہ وہ through subsidy خواہ through regulation خواہ through operation جو بھی طریقہ کار وضع کریں، we should give a message کہ essential commodities کی یہ فہرست آویزاں ہے۔ زمیندار کو، grower کو subsidize کریں، تمام دنیا میں agriculture, subsidy پر چلتی ہے۔ برطانیہ میں دودھ کی بوتل کے لیے farmer pay کرتا ہے اس کی قیمت اور ہے اور consumer جو قیمت دیتا ہے، وہ قیمت اور ہے۔ It is controlled, regulated by subsidy. آج ہمیں essential commodity کی نشاندہی کرنی چاہیئے جو آج کی بحث کی روح ہے، اس پر ایک کمیٹی بنائی جائے اور کمیٹی مسائل کی بات نہ کرے بلکہ حل پیش کرے کہ یہ doable حل ہے۔ اس کے تحت میں یہ سمجھتا ہوں it will be a big service by the House to the country if we will be able to find a solution to this. Thank you very much sir, and thank you for out of turn.

Mr. Chairman: Thank you, Mr. Professor Muhammad Ibrahim Khan.

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب کی آواز سنائی دی)

پروفیسر محمد ابراہیم صاحب! آپ نماز کے وقفے سے پہلے بولیں گے یا بعد میں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، میں نماز کے بعد بولوں گا۔

Mr. Chairman: Then, we will break now for *Maghrib* prayers and *Insha Allah* reconvene at 6.45 p.m. Thank you.

(The House was then adjourned for Maghrib prayers to reconvene at 6.45.p.m.)

(The House was reassembled after Maghrib prayers at 6.35 P.M. with Mr. Jan Muhammad Khan Jamali, Deputy Chairman in the Chair)

(The House collectively congratulated Mr. Jan Muhammad Jamali, Deputy Chairman on occupation of the Chair.)

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much *Insh Allah* I will not let you down.

بیگم فخر کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن I think she is not present. وہ کہتے ہیں ناں she has taken off. پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں chair occupy کرنے پر۔ جناب چیئرمین! اس وقت بحث ہو رہی ہے price hike پر اور with particular reference to essential commodities. میرے فاضل بزرگ دوست جناب ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب نے چند نکات اٹھائے ہیں جو بہت ہی relevant ہیں اس سے پہلے ایک بات عرض کروں مہنگائی کے بارے میں کسی خاتون نے کہا کہ چند سال قبل میں گھی کا ڈبہ لے کر آتی تھی اور اس کے بدلے ایک جوڑا کپڑا مل جاتا تھا اور آج بھی وہی گھی لا کر بیچتی ہوں اور ایک جوڑا کپڑا مل جاتا ہے۔ نہ معلوم کہ مہنگائی کہاں ہے؟

جناب ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب نے ایک بات فرمائی کہ middle man کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت ہی صحیح کہا ہے انہوں نے مجھے اس سے مکمل اتفاق ہے لیکن میں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ بات سوچنے کی ضرورت ہے کہ آڑھتی کی آڑھت میں کہیں حکمران کو تو حصہ نہیں مل رہا اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو ہاتھ کاروبار حکومت اور کاروبار مملکت چلا رہا ہے اس کو کاروبار تجارت نہیں چلانا چاہیے اور کاروبار حکومت چلانے والے ہاتھ اگر تجارت اور مال

نہیں لے سکتا اس لیے اس middle man کو حکومت میں شامل نہیں ہونا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ حکمران کاروبار میں شریک نہ ہوں اور کاروبار کا حصہ نہ بنیں۔

جناب چیئرمین! انہوں نے یہ بات کہی' essential commodities پر بہت زور دیا۔ بہت درست کہا انہوں نے اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ کچن items جو ہیں essential commodities ہیں۔ بالکل صحیح ہے۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ اس وقت گیس اور بجلی صرف کچن item ہی نہیں یہ کچن کی بنیاد ہے۔ چولھا جلتا ہی نہیں اگر گیس اور بجلی نہ ہو اور اس ملک کے اندر یہ ستم ظریفی ہے کہ پوری دنیا میں گیس اور بجلی کا مصرف اگر بڑھتا ہے تو اس کی قیمت گھٹتی ہے لیکن پاکستان کے اندر الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ یہاں مصرف اگر بڑھے' Consumption بڑھے تو اس کی قیمت بھی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور اس وقت بجلی کے میدان میں تو پوری قوم چور بن گئی ہے' چوری پر مجبور کر دیا ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بات کی جاتی ہے تو کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔

جناب چیئرمین! اس وقت انہوں نے ایک بات پیٹرول اور ڈیزل کے بارے میں کہی جس سے میں بصد ادب اختلاف کروں گا۔ انہوں نے یہ کہا کہ جب ڈیزل اور پیٹرول کی بات کی جاتی ہے تو ساری بات dilute ہوجاتی ہے کیونکہ وہ essential commodity نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! میں عرض کروں گا کہ پیٹرول اور ڈیزل essential ہی نہیں fundamental commodity ہے اور پیٹرول اور ڈیزل کی قیمت بڑھتی ہے تو ہر چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے پیٹرول اور ڈیزل کو control کرنا بہت ہی ضروری ہے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ گزشتہ پانچ چھ سالوں کے دوران ڈیزل کی قیمت بارہ تیرہ روپے سے 37 روپے پر پہنچ گئی ہے اور پیٹرول کی قیمت اٹھارہ بیس روپے سے ستاون روپے پر پہنچ گئی ہے۔ یہ تباہی مچا دی ہے اور پوری قوم کو Oil and Gas Regulatory Authority کے حوالے کر دیا گیا ہے اور international market میں قیمت بڑھتی ہے تو یہاں قیمت بڑھائی جاتی ہے۔ وہاں قیمت گھٹتی ہے تو یہاں کبھی بھی قیمت نہیں گھٹی اور یہ صورت حال ہے اس لیے پیٹرول اور ڈیزل کی قیمت پر بات کرنا ضروری ہے جب تک اس کو کنٹرول نہ کیا جائے کوئی بھی essential commodity control نہیں ہو سکتی۔ اس بات کی

کی ضرورت ہے کہ اس کو کنٹرول کیا جائے۔

جناب چیئرمین! اس وقت چینی کا مسئلہ ہے۔ چینی کی قیمتیں بہت زیادہ چڑھ گئی ہیں۔ 21,22 اور 23 روپے سے چالیس روپے سے تنتالیس روپے تک پہنچ چکی ہے اور اس میں غلط پالیسی کی نشان دہی اس سے پہلے بھی ہوئی ہے۔

زراعت کے میدان میں حکومت کی کوئی پالیسی ہی سرے سے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چینی کی قیمت control نہیں ہو رہی۔ جناب چیئرمین! بڑے دکھ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ NAB نے آگے بڑھ کر چینی کے مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن پھر اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ نہایت ہی شرمناک ہے یہ کام کہ NAB نے آگے بڑھ کر چینی کے مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن پھر اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ نہایت ہی شرمناک کام ہے۔ یا تو اسے ہاتھ نہیں لگانا چاہیے تھا اور اگر ہاتھ لگایا تو اسے منطقی انجام تک پہنچانا چاہیے تھا۔ بیچ میں اس طریقے سے مل مالکان کے ذریعے دباؤ قبول کرنا یہ کوئی زیب ان کو نہیں دیتا۔ NAB اگر سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کو control کر سکتی ہے تو مل مالکان کو بھی control کرنا چاہیے تھا۔ جناب چیئرمین! مسئلہ اس لئے حل نہیں ہو رہا کہ دباؤ قبول کیا جاتا ہے اور اس وقت بھی اسے قبول کیا گیا۔

جناب چیئرمین! یہ میرے پاس ایک رپورٹ ہے۔ کراچی میں ایک سیمینار ہوا ہے اور اس میں مقررین نے کئی باتوں کی نشاندہی کی ہے کہ اس وقت بھی 0.7 million ton سے لے کر ایک ملین ٹن تک ضرورت تھی اور اس سے زیادہ مقدار میں ٹریڈ کارپوریشن آف پاکستان کے پاس چینی پڑی ہوئی ہے جو ۱۸ روپے فی کلو گرام کے ریٹ سے انہوں نے خریدی تھی وہ اگر مارکیٹ میں لائی جاتی تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا تھا۔ جناب چیئرمین! یہ بھی بتایا گیا ہے۔ ملک کی ضرورت سالانہ ۴ ملین ٹن ہے اور اس وقت ملک میں ۱۷ شوگر ملز موجود ہیں۔ اگر ان کو full scale پر چلایا جائے تو ۶ ملین ٹن چینی produce ہوسکتی ہے اور ہمارا یہ مسئلہ اس طریقے سے حل ہو سکتا ہے۔ جناب چیئرمین! انہوں نے ذکر کیا ہے ٹھٹھہ اور بدین کا اور یہ کہا ہے کہ ڈاؤن سٹریم کوٹری کو پانی نہیں مل رہا۔ اس علاقے کو اگر پانی مل جائے تو یہاں پر ۲ ملین سے لے کر ۳ ملین ٹن تک چینی سالانہ پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس طرح پالیسی اختیار کی جا سکتی ہے اور اپنائی جا سکتی ہے کہ یہ مسئلہ حل ہو سکے۔

جناب چیئرمین! میں اپنے علاقے کا ذکر کروں گا۔ D.I. Khan سے گنا پنجاب جاتا ہے اور پنجاب کا گنا دریا خان سے یہاں آتا ہے۔ بنوں شوگر مل کے لئے گنا پنجاب سے لایا جاتا ہے اور بنوں کا گنا پنجاب جاتا ہے۔ یہ کوئی پالیسی نہیں ہے۔ پالیسی اگر کوئی اختیار کی جائے اور اپنائی جائے تو اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اس رپورٹ میں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ یوٹیلٹی سٹورز پر چینی تو رکھ دی گئی لیکن وہاں پر لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ چینی کے علاوہ ایک اور commodity بھی خریدو تب آپ کو چینی ملے گی۔ اس کو بھی کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! میں آخری بات عرض کرنا چاہوں گا۔ اگر ہم سب مل کر قوم کے عام فرد کو تعلیم، علاج اور انصاف مفت فراہم کر سکیں تو بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اس وقت تعلیم پر جو خرچہ والدین کا ہوتا ہے اس سے والدین کا بجٹ balance نہیں ہو رہا اور گھر کا ایک فرد بیمار پڑ جائے تو اس کے علاج پر جو خرچہ اٹھتا ہے سارا بجٹ imbalance ہو جاتا ہے اور انصاف کی حالت تو یہ ہے کہ انصاف اس وقت مل نہیں رہا بلکہ انصاف خریدا جا رہا ہے۔ اگر کسی کے پاس پیسہ ہے تو وہ دوسرے کا حق بھی خرید سکتا ہے لیکن اگر کسی کے پاس پیسہ نہیں ہے تو وہ اپنے حق کو بھی روئے گا۔ اس لئے تعلیم، علاج اور انصاف یہ عام آدمی کو اگر مفت فراہم کر دئے جائیں تو اس ملک کے اندر بہت زیادہ بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ میں جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، پروفیسر صاحب! اگر یہ رپورٹ یہاں بھجوا دیں تو اس کو property of the House بنا لیں۔ یہ جو سیمینار کی رپورٹ ہے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، بالکل جناب۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Begum Fakhar

for two minutes. If you want to give a speech then you آپ کچھ کہنا چاہتی تھیں

leave to it.

سینیٹر بیگم فوزیہ فخر الزمان، شکریہ بہت بہت۔ میرا خیال ہے ساجد میر صاحب

تشریف لے گئے ہیں۔ میں ان کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ انہوں نے کہا کہ آج کل مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے۔ بالکل ٹھیک ہے بہت بڑھ گئی ہے اور یہ issue اتنا گھمبیر ہے کہ اس پر جتنا بھی بولا جائے کم ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ اب عمل کرنا چاہیے بولنا نہیں چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ آج مہنگائی بڑھ گئی ہے۔ خود ہی اس کو deny کر دیا یہ کہہ کر کہ

جس جھولی میں سو چھید ہوئے اس جھولی کا پھیلانا کیا

وہ تو ۴۰ سال پہلے کا شعر ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ تب بھی مہنگائی کی یہ حالت تھی۔ پھر انہوں نے علامہ اقبال کا ایک سو سال پرانا شعر پڑھا۔

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

آج کل تو دہقان کو روزی میسر ہے۔ سو سال پہلے زیادہ برے حالات تھے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Mr. Ilyas Bilour sahib.

سینیٹر الیاس احمد بلور : Thank you very much Mr. Chairman. میرے دوستوں نے اس مہنگائی کے بارے میں بڑی تقریریں کیں جیسے احمد علی صاحب نے کہا کہ مہنگائی کا جن بوتل سے نکل چکا ہے' وہ جن بہت دور تک پھیل چکا ہے۔ اب مجھے بہت زیادہ خوف آ رہا ہے کہ ہم نے تحریکیں چلنے کا زمانہ دیکھا ہے' ساری زندگی سیاست سے وابستہ رہے ہیں' sir, have and have not کی بات آ رہی ہے۔ ایک طرف تو غریب آدمی کو اپنے گھر کے کھانے کی امید نہیں ہے' اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ وہ کچھ لے سکے اور دوسری طرف دو دو مرلے کی گاڑیاں چل رہی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ جتنا difference آ گیا ہے' غریب' غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور امیر' امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کے ساتھ India ہے' وہاں middle class ہے' وہاں 40 کروڑ middle class population ہے' ہمارے ہاں middle class ہے ہی نہیں' ہے بھی تو وہ بہت تھوڑی ہے۔

میں دوسری بات population growth کے بارے میں کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے population growth کے بارے میں کہا' this is very important کہ جب تک

population نہ روکی جائے' اس وقت تک کوئی حل نہیں نکل سکتا۔ جہاں تک پروفیسر صاحب نے بھی کہا اور خالد رانجھا صاحب میرے بڑے عزیز دوست ہیں' بڑے پرانے' بڑے عرصے سے دوست ہیں' انہوں بس کے کرایہ وغیرہ کی بات کی۔ جناب! میں آپ کو تھوڑے سے figures دینا چاہتا ہوں کہ 1st January, 2005 میں diesel کی قیمت 26 روپے 29 پیسے تھی اور 1st January, 2006 میں اور آج بھی diesel کی قیمت 37 روپے 26 پیسے ہے' یہ 42% increase ایک سال میں ہوئی ہے۔ دوسرا petrol کی جو increase ہے' وہ 39.3% ہوئی ہے' اس کا 40 روپے 47 پیسے rate تھا' اب Rs. 56.90 rate ہے ۔ اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب پہلے ہی ایک cartel بنا ہوا تھا' اس cartel نے یہ سارا کچھ کیا کہ جب dollar بڑھ رہا تھا جب world market کی Rs. 70 per barrel crude oil کی price تھی' اس وقت یہ rate ہوا۔ آج Rs.60 per barrel ہے' میں challenge کرتا ہوں' ثابت کرتا ہوں کہ crude oil کی قیمت Rs. 60 per barrel ہے' 10 dollar per barrel کم ہوئے ہیں' یہ price کیوں کم نہیں کرتے؟ یہ کہنا کہ یہ غریب آدمی کو affect نہیں کرے گا' اس پاکستان میں ایک بڑا عجیب سا مسئلہ بن گیا ہے جو بھی کہتا ہے کہ غریب آدمی کو affect نہیں کرے گا' غریب کو نہیں کرے گا' امیر تو کوئی affect نہیں ہوتا' غریب ہی affect ہو گا۔ سردار' نواب' جاگیردار کہاں affect ہوتے ہیں' industrialists کہاں affect ہوتے ہیں' اصلی affect تو غریب ہوتا ہے۔ Diesel کی جب prices بڑھیں گی تو کرایہ بڑھے گا' بس میں چڑھ کر آنے والوں کا کرایہ بڑھے گا' وہاں سے جو گندم آئے گی' اس کا کرایہ بڑھے گا' وہ affect کس پر پڑے گا' غریب آدمی پر پڑے گا۔ گھی آئے گا' تیل آئے گا' اس کا غریب آدمی پر affect پڑے گا' بس کا کرایہ' ٹرک کا کرایہ' سب چیزیں بڑھیں گی تو یہ غریب آدمی پر affect نہیں پڑے گا تو کس پر affect پڑے گا۔

جناب! میری request یہ ہے کہ اس پر بڑی سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ تین ہزار روپے میں ایک غریب آدمی زندگی گزار رہا ہے اور کیسے گزار رہا ہے اور کیسے نہیں گزار رہا' مجھے سمجھ نہیں آتی۔ جناب! میں نے آپ کو oil کی figures دکھائی ہیں' 42% increase in one year اب میں تو حیران ہوں۔ میرے ایک دوست احمد علی صاحب نے فرمایا کہ industrialization ہو رہی ہے' undoubtedly industrialization ہو رہی ہے' اس میں

کوئی شک نہیں ہے' 5 billion dollars کی investment ہوئی ہے' undoubtedly پچھلے دو' تین سالوں میں اور ساری industries چل گئی ہیں۔ کتنا کپڑا سستا ہوا ہے' مجھے بتایا جائے؟ دو دوستوں نے کہا کہ green revolution آئے گا' آپ لوگوں کو سات سال حکومت کرتے ہوئے ہو گئے ہیں' green revolution 27 سال کے بعد آئے گا' کب آئے گا؟ سات سال ہو گئے ہیں۔

جناب! جب پہلے member تھا تو میں نے چینی کے بارے میں اس وقت بھی یہ عرض کی تھی کہ چینی کے بارے میں غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے اور حقیقت میں یہ بتاتا ہوں کہ سندھ کی sugar مل والوں کا بھی اس میں قصور ہے' undoubtedly, انہوں نے پچھلے تین سالوں میں اپنے growers کو بہت رگڑا' اس دفعہ sugarcane grow نہیں ہوا' sugarcane کی کمی کی وجہ سے بھی اس میں اثر پڑا ہے لیکن basic دلیل یہ ہے کہ اس sugar کی جو policy ہے یہ بہت غلط بنائی گئی ہے' in time policies بنانی چاہییں تھیں۔ جیسا کہ پروفیسر صاحب نے کہا کہ TCP کے پاس سٹاک موجود تھے اس کو release کرنے چاہییں تھے۔ نیب کو کیس دینا عجیب سی بات ہے' اس دن کہا گیا کہ نیب کو کیس کیوں دیا گیا؟ نیب کو کیس مت دو' نیب کو اس شخص کا کیس دو جس نے پالیسی بنائی ہے۔ یہاں جو Ph. D ڈاکٹر بیٹھے ہوئے ہیں' ان کو کالجوں' یونیورسٹیوں میں بھیجیں اور پرنسپل بنائیں' practical لوگوں کو بٹھائیں جو business کو سمجھتے ہوں۔ یہ theories کا زمانہ نہیں ہے' یہ زمانہ practical life کا زمانہ ہے۔ اب نیب میں cases گئے اور پھر واپس آ گئے کیونکہ influential لوگوں کے کیس تھے' سارے واپس آ گئے' مجھے سمجھ نہیں آتی۔

بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں essential items کی بات کی جاتی ہے' ہمارا neighbour انڈیا ہے' امرتسر سے لے کر پورے انڈیا میں گندم کا ایک ریٹ ہے۔ میں پچھلے سال گیا تھا' اس سال کا مجھے نہیں پتا پورے انڈیا میں گندم کا ریٹ سات روپے پچاس پیسے کلو ہے اور گندم essential commodity ہے۔ ہمارے ہاں ایک دام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گندم زیادہ تر پنجاب میں اگائی جاتی ہے۔ ہاں ہمارے ہاں پاکستان میں دو چیزوں کا ایک دام ہے جو ایک میرے صوبے میں زیادہ اور ایک آپ کے صوبے بلوچستان میں زیادہ ہوتی ہے یعنی گیس

اور بجلی کا ایک ہی ریٹ ہے۔ پختونخواہ اور بلوچستان کی ان دو چیزوں کا ایک ریٹ ہے باقی پاکستان میں گندم کا ایک ریٹ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سبسڈی دی جاتی ہے' وہ پنجاب میں پیدا ہوتی ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے بھی میرا حق دیا جائے' آپ کو بھی آپ کا حق دیا جائے تو ٹھیک ہے پھر گندم کا ایک ریٹ نہ کریں۔

جناب! اس House سے یہ request ہے اور میں مہنگائی کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مہنگائی اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ غریب آدمی ٹماٹر' پیاز' دال بھی نہیں کھائے گا تو کیا کھائے گا؟ زہر کھائے گا۔ جیسا میں نے ان کو کل کہا تھا مجھے بتائیں' مجھے 860 روپے میں کہیں پر قبر لے کر دیں' آپ Defence والے 860 روپے کنال زمین خرید رہے ہیں اور وہ زمینیں پھر کیا ہوں گی۔ میری بہن نے یہ کہا کہ انہوں نے چالیس سال پرانا شعر کہا

انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو

دیکھیں' ٹھیک ہے اس نے چالیس سال پرانی غزل کا مصرعہ ضرور کہا۔ شعر اسی لیے ہوتے ہیں کہ اس کی وابستگی دکھائی جاتی ہے' انہوں نے یہ کہا کہ جھولی اٹھاؤ میں اس میں کچھ ڈالوں' اس نے کہا کہ اس جھولی میں چھید ہی اتنے زیادہ ہیں' میں کیا اٹھاؤں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شعر جب سو سال پرانا ہو جائے تو اس کو آج سے مناسبت نہ دی جائے۔ میری بہن ہے' بہت اچھی عورت ہیں' میں بڑی معذرت سے یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے بڑے موقع پر یہ شعر کہا ہے۔ میں بھی ایک شعر پڑھوں گا۔

میری امیدوں کا حاصل' میری کاوشوں کا صلہ
ایک گمنام اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں' کچھ بھی نہیں

خدارا! اس غریب قوم پر رحم کھائیے' اگر پٹرول' ڈیزل کی قیمتیں کم ہوں جناب! تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس کے ساتھ بہت سی چیزوں کی قیمتیں کم ہونگی۔ یہ جو ٹماٹر' پیاز یہ سب کچھ ڈیزل ٹرکوں میں ہی جاتا ہے جناب! کس میں جاتا ہے؟

With due respect thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین، وہ شعر سن رہے ہیں' احمد علی صاحب flamboyant جی

debonair ہمارے House کے debonair ہیں۔ سلیم سیف اللہ صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! ایک اہم موضوع ہے اور آپ نے سات منٹ کی پابندی لگائی ہے اور سات منٹ میں انسان گرانی پر کیا کہہ سکتا ہے؟ میری صرف اتنی گزارش ہے کہ اگر ہم اسی پر وقت ضائع کریں کہ آیا آج اس ملک میں گرانی ہے یا نہیں، آیا اس ملک میں بیروزگاری ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں اس کو زیر بحث لانا وقت کا ضیاع ہے، یقیناً آج گرانی ہے، یقیناً آج بیروزگاری بھی ہے اور یہ بیروزگاری ایک ایسی بیماری ہے جو آج ہر گھر میں پائی جاتی ہے۔ میرے خیال میں اس کی کیا وجوہات ہیں؟ کیوں ایسا ہوا؟ میں یہ کہوں کہ پینتیس سال میں ہم تربیلا کے بعد ہائیڈل ڈیم نہیں بنا سکے تو اس کا کون جواب دے گا۔ آج اگر بجلی مہنگی ہے، آج اگر یہ private power projects جن سے ہمیں مہنگی بجلی دی جا رہی ہے، یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ تو میرے خیال میں دو ہزار روپے فی بوری صوبہ سرحد میں کس کے دور میں بکتی تھی، یہاں صوبہ سرحد کے مرد و خواتین سینیٹرز موجود ہیں تو میرے خیال میں یقیناً آج یہ ایک مسئلہ ہے اور اس کی کوئی وجوہات بھی ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ تیل کی منڈی میں آپ دیکھیں، کہاں بیس پچیس ڈالر فی بیرل اور کہاں ساٹھ، پینسٹھ ڈالر فی بیرل، یقیناً اس کی وجہ سے گرانی ہوئی۔ اب ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم ہائیڈل کی طرف جائیں، زیادہ dams بنائیں اور میرے خیال میں حکومت وقت کا یہ صحیح فیصلہ ہے کہ جو انہوں نے پانچ dams کا اعلان کیا اور مجھے امید ہے کہ سب سے پہلے میرے علاقے میں کرم تنگی ڈیم کو بنایا جائے گا۔

جناب چیئرمین! جناب غلام اسحاق خان صاحب جو اس ملک کے صدر بھی رہے اور سینیٹ کے چیئرمین بھی رہے ہیں وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ چار صوبوں کے لیے پلان نہ بناؤ، آپ جب چینی، آٹا، ٹماٹر، گھی اور آلو کے بارے میں پلاننگ کرتے ہیں تو پانچ صوبوں کی پلاننگ کریں، اس ملک کا پانچواں صوبہ افغانستان ہے۔ افغانستان کو یہ چیزیں آسمان سے نہیں آنی، انہوں نے اس ملک سے جانا ہے تو اس لیے جب آپ پلاننگ کریں تو ضرور اس چیز کو بھی مدنظر رکھیں افغانستان کے ڈھائی کروڑ مسلمانوں کی بھی ضروریات ہیں۔

جناب والا! میرے خیال میں ہمیں چاہیے کہ ایک یا دو دن ہم تجاویز کی طرف آئیں۔ اب میں تجاویز پیش کرنے کی طرف آتا ہوں۔ میں اس میں نہیں جانا چاہتا کہ حکومت وقت نے foreign exchange reserves بڑھائے ہیں' یقیناً وہ بڑھے ہیں ۔ دوسرے بڑے اچھے کام ہوئے ہیں' 8 per cent growth rate ہے آپ کا ڈالر آج stable ہے ورنہ آپ کو پتا ہے کہ آپ کا rupee vis a vis dollar کتنا تھا لیکن یقیناً غریب آدمی مسئلوں کا شکار ہے ۔ آج تین ' چار ہزار روپے میں گزارہ مشکل ہے ۔ آج جس کے گھر میں چھ بلب اور دو پنکھے لگے ہوئے ہیں وہ آٹھ سو سے ہزار روپے واپڈا کا بل ادا کرتا ہے ۔ اب یہ کہنا کہ essentials صرف خوراک کی چیزیں ہیں ' میں اس پر ڈاکٹر صاحب سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ بجلی بھی ایک essential ضرورت ہے۔ گیس کا چولہا جلانا بھی ایک essential ضرورت ہے یا کرایہ دینا' میرے گھر کا جو ملازم ہے وہ میرے گھر آتے ہوئے صبح پانچ روپے کرایہ دیا کرتا تھا آج وہ دس روپے کرایہ آتے ہوئے دیتا ہے اور دس روپے واپس جاتے ہوئے دیتا ہے۔ تو یہ یقیناً ایک مسئلہ ہے اور ہمارے پاس پروفیسر خورشید صاحب جیسے ذہن یہاں سینیٹ میں موجود ہیں ' سینیٹ کا الحمد للہ ماحول بھی بڑا اچھا ہے' دوسرے ایوان کے متعلق میں کچھ کہنا نہیں چاہتا لیکن اس اچھے ماحول سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے اور آج کی اپوزیشن کل کی گورنمنٹ ہے اور آج کی گورنمنٹ کل کی اپوزیشن ہے تو یہ فرق کرنا کہ اپوزیشن points score کرے یا Treasury Benches points score کرے ' میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں ہے۔

سب سے پہلے میں میری تجویز یہ ہے کہ ایک وجہ گرانی کی یہ ہے کہ آپ کی سٹاک مارکیٹ گیارہ' ساڑھے گیارہ ہزار پوائنٹس پر پہنچ گئی ہے جب سٹاک ایکسچینج ایک پوائنٹ اوپر جاتا ہے تو اس سے آپ کی economy میں شاید بیس یا بائیس کروڑ روپے آتے ہیں تو یہ مارکیٹ جو ہزاروں points بڑھی ہے اور اس سے billions, trillions of rupees جو economy میں آئے ہیں یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ہماری economy میں inflation بڑھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ چکا ہے کہ کم از کم یہ جو unchecked speculation on the stock market ہے میری عمر ایوب صاحب سے گزارش ہوگی کہ وہ ضرور کوئی capital gain tax لگائیں سٹاک مارکیٹ پر اور وہاں سے جو amount recover کریں وہ poverty

alleviation پر استعمال کریں۔

اس کے لیے interest rate ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ گرانی کو کم کرنے کے لیے یہ بھی ایک economic tool ہے کہ پہلے دو یا اڑھائی فیصد پر ہم بھی borrow کرتے رہے ہیں کیونکہ ہم بھی کاروبار میں ہیں ' آج وہ بڑھ کر گیارہ ' بارہ یا تیرہ فیصد پر آ گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑھانا ضروری تھا' اور نہ بڑھایا جائے لیکن اس کو اسی level پر maintain کیا جائے اور اس سے inflation میں فرق آئے گا۔ جناب! کچھ ایسے بھی شعبے ہیں' یہ کہہ دینا کہ کہیں بھی قیمتیں نیچے نہیں آئیں۔ آپ telecommunication system کو دیکھیں کہ آپ آج امریکہ' لندن اور دنیا کے کسی کونے میں telephone کریں' شاید دس روپے سے زیادہ آپ کا bill نہیں آئے گا۔ اس شعبے میں Ministry نے جو کام کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ آپ private public sector کو دیکھیں 55/56 سال میں PTCL صرف پانچ ملین connections دے سکی جب کہ mobile operators نے پچھلے دس سال میں 20 million یعنی دو کروڑ connections دیے ہیں۔ یقیناً privatization کی طرف صرف پاکستان ہی نہیں دنیا کا ہر ملک جا رہا ہے' یہ ایک اچھا قدم ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم telecommunication میں اس رفتار سے آگے بڑھ سکتے ہیں تو پھر ہم energy کے sector میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے جو ہمارے لیے آج ایک بہت بڑا درد سر بنا ہے۔ ہماری industry کے لیے اس کی cost بڑھ رہی ہے اور آج ہر آدمی پر بوجھ بڑھ رہا ہے تو اس پر بھی ہمیں کام کرنا چاہیے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوئلہ کافی دیا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت وقت کا یہ ایک اچھا قدم ہے کہ سیمنٹ پلانٹ جتنے پاکستان میں ہیں ان کو کوئلے پر convert کر دیا گیا ہے۔

جناب والا! میں صرف ایک آخری بات کرنا چاہتا ہوں کہ یقیناً فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے۔ فضول خرچی یقیناً آج ہو رہی ہے۔ ہمارا غریب ملک ہے۔ اس کے متعلق ہمیں یہ زیادہ نہیں کہنا چاہیے کہ ہم نے یہ کر دیا اور یہ کر دیا' آج بھی ہم قرضدار ہیں اور ایک قرضدار کا طریقہ زندگی دوسرے لوگوں سے کچھ مختلف ہوتا ہے۔ آج ہم billion of rupees کے قرضدار ہیں۔ ہمارے بعض دوستوں نے بات کی ہے کہ حکومت وقت کے بعض شعبوں میں اخراجات بڑھ رہے ہیں' ان کو بڑھنا نہیں چاہیے بلکہ کم ہونا چاہیے' کسی نے presidency کے اخراجات کا ذکر کیا' کسی

نے Prime Minister Secretariat کا ذکر کیا ' میں نے اعداد و شمار نہیں دیکھے کہ اس میں کتنا اضافہ ہوا ہے لیکن میری یہ گزارش سب honourable Senators سے ہے کہ ایک چیز پر ہمیں کم از کم اختیار ہے اگر آپ کو برا محسوس نہ ہو کہ جو ہمیں مراعات مل رہی ہیں' ہم تو رو رہے ہیں کہ چار ہزار پر ایک غریب آدمی کیسے گزارہ کر رہا ہے' آج الحمد للہ ہمیں شاید چالیس ہزار روپے ہر سینیٹر کو ملتا ہے تو خدا را ہمیں بھی عوام کے اعتماد کو بحال کرنے کے لیے' آئندہ ہمیں اپنی تنخواہوں میں اضافہ کا کوئی bill یہاں پر نہیں لانا چاہیے اور کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اگلے تین سال جو مل رہا ہے اسی پر ہمیں گزارہ کرنا چاہیے جب ہمارے غریب عوام چار یا پانچ ہزار پر گزارہ کر سکتے ہیں تو ہم بھی چالیس ہزار روپے پر گزارہ کر سکتے ہیں۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر خالد سومرو۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مہنگائی کے بارے میں فاضل اراکین نے کافی سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ یہاں پر اس وقت یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ اشیاء صرف کی قیمتیں اتنی بڑھ چکی ہیں کہ غریب آدمیوں کا جینا دو بھر ہو چکا ہے۔ قیمتوں پر control کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ صورت القریش کے حوالے سے اللہ رب العزت نے جو ارشاد فرمایا' بہت سارے مفسرین یہ لکھتے ہیں الذی اطعمھم من جوع و امنھم من خوف میں کہ حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داریاں دو ہیں' بھوک اور بیروزگاری کا خاتمہ اور امن و امان کا قیام۔ اس وقت ان دو چیزوں پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ حکومت کا کام ہے کہ قیمتوں کو control کرے' لوگوں کو امن و امان مہیا کرے۔ مختلف تجاویز آئی ہیں میں اس چیز سے اتفاق کرتا ہوں کہ ایک کمیٹی بنائی جائے اور تجاویز لے لی جائیں اور ان پر باقاعدہ عملدرآمد کے لیے سوچا جائے۔ ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ یہ تب ہو گا جب آبادی پر control ہو۔ ٹھیک ہے۔ کسی حوالے سے آپ نے ٹھیک کہا۔ لیکن اگر کسی غریب کے گھر میں دس بچے ہیں۔ پانچ بچے ہیں' سات بچے ہیں' وہ کما کر دیتے ہیں' سب محنت کرتے ہیں' مزدوری کرتے ہیں۔ ان کا خرچ کتنا ہے۔ پانچ روپے میں ناشتہ کرتے ہیں' دس روپے میں دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں۔ بیس روپے میں ان کا رات کا سارا گھر کا خرچہ ہو جاتا ہے اور جو بڑے لوگ ہیں' جن کے ناشتے پر ایک لاکھ کا خرچ ہوتا

ہے ' دوپہر کے کھانے پر دو لاکھ اور رات کے کھانے پر پانچ لاکھ ۔ سزا تو ان کو دینی چاہیے ' جو قومی خزانے پر بوجھ بنے ہوئے ہیں ۔ غریب بوجھ نہیں ہے ۔ لوٹنے والے اور قومی ملکیتوں کو ہضم کرنے والے ' قرضہ لے کر معاف کرانے والے بوجھ ہیں۔ کم از کم ان چیزوں کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے ۔ یہ بھی کہا گیا کہ جناب! بجلی پر تب control ہو گا جب ہم ڈیم بنائیں گے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ہے آپ ڈیم بنائیں ۔ لیکن آپ دیکھیں کہ اس حوالے سے باقی صوبوں کے لوگوں کا کیا خیال ہے' اس سے ان کا نقصان ہوتا ہے یا فائدہ ہوتا ہے ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر باقاعدہ ڈیبیٹ کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ڈیم بنانے سے سندھ کا پانی متاثر ہو گا اور سندھ کو شدید ترین نقصان پہنچے گا ۔ عام طور پر ٹی وی پر اور جتنے دوسرے چینلز ہیں ' وہاں پر لوگ آتے ہیں کہ جناب عالی! اتنا بہت سارا پانی کوٹری down stream میں جاتا ہے جو سمندر میں گر کر ضائع ہو جاتا ہے ۔ ہم اسے بچانا چاہتے ہیں ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں کوٹری سے نیچے دو تین مرتبہ پانی دیکھا ہے ۔ ورنہ میں نے وہاں پانی نہیں دیکھا ' ریت ہی ریت دیکھی ہے ۔ جب پانی ہے ہی نہیں تو آپ جمع کیا کریں گے ۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جناب عالی! سیلاب جب آتے ہیں تو ہم وہ پانی سٹور کریں گے ۔ تو ہمارے سندھ کی زمین ساری پکے کی زمین نہیں ہے ۔ پکے کی زمین کم ہے اور کچے کی زمین زیادہ ہے ۔ لاکھوں ایکڑ زمین سیلابی پانی سے آباد ہوتی ہے اور پھر سندھ کا زیر زمین پانی نمکین ہے ' وہ میٹھا پانی نہیں ہے ۔ ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے اور پاکستان کسی ایک صوبے کا نام تو نہیں ہے ۔ پاکستان چار صوبوں کے وفاق کا نام ہے ۔ جب تین صوبے ان ڈیموں کو مسترد کر چکے ہیں تو پھر اس پر ضد کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ حقائق کو تسلیم کرنا چاہیے ۔ آپ کے پاس متبادل موجود ہے ۔ ہمارے سندھ میں تھر کے علاقے میں اتنا کوئلہ موجود ہے کہ آپ وہاں پر بجلی گھر قائم کر سکتے ہیں اور کچھ عرصہ پہلے وہاں پر جو چین کے ماہرین تشریف لائے تھے ' انہوں نے کہا تھا کہ تھر میں اتنا کوئلہ موجود ہے کہ ایک سو سال تک اس کوئلے سے آپ پورے پاکستان کو بجلی فراہم کر سکتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام چیزوں کو سامنے رکھا جائے ۔ مہنگائی کے حقیقی اسباب کو سامنے رکھ کر باقاعدہ پالیسی وضع کی جائے اور غریب لوگوں کے حال پر رحم کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ و آخر

دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ ڈاکٹر صاحب۔ ڈار صاحب بھی نہیں ہیں اور انور بیگ بھی نہیں ہیں ۔ رخسانہ زبیری صاحبہ ۔

سینیٹر انجینئر رخسانہ زبیری ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔جناب چیئرمین ! میں آپ کو مبارک باد پیش کرنا چاہتی ہوں کہ آپ اس موقر ادارے کے ڈپٹی چیئرمین منتخب ہوئے ہیں اور تقریباً ایک سال کے بعد یہ ایوان مکمل ہوا ہے ۔ آپ کے توسط سے چیئرمین سومرو صاحب کو بھی اور تمام نئے اراکین کو ، جنہوں نے اس مرتبہ حلف اٹھایا مبارک باد پیش کرتی ہوں ۔

آج جس تحریک پر ہم بحث کر رہے ہیں کہ price hike in the country with particular reference to essential commodities, essential commodities میں essential services بھی ہم شامل کرلیں تو اس کا impact ہمیں صحیح طور پر پتا چلتا ہے ۔ کیونکہ essential commodities ہر شخص کی ضرورت ہے ' essential services ہر شخص کی ضرورت ہے اور جو attitudes ہو گئے ہیں کہ corruption is accepted as a norm of life ہر level پر from bottom, from gross roots to the top level یعنی کہیں پر بھی کوئی روک نہیں تو ان تینوں چیزوں کا impact جب ایک عام آدمی پر ہوتا ہے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی یہاں پرمغز تقاریر ہوئی ہیں۔ Motion discuss ہو رہی ہے' اس کا impact کیا ہے' اس کا کیا فائدہ ہوگا' کیا یہاں پر کوئی action generate ہوگا یا ہمیں وزیر مملکت کی ایک اچھی سی sleeping pill مل جائے گی and we will go happily that we made good speeches, we did a good job. جناب ! problem یہ ہے کہ as members of the House ہم بھی اس price hike کے ذمہ دار ہیں،ہم ذمہ دار ہیں اس لیے کہ جب بجٹ آتا ہے تو گورنمنٹ treasury benches میں اور Opposition benches میں بٹ جاتی ہے وہاں تو ہم یہ نہیں دیکھتے کہ یہ ہماری پارٹی کے خلاف بات ہے ، ہمیں پارٹی line tow کرنی ہے یا ممیکت کے خلاف بات ہے اور اسی طرح سے اپوزیشن کوئی بات کرتی ہے تو اس کو مملکت کے خلاف لیا جاتا ہے حالانکہ وہ کسی حکومت کے

خلاف بات ہوتی ہے اور اس کو target کیا جاتا ہے۔

جناب ! میں آپ کو بتانا چاہوں گی کہ یہاں پر ایڈجرنمنٹ موشن پیش ہوئی پروفیسر خورشید صاحب نے petroleum price hike پر adjournment motion پیش کی جو کہ ہاؤس کی کمیٹی کو پیش کی گئی' ہاؤس کی کمیٹی نے پھر اپنی ایک sub committee بنائی جس میں تمام پارٹیوں کے اراکین موجود تھے اور اس کمیٹی میں سرور کاکڑصاحب نے بہت زیادہ محنت کی ' سعید ہاشمی صاحب موجود ہیں امان اللہ کنرانی یہاں موجود نہیں ہیں ' بلیدی صاحب یہاں موجود نہیں ہیں۔ سب نے مل کر مہیم خان بلوچ صاحب we all worked together, we worked as a nation. We were not divided into parties, we worked hard. اس کی رپورٹ مارچ میں کمیٹی کو present ہوگئی اور اس رپورٹ میں اب تک ہم سنتے آئے تھے کہ petrol کی prices اس لئے زیادہ ہیں چونکہ international market میں زیادہ ہیں' International market کے ساتھ linked ہیں اور وہ ہر دفعہ یہی کہتے تھے کہ یہ international prices سے linked ہیں لیکن جناب ! انہوں نے ہمارے سامنے black and white میں admit کیا کہ ہم over charge کر رہے ہیں اور جو گورنمنٹ نے فارمولہ دیا تھا اس فارمولے سے بھی زیادہ ہم charge کر رہے ہیں and we submitted all those proofs to the Committee. Sir, now I expect یہاں اتنا اچھا ماحول ہے' یہاں پر کہتے ہیں کہ آج divided بھی نہیں ہے تو یہ ہاؤس کم سے کم حاصل کے طور پر بات طے کرے کہ ہاں اس رپورٹ کو یہاں discuss کریں اور اس پر oil companies نے عمل نہیں کیا' اس سے زیادہ charge کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ یہ ایک agricultural ملک ہے' یہاں پر بہت سے لوگ اپنے گھروں میں ایندھن کے طور پر kerosene oil استعمال کرتے ہیں۔ جناب ! اس پر 11% ڈیوٹی لگا دی گئی اور اس ڈیوٹی پر یہ ساری چیزیں import نہیں ہو رہیں' نہ diesel import ہو رہا ہے' نہ light diesel oil ہو رہا ہے' نہ kerosene ہو رہا ہے اور نہ ہی jet fuel ہو رہا ہے۔میں jet fuel پر بات نہیں کرتی وہ جہازوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہ تینوں چیزیں import نہیں ہوتیں' سو فیصد یہ پاکستانی products ہیں اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو ڈیوٹی ہے وہ Government of Pakistan کو نہیں جاتی' اگر گورنمنٹ کو جاتی تو وہ

پیسہ کسی نہ کسی طرح عوام میں آ جاتا despite all the corruption یہ پیسہ refineries and oil companies کو جا رہا ہے' یہ کس نے allow کیا' یہ بجٹ میں approve ہوا اور پھر اس کو LFO میں validate قرار دیا گیا' that is part of it تو یہ چیزیں ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ اربوں روپے ' اب ہم یہاں بات کر رہے ہوتے ہیں تو جو abstract topics ہیں ہم ان پر بات کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر آپ specific دیکھیں تو یہاں پر آج تک کسی بات پر بھی عمل نہیں ہوا ہے۔ So, sir I would strongly put forward before you کہ کم از کم آج ہمیں یہ assurance ملے کہ جو Standing Committee کی recommendations آتی ہیں ان پر proper طریقے سے عمل ہو

جناب! دوسری بات یہ ہے کہ وزیر موصوف یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' میں ان سے بھی یہ چاہوں گی کہ وہ اپنے wind up میں ہمیں یہ بتائیں کہ کیا essential commodities جو ہیں اس میں جو Cabinet کی کمیٹی ہے' کیا اس میں غذائی اجناس شامل ہیں؟ کیا اس میں گیہوں شامل ہے؟ کیا اس میں شکر شامل ہے ؟ کیا اس میں ایندھن شامل ہے؟

I have been told that is not part of that, they don't have the jurisdiction to discuss that. So, they talk about *Lal Mirch* and all that which is not so important.

اور جناب! دوسری بات یہ ہے کہ ایک یہ بھی خبر آئی کہ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے بنکوں کو letter لکھا کہ آپ ہمیں بتائیں کہ کتنے بنکوں نے sugar کو co-lateral کے طور پر accept کیا

and that is another reason for hoarding. Sir, just to sum up quickly

ہمارے honourable member سیف اللہ صاحب نے فرمایا کہ private power projects کی وجہ سے مہنگائی بڑھی لیکن fact یہ ہے کہ Furnace Oil کو de-regulate کیا گیا three private companies کا cartel ہے اس میں انہوں نے WAPDA کو بھی allow نہیں کیا۔ Oil sector میں کوئی de-regulation نہیں ہوئی ہے۔ Furnace oil جتنی قیمت پر آنا چاہیے تھا اس سے کہیں زیادہ قیمت پر آ رہا ہے اور پاکستان میں فروخت ہو رہا ہے۔ وہ سب

de-regulation کے نام پر ہو رہا ہے اور de-regulation کا مطلب ہے competition, competition کا مطلب ہے لوگوں کو فائدہ لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے - بلکہ یہ تین لوگوں کا cartel بن گیا ہے - پہلے IPPs کو بھی import کرنے کے لئے allow کیا تھا اور واپڈا کو بھی کیا گیا تھا - پھر ایک کابینہ کی میٹنگ ہوئی اور اس میں ایک سب کمیٹی بنی اور اس نے کہا کہ آپ import نہیں کریں - اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ 70 Dollars per barrel تھا - جناب! ابھی 1st October کو highest تھا that was 70 Dollars per barrel crude اس کے بعد 1st October سے price کردی - پہلے تو کہتے تھے کہ international price سے linked ہے - پھر اس کو 1st October کی price سے freeze کردیا - آج تک ہم زیادہ pay کر رہے ہیں - Over- charging پر over charging ہو رہی ہے - پٹرول پر تقریبا ساڑھے پانچ روپے اور اس دوران میں بھی یہ تقریباً 13 billion روپے - ڈیڑھ سو ارب روپے زیادہ charge کیے تھے - 13 بلین اب اور یہ اس بنیاد پر allow کیا تھا کہ ریفائنری کی اچھی production کے لئے جو پیسے چاہییں وہ عوام سے لیے جائیں - یہ جو میں نے پہلے آپ سے عرض کیا تھا کہ 11% duty allow کی اس کا basic یہ reason دیا گیا تھا

that to improve the quality of their products, so as to improve the quality also the people of Pakistan have paid, but they have not re-invested a single penny into improving it, there should be a commission, they should inquire where the money has gone

اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اب price fix کی ہے - اب کہتے ہیں کہ ہم OGRA کو دے دیں گے لیکن we want that لوگوں کا جو پیسہ ہے ' ڈیڑھ سو ارب روپے وہ اور اٹھارہ ارب روپے یہ جو پہلی اکتوبر سے لے کر آج تک انہوں نے زیادہ لیے ہیں جناب! یہ پیسے واپس آنے چاہئیں اور یہ جو public services ہیں health, education اس کے لیے مختص ہونے چاہئیں -

Thank you very much.

Mr. Deputy Chairman: Thank you Rukhsana Zuberi Sahiba,

you brought some pertinent questions

اور وہ جو کمیٹی کی رپورٹ ہے جس میں whole House was represented, سیکریٹری سینیٹ صاحب it has to be اس کا status اس وقت کیا ہے جس کا وہ کہہ رہی ہیں - We will check with them.O.K انشاء اللہ ----- جی بلور صاحب -

سینیٹر الیاس احمد بلور : Sir, میں بڑی معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چند ایسی families ہوتی ہیں ' چند ایسے دوست ہوتے ہیں جو سدا بہار وزیر اور حکومتوں میں رہتے ہیں اور ہم سدا بہار اپوزیشن والے ہیں - ہم نے تین سال میں ایک جھونکا کھایا تھا - چند لوگ یہ فرما رہے ہیں کہ ڈیم بنانا چاہیے تھا - بیس سال سے کالا باغ ڈیم controversial ہے - بیس سال سے وہ لوگ ان کے بھائی 'سارے لوگ یہاں وزیر تھے کیوں نہیں بنایا- آج اگر بھاشا کا افتتاح ہوا ہے تو بیس سال پہلے کیوں نہیں ہوا - ذمہ داری ہماری تو نہیں ہے ---

جناب ڈپٹی چیئرمین، بلور صاحب ! کیونکہ اس وقت national issue پر بات ہو رہی ہے essential commodities کی problems and price hike, we will get after it and we should focus on that میں آپ کو بھی وقت دیتا ہوں - We will go according to the list.-جی پروفیسر صاحب -

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : آپ نے بہت صحیح کہا کہ جو report, petroleum issue پر آئی تھی وہ House میں lay تو ہوگئی لیکن نہ تو اس پر discussion ہوئی ہے ' نہ implementation کی کوئی رپورٹ آئی ہے - جہاں تک مجھے یاد ہے اس سے پہلے ایک فیصلہ ہم نے کیا تھا کہ جو بھی recommendations آئیں government, within a reasonable time response دے گی کہ how far it has been implemented and it is not implemented why? ایسا نہیں ہوا ہے - ہم چاہیں گے کہ آپ اور سیکریٹریٹ اس کو take up کریں اور اگر ایوان میں دوبارہ discuss کرنے کی ضرورت ہے تو پھر یہاں لایا جائے -

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی انشاء اللہ it will be done. محمد عباس کمیلی صاحب -

سینیٹر محمد عباس کمیلی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جناب چیئرمین ! میں سب

سے پہلے آپ کو اور محمد میاں سومرو صاحب کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ دوبارہ Chairman elect ہوئے ہیں اور آپ Deputy Chairman اور اس طرح سے یہ عہدہ ایک عرصے تک خالی رہا جو اب پر ہوگیا ہے اور دوسرا یہ کہ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سینیٹ کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے election بھی ہوگئے جس میں کوئی بدمزگی نہیں ہوئی البتہ جو کچھ اس کے بعد ہوا اس کو نظرانداز کرتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ جس طرح سے ہم نے تین سال مکمل کیے ہیں' آئندہ کے تین سال بھی یہ ہاؤس اسی طرح خوش اسلوبی سے مکمل کرے گا۔

آج ہم ایک انتہائی اہم issue پر گفتگو کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میرے کچھ دوستوں نے کہا Opposition کی طرف سے کہ یہ مسئلہ نہ Opposition کا ہے نہ Treasury Benches کا ہے' یہ national issue ہے' یہ پورے ملک کا issue ہے۔ لہٰذا اس میں ہمیں سیاست سے بالاتر ہو کر سوچنا ہوگا اور نہ صرف تقاریر کرنی ہوں گی بلکہ عملی تجاویز پیش کرنی ہوں گی اور ان پر سختی سے عمل کرنا ہوگا اس لیے کہ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ اس ملک میں غربت کا ہے اور مہنگائی کا ہے۔ ہمیں غربت کو control کرنا ہوگا۔ ہمیں مہنگائی کو control کرنا ہوگا اور اگر ہم اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو سمجھیے کہ جتنے بھی ہم بلند و بالا دعوے کر رہے ہیں وہ سب بے کار ہیں' سب فضول ہیں۔ اگر خزانہ بڑھتا چلا جا رہا ہے' foreign exchange میں اضافہ ہو رہا ہے' اگر stock exchange میں بڑی ترقی ہو رہی ہے' اگر foreign exchange reserves بڑھ رہے ہیں تو اس سے غریب آدمی کو کیا حاصل ہو رہا ہے؟ عوام کو کیا حاصل ہو رہا ہے؟ اس کا فائدہ trickle down کہاں ہو رہا ہے؟ بات تو تب ہے جب عوام کی حالت بہتر ہو۔ بات تو تب ہے جب غربت کا خاتمہ ہو ورنہ اگر چند خاندان ہی' چند خانوادے ہی اپنی دولت اور ثروت میں اضافہ کر رہے ہیں اور ان کی خوشحالی بڑھ رہی ہے تو اس سے ملک کی خوشحالی' میں نہیں سمجھتا' بڑھ رہی ہے۔

آج جیسا کہ ابھی کہا گیا' اس وقت دو طبقے ہیں۔ واضح طور پر ایک امیر طبقہ ہے جو دن بدن امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور ایک غریب طبقہ ہے جو دن بدن غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ جہاں خودکشیاں ہو رہی ہیں' جہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے' جہاں فاقے ہو رہے ہیں' ہم

نے ان کے لیے کیا کیا؟ بات یہ ہے کہ آج -/3000 روپے میں کیا کوئی گھر چل سکتا ہے جیسا ابھی ابھی سیف اللہ صاحب نے فرمایا کہ بجلی کا بل ہی -/800 روپے آجاتا ہے۔ پھر transportation ہے، مکانات کے کرایے ہیں تو ایک غریب آدمی خودکشی نہیں کرے گا تو کیا کرے گا۔ ہمیں ہر طرح سے، جس جس field میں monopolies قائم ہو چکی ہیں، ان monopolies کو ختم کرنا ہوگا۔ ایک سبب مہنگائی کا hoarding ہے، ذخیرہ اندوزی سے قرآن نے روکا ہے، شریعت نے روکا ہے لیکن ہمارے یہاں ببانگ دہل ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کا کوئی محاسبہ نہیں کرتا۔ NAB میں بھی اگر معاملہ چلا جاتا ہے تو پھر NAB نہ جانے کن وجوہات پر پیچھے ہٹ جاتی ہے اور ان لوگوں کو پھر کھلا میدان مل جاتا ہے۔ آج جو کچھ NAB نے کیا ہے، اس کے اثرات یہ ہوں گے کہ آئندہ دوسری اشیاء کی بھی قیمتیں اسی طرح سے بڑھیں گی اور دوسری اشیاء پر جن لوگوں کا control ہے وہ جرأت مندی کے ساتھ قیمتیں بڑھا دیں گے یہ سمجھتے ہوئے کہ ہمارا کوئی محاسبہ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس ادارے کو جسے NAB کہتے ہیں اسے صحیح معنوں میں غیر جانبدار اور فعال ہونا ہوگا اور یہ صرف چند سیاستدانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ باقی جو ذخیرہ اندوزی کر رہے ہیں، جو black marketting کر رہے ہیں، جنہوں نے عوام کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے، ان کے لیے ان کو حرکت میں آنا ہوگا اور عمل میں آنا ہوگا اور آج میں سمجھتا ہوں، میری تجویز یہ ہے کہ اسی سینیٹ میں ایک کمیٹی قائم کی جائے جو مستقل طور پر قیمتوں کی نگرانی کرے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ ہمیں ہرصورت میں مہنگائی پر قابو پانا ہوگا، غربت کو ختم کرنا ہوگا، پچھلے بجٹ کے موقع پر بھی بڑی تقریریں ہوئیں۔ ایک ہی چیز کو آپ نے دیکھ لیا اور دنیا نے دیکھا جو گاڑیوں کی import allow کی گئی۔ حالانکہ پوری طرح سے reconditioned cars allow نہیں ہوئیں لیکن کتنا فرق آیا market میں۔ یہاں پر جو manufacturers تھے، جو own لے رہے تھے ایک ایک، ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپے، آج وہ بغیر own کے گاڑیاں دینے پر تیار ہیں۔ جب تک یہ monopoly کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا جب تک کھلی چھوٹ جو دی جا رہی ہے، نہیں دی جائے گی اور جب تک price contr نہیں کیا جائے گا یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا، یہ مسئلہ بہت ہی اہم ہے ورنہ ساری ترقیوں کے دعوے فضول ہیں اگر مہنگائی کو control نہیں کیا گیا اور غربت پر قابو نہیں پایا گیا۔ شکریہ۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you Komaili sahib. Maulana Gul Naseeb Khan sahib.

سینیٹر مولانا گل نصیب خان ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے ایک انتہائی اہم موضوع پر بات کرنے کی اجازت فرمائی۔ میں اس نشست پر براجمان ہونے پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ میں بجا طور پر یہ توقع کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تبارک تعالیٰ سومرو صاحب اور آپ کی سرپرستی میں سینیٹ اپنی مدت انتہائی خوشگواری سے پوری کرے گا اور اللہ ایسے ہی کرے۔

آج کا موضوع اس ملک میں غربت، بے روزگاری اور مہنگائی ہے۔ میرے خیال میں اگر میں صحیح سمجھا ہوں تو عوامی نمائندگان کا یہاں پر آنا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے سوچنا، اس میں سب سے اہم اور ضروری موضوع بھی یہی ہے۔

جناب چیئرمین! اس وقت ملک میں گرانی اور مہنگائی کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ فاضل ارکان نے اس کی وضاحت بھی کی۔ لوگ مختلف مشکلات سے دوچار ہیں تو یہ ضروری تھا کہ پوری قوم کی مشکل کے بارے میں سینیٹ میں debate ہو اور اس debate کے نتیجے میں ایک ایسا حل تلاش کیا جائے جو قوم کے لئے اور ملک کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔

جناب چیئرمین! کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن کی وجہ سے اس ملک میں مہنگائی، بیروزگاری اور غربت ہوگئی۔ اس وقت مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا مفہوم یاد آجاتا ہے کہ غربت ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان کو کافر بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہاں اس ملک میں اکثریت غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی ہے۔ ان پر اس سے زیادہ مہنگائی اور گرانی کا لانا، اس سے وہی لوگ باخبر ہیں جو اس مشکل سے دوچار ہیں۔ میرے خیال میں دیگر وجوہات کے علاوہ اس مہنگائی اور گرانی اور بے روزگاری میں ایک عنصر اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے اس ملک کو اسلام کے نام پر آزاد کرایا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ اس ملک کا ایک نظریہ ہے، اس ملک کے آئین میں اس نظریے کا تعین کیا ہوا ہے۔ وہی نظریہ، وہی نظام اور وہی system اگر ملک میں نافذ، جاری و ساری ہے تو ظاہری بات ہے کہ ان مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت سرمایہ دارانہ نظام ایک اژدھا بن کر دنیا کی اقتصادیات کو ہڑپ کر رہا ہے اور سرمایہ داری کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے اور سود ایک ایسا عفریت ہے جس نے تیسری دنیا کے مظلوم ملکوں کو ہڑپ کرلیا ہے' ان کی اقتصادیات کو برباد کر دیا ہے' ان کے معاشی ڈھانچے کو برباد کر دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر ہم اپنی معیشت کو اور اپنی اقتصادیات کو منظم کر رہے ہوں اور اس کو ملک کے لیے قابل عمل بنا رہے ہوں تو اس میں سب سے پہلا وہی عنصر جو قرآن و سنت میں ہے کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ جو لوگ سود نہیں چھوڑتے ان کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے تو ظاہر بات ہے جو اللہ کے ساتھ لڑے گا وہ شکست ہی کھائے گا۔ جس اقتصادیات اور معیشت کی بنیاد سود پر ہو اس سے ہمیں یقینی طور پر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئرمین! اسلامی اقتصادیات سب سے اہم پہلو ہے۔ الاقتصاد نصف المعیشت' کہ آمدن اور خرچ میں میانہ روی اپنائی جائے۔ یہی سب سے کامیاب معیشت ہوتی ہے لیکن یہاں پر جناب چیئرمین صاحب! ہمارے بجٹ کیا ہوتے ہیں اور ہماری آمدن کیا ہوتی ہے اور ہمارے اخراجات کیا ہوتے ہیں اس کے لیے کبھی بھی سنجیدگی سے نہیں سوچا گیا کہ ہم اپنے اخراجات کو اپنی آمدن کے مطابق بنائیں۔ اس پر کبھی نہیں سوچا گیا۔ لہٰذا حکومت وقت اس میں گنہگار ہو سکتی ہے اور اس سے پہلی حکومتوں میں بھی قیمتیں بڑھی ہیں صرف اس حکومت میں نہیں بڑھی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس کے بعد بھی جس کی حکومت آئے گی اس میں بھی قیمتیں بڑھیں گی۔ جب تک ہم سسٹم پر نہیں سوچیں گے' جب تک ہم ایک نظام کی تشکیل نہیں کرتے اس وقت تک اس پر کنٹرول کرنا' مہنگائی کے پہاڑ توڑنا ہمارے بس کی بات نہیں ہو گی۔

محترم جناب چیئرمین صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ احتکار اسلامی اقتصادیات میں منع ہے کہ قیمت کے لیے مال کو گوداموں میں رکھنا اور گرانی پیدا کرنا' مصنوعی گرانی پیدا کرنا یہ حرام ہے۔ اسلامی اقتصادیات کے حوالے سے حکمران اس کے پابند ہیں کہ وہ احتکار سے لوگوں کو منع کریں' ان کو سزا دیں اور دین اسلام نے اس شخص کو شیطان کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے' ملعون کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو احتکار کرتے ہیں۔

تو اب احتکار ہو رہے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں لیکن ہم ہاتھ نہیں ڈال سکتے ہیں۔ ہاتھ ڈالنا کس

کا کام ہے ۔ ٹھیک ہے اسی حکومت میں زیادہ قیمتیں بڑھیں لیکن اس سے پہلے حکومتوں میں بھی بڑھیں لیکن احتکار کرنے والوں پر ہاتھ ڈالنا کس کا کام ہے؟ یہ تو حکمرانوں کا کام ہے۔ جناب چیئرمین! احتکار پر ہم کنٹرول نہیں کر سکتے۔ اسلامی اقتصادیات کا ایک اور پہلو دیکھئے کہ اسلامی اقتصادیات میں یہ ہے کہ ملاوٹ کرنا ناجائز ہے اور میں نے خود بی بی سی کی رپورٹ سنی' آج سے دو تین سال پہلے کہ پاکستان میں 25% اموات ملاوٹ شدہ غذا استعمال کرنے سے ہوتی ہیں۔ اسلام نے تو ہمیں واضح کر دیا کہ جو ملاوٹ کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے' وہ مسلمانوں کی صفوں میں سے نہیں ہے لیکن آج ہم ملاوٹ پر بھی قابو نہ پا سکے۔

جناب چیئرمین! ایسے ہی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ من لم یقنع لم یشبہ' اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس کو جو روزی دی ہے وہ اسی پر قناعت نہ کرے تو وہ پوری دنیا کا مالک بن جائے' اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی۔ اور جناب نبی کریم علیہ صلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد مبارک ہے کہ اگر ایک آدمی کو سونے کا پہاڑ احد دیا جائے تو وہ دوسرے کے لئے سوال کرے گا اور اگر دوسرا دیا جائے تو وہ تیسرے کے لئے سوال کرے گا۔ جب تک ہم قناعت پیدا نہیں کریں گے اور اللہ کے دیے ہوئے پر اللہ کا شکر ادا نہیں کریں گے اور اس کو اقتصادیات کی بنیاد نہیں بنائیں گے' اس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکتے۔

محترم جناب چیئرمین! سب سے اہم اور ضروری مسئلہ جو ہے وہ transfer of power ہے کہ اس ملک کی قوت کس کے پاس ہے؟ جب تک اس ملک کی طاقت پارلیمنٹ کے پاس نہ ہو اس ملک کا مالک معلوم نہیں ہوگا اور جب اس ملک کا مالک معلوم نہیں ہوگا' اس پر رونے والا کون ہوگا۔ آج ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے اور ایک پارلیمنٹرین کی حیثیت سے' میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ یہاں پر جو اختیار ہے' یہ اختیار نہیں ہے۔ ہم تنخواہ تو لیتے ہیں' مراعات تو لیتے ہیں لیکن وہ قوت پارلیمنٹ میں نہیں ہے جو اپنے کئے ہوئے فیصلوں پر implementation کرائے۔ یہاں پر ہماری کمیٹیوں نے بہت اچھی تجاویز بنا کر حکومت کے حوالے کی ہیں۔ اس ملک کے پارلیمنٹیرین اور اس ملک کے انتہائی ماہرین جو اس ملک اور قوم کا سرمایہ ہیں ان کی تقریریں ضائع ہوتی جا رہی ہیں۔ جب تک اس پارلیمنٹ کو بااختیار نہیں بنایا جاتا' ہم مسائل کے حل نہیں نکال

سکتے۔

محترم جناب چیئرمین! فضول خرچی کی بات ہو گئی۔ یہ اسلامی اقتصادیات کی بنیاد ہے۔ اب فضول خرچی کو کون روکے؟ لوگ فضول خرچی کرتے ہیں لیکن روکنے والا کون ہے اور فضول خرچی کرنے والا کون ہے؟ اس کا تعین کون کرے گا؟ محترم جناب چیئرمین! میرے پاس اس وقت وہ ساری تفصیل موجود ہے کہ اس حکومت میں کتنی مہنگائی آئی ہے' اس سے پہلے کتنی آئی تھی اور اس وقت ہم کس پوزیشن میں ہیں؟ مجھ سے پہلے بھی معزز اراکین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ میں ایک ہی عرض کروں کہ اسی حکومت میں جب میں پہلی دفعہ سینیٹ میں آیا تو ایک ہزار روپے کے پٹرول پر میں "دیر" سے یہاں بھی آ جاتا اور واپس بھی چلا جاتا۔ لیکن اب یہ صورتحال ہے کہ ایک ہزار روپے کا پٹرول میرے ایک طرف کے لئے بھی کافی نہیں۔ اب صورتحال اس حد تک پہنچی کہ ہماری تنخواہ اور سارے الاؤنسز ہماری ضروریات کے لئے کافی نہیں ہیں تو عام آدمی کی تنخواہ کا ہم کیا پوچھ سکتے ہیں؟ میرے ذہن اور فکر میں یہی چند گزارشات تھیں کہ جب تک ہم اقتصادیات کو اسلام کے ڈھانچے میں نہیں ڈھالیں گے ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ مولانا گل نصیب صاحب۔ ثناء بلوچ صاحب نہیں ہیں۔ صفدر عباسی صاحب آخر میں تقریر کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر بابر اعوان صاحب۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، بہت لمبی فہرست ہے۔ تمام ارکان کو موقع ملے گا۔ آپ کہیں تو تہجد تک اجلاس چلائیں گے۔ جی بابر صاحب۔

(مداخلت)

سینیٹر کامل علی آغا، جناب! دیکھیں ان کا دوسرا نمبر تھا۔ کوئی غلطی ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، کامل آغا صاحب! سب کو موقع ملے گا۔ یہ ایسا subject ہے کہ اس پر سب سننا چاہتے ہیں۔ چلیں بابر اعوان صاحب۔

Senator Dr. Zaheeruddin Babar Awan: My time starts now,

I believe.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

I take this opportunity first of all to welcome you Mr. Chairman, in the Chair, it's a great pleasure to have because this was a constitutional vacancy which has been filled after very great delay and I share the feelings of the House to welcome you today in this Chair. I believe, there is a consensus across the board in the House on three points. No. 1

مہنگائی ہے' No.2 control نہیں ہو رہی ہے اور No.3 راستہ نکلنا چاہیے۔

But the great emphasis has been laid Mr. Chairman, on definition of the basic needs and I wonder the speakers not less than Mr. Khalid Ranjha who himself is a great lawyer and great friend of mine, he also said something about it. May I draw the attention of the House Mr. Chairman, to Article-38 of the Constitution,

یہ وہ Article ہے جس میں ریاست نے پاکستان کے شہریوں سے کچھ وعدے کئے ہیں اور ان میں سے میں صرف تین وعدے پڑھنا چاہتا ہوں۔ لفظ ہے'

State shall, it is an imperative, there is no discretion with the State.

to provide for all citizens, within available پہلے تو ریاست اس بات کی پابند ہے

resources of the country, facilities for work and adequate livelihood with

reasonable rest and leisure. پہلی بات یہ ہے کہ ریاست نے وعدہ کر رکھا ہے کہ لوگوں کو اہلیت کے مطابق' تعلیم کے مطابق' صلاحیت کے مطابق نوکری میں' روزگار میں مساوات کا موقع دیا جائے گا۔ دوسرا وعدہ

I am reading Clause (d), provide basic necessities of life such as food, clothing, housing, education and medical relief, for all such citizens, irrespective of sex, caste, creed or race as are permanently or temporarily

unable to earn their livelihood on account of infirmity, sickness or unemployment.

تیسرا وعدہ

I am reading Clause (e) of Article-38, reduce this disparity in the income and earnings of individuals, including persons... I will have an emphasis on the forthcoming words, the learned House, including persons in the various classes of the service of Pakistan,

میں سمجھتا ہوں کہ بدقسمتی سے آج ریاست کے سنگھاسن پر بیٹھے ہوئے لوگ جن کے پاس اختیار، اقتدار کا منبع ہے، یہ وعدے بھول گئے ہیں اور اسی وجہ سے پاکستان کے لوگوں کو بدقسمتی کے ساتھ وقتاً فوقتاً معاشی مجبوریوں کی وجہ سے وہ باتیں کہنی پڑتی ہیں جو 1971 سے پہلے مشرقی پاکستان والے کہا کرتے تھے۔ Let me assure this House کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا سبب دو قومی نظریے کی ناکامی نہیں تھا اور بنگلہ دیش کی سیاست نے یہ ثابت کیا کہ وہ سبب صرف اور صرف معاشی محرومی تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت basic issue of the price hike has four dimensions. No. 1 پہلی بات یہ ہے کہ کیا ملک کے اندر کوئی ایسا ادارہ ہے، کوئی ایسا mechanism ہے، کوئی ایسی policy ہے، کوئی ایسا قانون ہے یا کوئی ایسی جگہ ہے جو consumer protection کا فرض ادا کرتی ہو۔ Japan کے اندر دو سال پہلے ڈبل روٹی مہنگی ہوئی، consumer protection کا قانون اتنا زوردار ہے اور consumer protection کے قانون کی وجہ سے تین دن کے اندر ڈبل روٹی واپس اپنی قیمت پر آ گئی، this is the recent history of an Asian country. so called بدقسمتی سے devolution plan کی وجہ سے، کسی کا کام ہوتا تھا، لوگ Resident Magistrate, Assistant Commissioner, Deputy Commissioner کو ڈھونڈتے تھے، آج کسی کو پتا نہیں ہے کہ وہ کہاں جائیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ یہ پہلی بات ہے جس کی وجہ سے economy کے اندر بدقسمتی سے پاکستان میں ایک unfair play شروع ہوا اور ملک کے اندر price control کا کوئی نظام سرے سے موجود نہیں ہے۔ لوگوں کے پاس فریاد کرنے

والی کوئی جگہ نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ میرے اِس سائیڈ، اُس سائیڈ کے دوستوں کو کھل کر بات کرنی چاہیئے۔ اس آدمی کی بات کرنی چاہیئے جو اپنی بات نہیں کر سکتا، اس کی بات کرنی چاہیئے جس کے پاس آواز بلند کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اور اس کی بات کرنی چاہیئے جس کے پاس آواز بلند کرنے کا وقت نہیں ہے اور پاکستان کے down trodden لوگوں کی بات کرنی چاہیئے، جو بھولے ہوئے، بسرے ہوئے، گمشدہ لوگ ہیں جو بدقسمتی سے سرکار کے ایجنڈے پر موجود نہیں ہیں ان کی بات کرنی چاہیئے۔ معزز چیئرمین صاحب! میں اس کا دوسرا پہلو جو House کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، وہ پہلو یہ ہے کہ کیا یہ ریاست principle of policy کے Article (38) میں کیے گئے وعدوں کے مطابق قوم کے ساتھ انصاف کر رہی ہے؟ اگر نہیں کر رہی تو میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا قول دہرانا چاہتا ہوں جو ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہونا چاہیئے کہ

کوئی ریاست کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے، ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ ملک جو زرعی ملک ہے، وہاں سے گائیں، بھینسیں، بکریاں ترکوں میں نہیں ٹرالروں میں بھر کر اسمگل ہوتی ہیں، وہاں سے پیاز، آلو، ٹماٹر، سبزیاں اور دالیں اسمگل ہوتی ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں کس سے فریاد کروں؟ میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں کہ میں اس پاکستان کا بیٹا ہوں جس میں ان کو روکنے والا کوئی نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ یہ سارا کچھ کہاں جاتا ہے لیکن

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

(ڈیسک بجائے گئے)

تیسرا پہلو میں جس کی طرف، اس معزز ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جناب! وہ معاشی مساوات، موقع کی مساوات ہے۔ آپ دیکھ لیجیے کہ یہاں بڑا آدمی کھڑا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اگر تمہیں روٹی نہیں ملتی تو موبائل فون سنو۔ اگر اسلام آباد کے اندر traffic jam ہوتا ہے تو تم ہیلی کاپٹر میں آیا کرو۔ وہ کہتا ہے کہ اگر تمہیں public transport نہیں ملتی تو تم مرسڈیز کیوں استعمال نہیں کرتے؟ میں ان کے لیے کسی شاعر کی زبان میں صرف ایک بات کہنا چاہتا

ہوں' اس لیے کہ میرے پاس وقت مختصر ہے اور وہ بات یہ ہے کہ

تو ہے سورج' تجھے معلوم کہاں رات کا دکھ
تو کسی روز میرے گھر میں اتر شام کے بعد

(ڈیسک بجائے گئے)

چوتھی بات جو میں آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں کہ کیا دنیا کے اندر ایسے ممالک ہیں یا نہیں جہاں پر لوگوں کو ایک حد تک مفت تعلیم' مفت medical facility, مفت رہائش ملتی ہے۔ بچہ' بچی شادی کرتے ہیں' سرکار ان کے گھر آ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ common family, joint family میں نہ رہیں آپ کے لیے سرکار کا مکان حاضر ہے' آپ تشریف لے آیئے۔ ایک اور بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر آج بلوچستان میں کوئی حالات کو کنٹرول کرنے کے قابل نہیں ہے' دھماکہ ہوتا ہے' گیس کی پائپ لائن پھٹتی ہے یا کسی علاقے میں بجلی چوری ہو جاتی ہے' دھماکہ کرنے والا کوئی اور ہوتا ہے اور bill کا دھماکہ غریب کے گھر ہوتا ہے' اس مہینے غریبوں کے گھروں میں گیس کا bill چار' چار ہزار روپے آیا ہے' اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو line damage ہوئی ہے اس کے ذمہ دار بھی ہم ہیں۔

جناب چیئرمین! میں دو گزارشات اور کر کے اپنی بات wind up کرنا چاہتا ہوں' میں بہت لمبی بات کو مختصر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ آج کچھ لوگوں تک مہنگائی نہیں پہنچتی' اس لیے کہ وہ پاکستان کا پانی نہیں پیتے' وہ پاکستان کی ڈبل روٹی نہیں کھاتے' وہ پاکستان کا جوتا نہیں پہنتے' وہ پاکستان کا سوٹ نہیں پہنتے' وہ پاکستان کی ٹائی نہیں پہنتے اور دوسری طرف مخلوق خدا کا حال یہ ہے کہ

ہر ایک شخص اسی کی دہائی دیتا ہے
بڑا عجیب سا منظر دکھائی دیتا ہے
محل کے سامنے اک شور ہے قیامت کا
امیر شہر کو اونچا سنائی دیتا ہے

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب والا! میں آخر میں دو گزارشات جو کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت لوگوں پر مہربانی کرے اور وہ مہربانی یہ کر سکتی ہے کہ جس jet speed سے مہنگائی بڑھتی ہے' اس کے proportionate غریبوں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔

یہ اسلامی' فلاحی' جمہوری ' پارلیمانی ریاست لوگوں کو مہنگائی کی نسبت کے ساتھ سہولت دے ۔ مہنگائی کی نسبت کے ساتھ لوگوں کی تنخواہ ہو اور مزدور کی کم از کم تنخواہ مقرر کی جائے۔

مزدور کے حوالے سے میں ایک شعر کے حوالے سے اپنا مافی الضمیر بیان کرنا چاہتا ہوں جو قحط بنگال کے موقع پر ساحر لدھیانوی نے کہا تھا' آج وہی حالت پاکستان میں ہے کہ

شاہراہیں اسی واسطے بنی تھیں کیا
کہ ان پر دیش کی جنتا سسک سسک کے مرے
زمین نے کیا اسی کارن اناج اگلا تھا
کہ نسل آدم و حوا بلک بلک کے مرے
ملیں اس لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں
چمن کو اس لیے مالی نے خون سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

اور میری آخری گزارش یہ ہے کہ پالیسی یہ ہونی چاہیے کہ ایوان میں کی گئی بات-- یہ پاکستان کے اندر سپریم ادارہ ہے' let me say this on record کہ سینیٹ کے بعد کوئی دوسرا معتبر ادارہ موجود نہیں ہے' یہ ایوان بالا ہے اگر اس کی بات بھی نہیں سنی جاتی تو پھر اللہ مالک ہے ۔

جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر حکومت price control committees بنانے میں دلچسپی نہیں رکھتی تو سینیٹ ایک قرارداد پاس کرے کہ price control committees بنائیں انشاء اللہ میں قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ سینیٹ NAB کی طرح ہاتھ لگا کر نہیں بھاگے گا' سینیٹ انشاء اللہ العزیز کھڑا رہے گا اور جو احتساب کے قابل ہوں گے ان کا احتساب کرے گا۔ مجھے سینیٹ پر اعتبار ہے۔

جناب چیئرمین! میں conclude کرتا ہوں۔

چلو اٹھو زمیں کھودیں اور اس میں اپنے دل بو دیں
اسے سینچیں پھر اپنی آرزوؤں کے پسینے سے
کہ اس بے رنگ جینے سے نہ میں خوش ہوں نہ تم خوش ہو۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، اعوان صاحب ڈاکٹر صفدر عباسی صاحب کا بھی وقت لے گئے۔ جمال خان لغاری۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' (عربی) جناب چیئرمین صاحب! میرے معزز اور مقدس اراکین سینیٹ' السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاۃ' جناب والا! مہنگائی کس کو affect کرتی ہے' کس کو affect نہیں کرتی۔ بلور صاحب نے فرمایا کہ نوابوں' سرداروں' جاگیرداروں کو affect نہیں کرتی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، I don't want to interrupt you. بلور صاحب کو یہ کہیں کہ businessmen کو بھی نہیں کرتی۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری، جناب والا! مہنگائی ہر ایک کو بڑے زور و شور سے affect کرتی ہے' جو حق کھاتے ہیں ان کو بھی کرتی ہے اور جو ناحق کھاتے ہیں ان کو بھی کرتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی ہوسوں کو پورا کرنا ہوتا ہے جو وہ اپنے حق کے ذریعہ معاش سے پورا نہیں کر سکتے' مہنگائی ہر ایک کو کسی نہ کسی طریقے سے affect کرتی ہے۔ جنت سے دوزخ لے جانے والی بھی یہی مہنگائی ہے۔ بہرحال یہ مختصر بات کرنے کے بعد میں ایک بات پورے ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ یہاں پر مختلف معزز اراکین نے بات کی' چینی' تیل اور روزمرہ کی ضروریات زندگی ہیں' ہر ایک میں مہنگائی آئی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ماسوائے معزز بابر اعوان صاحب کے کسی اور نے کوئی حل پیش نہیں کیا کہ اس کا تدارک کیا کیا جائے۔ میں ڈیرہ غازی خان کا چار سال ضلع ناظم بھی رہ چکا ہوں' آپ کے علم میں یہ بات ضرور ہوگی کہ صدر جنرل پرویز مشرف صاحب کا جو ایک اقتدار کی منتقلی کا ایک انقلابی قدم تھا اس میں بدقسمتی سے کچھ ایسے loop holes رہ گئے تھے جن کے پورے نہ ہونے کے سبب سے آج کل ہم لوگوں

کو اس طرح کے آزمائشی دور سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ضلعی حکومتوں کو اور جو TMAs ہیں ان کو صحیح طور پر empower کیا جائے اور ان کو magisterial powers دی جائیں تو وہ روزمرہ کی گرانی اور مہنگائی کے لیے ایک بہترین check and balance کا سبب بن سکتی ہیں۔ یہ فوری طور پر short term solution ہے۔ اگر آپ long term solution کی بات کرتے ہیں تو جس قسم کے mega projects آج کل ہماری حکومت نے envision کیے ہوئے ہیں اگر ان کی فوری طور پر implementation شروع کر دی جائے اور الحمد للہ کر دی گئی ہے جس میں ملک کے جو کچے کھاتے ہیں' ان کی پختگی کا کام ہے' جو ایک بہترین employment کا ذریعہ ہے اور اس سے مہنگائی کو انشاء اللہ over a period of time control کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح جو dams کا project ہے

of course, with the concurrence of the Opposition, the Opposition must be taken on board because they are very much part of Pakistan

ان کے ساتھ باہمی صلاح مشورے سے انشاء اللہ ہم آہنگی پیدا کر کے' اس پر فوری طور پر کام شروع کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ اس طرح کے جو اور mega projects ہیں جیسے سندھ کے اندر' صوبہ بلوچستان میں اور جنوبی پنجاب کے جو بلوچستان کے ساتھ متصل اضلاع ہیں ان میں west of the canal کا بہت بہترین زرخیز علاقہ ہے وہاں پر جو hill terrains آتے ہیں' جن کو رود کوہی کے نام سے جانا جاتا ہے اگر ان کی صحیح معنوں میں harnessing کر دی جائے تو وہ بنجر لیکن زرخیز اراضی ہے اس پر قیمتی کینولا اور مختلف فصلوں کو اگا کر غریب لوگوں کے لیے روزگار create کیا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے projects جو آج کل on grounds نظر نہیں آ رہے لیکن ان کے اوپر کروڑ ہا روپے مختص کر دیے گئے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ ہماری غریب معیشت اور اقتصادیات اس قسم کے فرسودہ projects کی کسی صورت میں بھی متحمل نہیں ہے۔ We should shun away with those projects, I would not like to name them on this floor at the moment. ساتھ ہی جو کئی projects ہیں جس طرح AID ہے' AID کا ایک project کئی ملین ڈالرز کا پاکستان میں آ رہا ہے اور کئی ایسے

ہیں مثلاً National Child-Mothercare کے projects آ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح بدقسمتی سے کئی millions and millions of dollars کے foreign projects آتے ہیں لیکن چونکہ check and balance ان پر نہیں ہوتا اور صحیح معنوں میں Local Governments کو ان کے اندر incorporate نہیں کیا جاتا' وہ سارے کے سارے ایک تاریخ کے سیاہ باب کے طور پر یاد کیے جاتے ہیں۔ ان تمام projects میں اس مقدس اور معزز ایوان میں میری گزارش ہو گی کہ international third party monitoring and evaluation کا system incorporate کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے مقدس اور معزز ایوان کے وہ اراکین جن کا تعلق Opposition سے ہے ان سب کو بھی اس کے اندر شامل کیا جائے so that it should be a very clean and transparent process.

Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ' ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! پہلے میں آپ کو اس ذمہ داری سنبھالنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں جو آپ کے پاس آئی۔ جناب! میں بات کا آغاز یہاں سے کرنا چاہتی ہوں کہ پاکستان کا قیام ایک جدید اسلامی' ظاہی' جمہوری اور پارلیمانی ریاست کے طور پر عمل میں آیا جس کے لیے علامہ اقبال نے بھی یہ کہا کہ یہاں غریب کو روٹی ملے گی اور قائد اعظم نے بھی یہ فرمایا کہ یہ ایک ایسی ریاست ہو گی جہاں پر جاگیرداروں کی بجائے غریب مسلمانوں کو اقتصادی اور معاشی مسائل سے نجات ملے گی اور اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے موقع ملے گا۔ جناب! اسی کے تسلسل میں 16 اکتوبر 1999 کو صدر جنرل پرویز صاحب نے اپنے سات نکات قوم کے سامنے پیش کیے تو ان میں سے ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ وہ غربت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں ۔ لیکن آج چھ سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے اور جتنی رپورٹس ہمارے سامنے آئی ہیں ' وہ خود اس بات پر شاہد ہیں کہ غربت کم نہیں ہوئی ' غربت بڑھی ہے ۔ ان رپورٹس میں سے ایک آدھ کا حوالہ میں بھی دینا چاہوں گی کہ ایشیائی ترقیاتی بنک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی چوالیس فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے ۔ عالمی بنک کی

رپورٹ کے مطابق صرف صوبہ سندھ میں ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۵ء میں غریبوں کی تعداد بڑھ کر ڈیڑھ کروڑ ہو گئی ہے اور اس میں دو کروڑ چالیس لاکھ بیروزگار ہیں اور ان میں سالانہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ ایشیائی ترقیاتی بنک کی رپورٹ کے مطابق ہی قیمتوں میں پچاس سے دو سو فیصد تک اضافہ ہوا ہے اور یہ اضافہ اشیائے خوردنی یا بنیادی ضروریات پر ہے ۔ اس کے ساتھ ' میں سمجھتی ہوں جیسے ابھی بہت سے ممبران کی طرف سے وضاحت بھی آ گئی ہے کہ بنیادی ضروریات میں گیس اور تیل بھی شامل ہے ۔جب ان کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو ایک جگہ سے دوسری جگہ جب فصلوں کی transportation ہوتی ہے تو اس کی قیمتیں بڑھتی ہیں ' وہ بھی ساتھ شامل ہو جاتی ہیں یا جب ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے ویگن اور بس والے فوری طور پر کرایہ بڑھا دیتے ہیں اور پھر ہر روز بس مالکان اور مسافروں کی لڑائیاں شروع ہوتی ہیں ' وہ خود اس بات کی گواہ ہیں کہ وہ بھی ایک بنیادی ضرورت ہے جس کا اثر عوام پر پڑتا ہے ۔ جناب میں سمجھتی ہوں کہ اس میں بھی کوئی ابہام نہیں ہونا چاہیے کہ تعلیم خود ایک بنیادی ضرورت ہے اور ہر بچے کا یہ حق ہے کہ اسے تعلیم ملے ۔ لیکن ہماری اس وقت کی جو صورت ہے وہ یہ ہے کہ ایک کروڑ سے زائد بچے سکول جانے کی عمر میں ہیں ' مگر وہ محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہیں اس غربت کی وجہ سے ۔ چالیس فیصد بچے ایسے ہیں جو پانچویں جماعت پہنچنے سے پہلے سکول چھوڑ کر اپنے غریب ماں باپ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیتے ہیں ۔ مکان کا تو شاید ذکر کرنا بھی فضول ہے آج کی مہنگائی کے دور میں اور میرا خیال ہے غریب تو کیا ' سفید پوش لوگ بھی اپنا مکان بنانے کے بارے میں نہیں سوچ سکتے اور خود ہمارے حلقے کے کئی لوگ ذکر کر رہے ہوتے ہیں کہ اسلام آباد میں گھروں کا جو کرایہ ہم دیتے تھے وہ اب بہت بڑھ گیا ہے اور وہ بڑھتے ہوئے کرائے بھی اس middle man کی پہنچ سے باہر نکلتے جا رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ علاج بھی بنیادی ضروریات میں شامل ہے ' جیسے پہلے بھی ذکر ہوا کہ وہ سارا بجٹ خراب کر دیتا ہے اور اس وقت چھوٹے موٹے امراض کی جو دوائیاں ہیں 'ایک دفعہ ڈاکٹر کے پاس سے ہو کر آئیں تو کتنی ساری رقم اس پر لگتی ہے اور اس میں بھی یہ بڑی اہم بات مجھے لگی کہ چالیس فیصد بچے پانچ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی نہ کسی بیماری کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں ۔ بس یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگ ' عورتیں ' بچے ' ایک بیمار بچہ گود میں اٹھائے ' ایک دوائی کی شیشی ہاتھ میں پکڑے

جہاں پر ٹریفک رکتی ہے ' وہاں پر ایک عورت آ جائے گی یا ایک چھوٹا بچہ مانگتا ہوا نظر آئے گا ۔ یہ بھکاری پن ہم نے جو لوگوں کو دیا ہے یہ اس غربت کا ہی تحفہ ہے اور اس کے ساتھ ہم نے ملازمت میں بچوں اور عورتوں کو بھی گھسیٹ لیا ہے ' یہ بھی اس غربت کا ہی تحفہ ہے اور اس مہنگائی کی وجہ سے یہ اثرات آ رہے ہیں ۔ میں اپنی تجاویز میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ بنیادی بات تو ان معاشی policies کی ہے ' ان کو درست کرنے کی ضرورت ہے ' جس کی وجہ سے ہمارے ملک میں دو طبقات پیدا ہو رہے ہیں ۔ ایک طبقہ امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور دوسرا غریب سے غریب تر اور اس کی طرف بہت ساری رپورٹس نے اشارہ کیا ہے کہ یہ gap بڑھتا جا رہا ہے اور یہ ہماری معاشی پالیسیوں کا نتیجہ ہے جسے درست کرنے کی ضرورت ہے ۔ دوسری چیز میں سمجھتی ہوں موثر انتظامی لائحہ عمل اور ڈھانچہ بنانا چاہیے جو اس چور بازاری' ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری کے خاتمے کی موثر کوشش کر سکے ۔ جناب یہ بھی بڑے افسوس کی بات ہے کہ تقریریں ہوتی ہیں ۔مشورے دیے جاتے ہیں ' کمیٹیاں بنتی ہیں ' مگر اس کے بعد مسائل جوں کے توں رہتے ہیں ۔ ۔ اس کو بھی ہمیں دیکھنا ہے کسی نہ کسی طرح سے' جو باتیں ہوتی ہیں' ان کو نتیجہ تک پہنچانے کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے ۔ ایک بات میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ملک میں demand & supply کو ایک لیول پر رکھنا ' اس پر نگاہ رکھنا ' یہ حکومت کی ذمہ داری ہے ' یہ نہیں ہے کہ جب shortage ہو جائے تو تب سرپلس چیزیں آ جائیں' کبھی آلو کی بہتات ہو جائے تو کبھی چینی کی کمی ہو جائے تو کبھی سبزیوں میں اسی طرح ہو جائے ۔اس کو پہلے ہی کیوں نہیں foresee کر لیا جاتا کہ یہ صورت حال پیدا ہونے والی ہے اور اس کو درست کر لیا جائے ۔ پھر اس کے ساتھ جو ضروری بنیادی چیزیں ہیں ان پر جو sales tax لگتا ہے اس کی طرف بھی توجہ دی جائے تو قیمتوں کو ایک لیول پر رکھا جا سکتا ہے ۔پرائس کنٹرول لسٹ لگتی تو ہے لیکن جو so called سستے بازار ہیں ' جمعہ بازار ہے ' اتوار بازار ہے ' اس میں اس پر پوری طرح سے عمل نہیں ہوتا۔اس پر عمل کرانے کے لیے جیسے تجویز آئی کہ ایسی کمیٹی بنے جو اس پر عمل درآمد کرا سکے ۔ آخری بات جو میں کہنا چاہتی ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں اسلام کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور کھرچ کھرچ کر ان چیزوں کو ختم کرنے کی بجائے' اس کو اپنے نظام کے اندر اس طرح لانا چاہیے کہ اس کی برکتیں ہم دیکھ سکیں ۔ ایک تو بنیادی

بات سود سے پاک معیشت کی بنیاد ہے اور دوسری بات سادگی اور قناعت کا نظام ہے ۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ وقت یاد کرکے کہ جب ایک دفعہ حضرت عمر تشریف لائے اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ عمر کس چیز نے تمہیں رنجیدہ کیا تو انہوں نے کہا کہ جناب! جو دنیا کے سردار ہیں وہ تو اتنی شان و شوکت سے رہتے ہیں اور آپ کے گھر کا اثاثہ کل ایک کھری چارپائی ' اور ایک تکیہ جسکے اندر چھال بھری ہوئی تھی اور ایک لکڑی کا پیالہ اور مٹکا۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج شاید نوکروں کے نوکروں کے نوکر بھی کبھی اس status میں نہیں رہتے ہوں گے۔ تو جناب! اس کی طرف بھی ہم سب کو مل کر سوچنا ہے اور جو بڑے بڑے مناصب پر ہیں ' ان کی اتنی ہی بڑی ذمہ داری بنتی ہے وہ اس کی طرف ایک قدم اٹھائیں اور معاشرے کے اندر یہ رواج دیں کہ ہم سادگی اپنانے والے ہیں۔ وہ قناعت کرنے والے ہوں ۔ یہ شاہ خرچیاں ' فضول خرچیاں جب تک یہ ختم نہیں ہوتیں تب تک اس پر عمل نہیں ہو سکتا اور میں یہ بات بھی کہنا چاہتی ہوں کہ جو قانون بنے یا کوئی بات طے ہو اور اگر اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا تو زیادہ بہتر ہے کہ اس کو چھیڑا ہی نہ جائے ۔ بہت ہی اچھا ہوتا اگر یہ کیس نیب کے پاس نہ گیا ہوتا۔ ایسے ہی رہتا ' مجھے لگتا ہے کہ اب اس کے پاس جا کر جب عمل درآمد رکا ہے تو پہلے تو دو لوگوں نے ہاتھ مارا تھا' اب آج سے آٹھ لوگ آئندہ یہی کریں گے اور یہاں ایوان میں اتنی لمبی بات ہوئی کہ وزیر اعظم صاحب تشریف لائے اور آ کر ہمیں briefing دی لیکن اس سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوا ۔ اگر اتنے بڑے ایوانوں میں بات ایسے ہواؤں میں تحلیل ہو جانی ہے تو پھر مجھے نہیں پتا کہ کس forum پر بات کرنے کا کوئی فائدہ ہو گا۔ تو ہمیں یہ ضرور کوشش کرنی چاہیے کہ جو با اختیار forum ہیں وہ با اختیار ہوں اور جو وعدے اور جو بات قوم کے ساتھ کی جائے ۔ اس کو نبھایا جائے ۔ شکریہ ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، ڈاکٹر صفد عباسی صاحب ' please

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی ، شکریہ جناب چیئرمین! یہ آج کی price hike کے حوالے سے بحث ہے ۔ آج گزشتہ سیشن کی continuity میں یہ بحث شروع ہوئی ہے اور میں ایوان کے آگے یہ بات رکھوں گا کہ بنیادی بحث ہماری حکومت کی چینی کے حوالے سے شروع

ہوئی تھی اور جیسے پروفیسر خورشید صاحب اور دیگر دوستوں نے جو پچھلے ہاؤس میں تھے انہوں نے point out کیا تھا کہ اس وقت حکومت نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وزیر اعظم صاحب خود آئیں گے اور چینی کے بحران پر جو گورنمنٹ کے views ہیں اور گورنمنٹ کی جو پالیسی ہے وہ بیان کریں گے لیکن میں معذرت سے کہوں گا کہ ابھی تک ہم انتظار میں ہیں اور یہ وعدہ جناب وسیم سجاد لیڈر آف دی ہاؤس نے کیا تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ وعدہ ایسے ہی کیا گیا تھا یا کسی سے پوچھے بغیر کیا گیا ہو۔ لیکن ہم ابھی تک منتظر ہیں کہ اس پالیسی کے حوالے سے ایوان کو confidence میں لیا جاتا۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ۱۹۹۹ء سے اس ملک کے اندر جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالا اور ۱۹۹۹ء سے ہی شوکت عزیز صاحب اس ملک کے پہلے فنانس منسٹر اور پھر اب وزیراعظم ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ دیکھنے کا وقت آ رہا ہے کہ ان کی اقتصادی پالیسیوں کا اس ملک، اس کے عوام پر کیا اثر ہوا ہے؟ آیا اس ملک کے عوام پیچھے گئے یا آگے گئے ہیں؟ آیا وہ اقتصادی پالیسیاں کامیابی کی طرف یا ناکامی کی طرف گئی ہیں؟ آیا ان سے اس ملک کے عوام کی بہتری ہوئی ہے یا نہیں ہوئی؟ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اس کا serious analysis کیا جائے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جتنے دوستوں نے بھی مہنگائی کے حوالے سے بات کی ہے وہ اسی analysis کی طرف ایک قدم ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومتی گورکھ دھندوں میں جائے بغیر ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ SPI میں یہ تبدیلی آئی، CPI میں یہ تبدیلی آئی۔ Growth اتنی بڑھ گئی، اقتصادی حالت یہ ہوگئی، investment اتنی آگئی، stock exchange گیارہ ہزار پر پہنچ گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو حقیقی صورتحال ہے اور میں بخدا اس میں کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لے رہا کہ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اب عوام اور عام آدمی اور مزدور چیخ رہا ہے کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہاں پر دوستوں نے بات کی کہ کوئی روک ٹوک نہیں ہے، کوئی check نہیں ہے، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

جناب! آج تک پاکستان کی تاریخ میں اس طرح نہیں ہوا کہ اٹھارہ روپے کلو چینی ملتی تھی جو کہ تین ماہ میں ستائیس روپے کلو پر پہنچی، اور ایک مہینے کے اندر وہ سینتالیس روپے کلو پر پہنچ گئی، اور کوئی اس کو پوچھنے والا نہیں ہے۔ اور میری نظر میں آپ اور چیزوں پر نہ جائیں۔ آٹا

کدھر ہے ؟ اس پر نہیں جاتے ۔ گھی کی کیا پوزیشن ہے ؟ اس میں نہیں جاتے ۔ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ پاکستان کے اندر ٹماٹر پچاس روپے کلو تک بھی بکا ' پیاز چالیس روپے کلو میں بکا ' سبزیوں کے جو ریٹ ہیں وہ کبھی پاکستان کی تاریخ میں ایسے نہیں ملے۔ گوشت اور اس کی قیمتیں تو سواتی صاحب نے آپ کو بتا ہی دیں۔ دودھ آج چالیس روپے لیٹر فروخت ہو رہا ہے ۔ لیکن میں ان چیزوں میں نہیں جاتا ۔ میں ان چیزوں کو پیچھے کرتا ہوں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی پالیسیاں کیا ہیں ' ان کی سوچ کیا ہے ؟ اگر سوچ ہی گندی ہوگی تو عوام کو کیا ریلیف مل سکتا ہے ۔ اور جو کچھ واقعات پچھلے دو مہینے کے اندر ' میں چینی پر اس لئے concentrate کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہاں اس پر بہت بات ہوچکی ہے ۔ جو کچھ بھی پچھلے دو تین مہینے میں حکومت کی پالیسیوں کا دیوالیہ پن سامنے آیا ہے وہ چینی کے بحران سے آپ کے سامنے آپ کو نظر آرہا ہے ۔

جناب ! ہوتا کیا ہے کہ جب یہ قیمت بڑھنا شروع ہوتی ہے تو باقاعدہ importers کو بلایا جاتا ہے اور ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ چینی import کریں اور فنانس منسٹری کے افراد جن کو وزیر اعظم directly control کرتے ہیں ' میں ان importers کے نام نہیں لینا چاہتا لیکن ان کو بلاکر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ یہ بات اپنے ذہنوں میں رکھیں کہ یہ حکومت کی پالیسی ہے کہ ہم چینی کی قیمت کو international prices سے نیچے نہیں گرنے دیں گے اور جناب! اس وقت international price کیا تھی چالیس روپے کلو ۔ آپ import کرو ۔ انہوں نے کہا کہ جی ہم امپورٹ کرتے ہیں تو اس سے چینی کی price گرنے کا خدشہ ہے اور ہمیں نقصان ہوگا۔ان کو کہا گیا کہ نہیں' یہ حکومت کی پالیسی ہے کہ international price پر چینی پاکستان میں بکے گی۔

جناب! اگر آپ چینی کی قیمت ایک ماہ میں double کر دیں یہ بہانہ کرتے ہوئے کہ جی international price سے نیچے ہم نہیں گرنے دیں گے تو جیسے پروفیسر صاحب نے بالکل صحیح کہا کہ جناب! purchasing power کدھر ہے۔ 3000 dollar کے مقابلے میں ہم -/3000 روپے بھی نہیں دیتے کسی کو۔ یہاں پر ایسے بھی لوگ ہیں جناب! جو میں نے دیکھے ہیں جو -/1500 روپے میں پورا مہینہ گزارتے ہیں' ان کی تنخواہ -/1500 روپے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ میں نے ایسے بھی daily wage لوگ دیکھے ہیں جو کہ دن میں بمشکل -/60 یا -/70 روپے گھر لے

کر جاتے ہیں۔ ان کو آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم international price پر آپ کو چینی دیں گے۔ جناب! mechanisms fail ہو چکے ہیں' policies تو fail ہوئی ہوئی ہیں اور میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور آج میں یہ repeat کروں گا کہ شوکت عزیز جیسا بڑا economic disaster پاکستان نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ ہم نے دیکھے ہیں۔ پاکستان میں بہت سے مرحلے آئے۔ اقتصادی خرابیاں بھی ہوئیں' ہمیں اقتصادی چوٹیں بھی لگیں' problems بھی آئے لیکن Pakistan sustain کر گیا تھا لیکن میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ یہ crisis جو اب پاکستان دیکھنے جا رہا ہے وہ sustain نہیں کر سکتا جہاں 10 billion dollar کا آپ کا budget deficit ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Dr. Safdar, you have crossed your time limit.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، میں دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ 10 billion dollar کا trade deficit ہے۔

(مداخلت)

جناب عمر ایوب خان، جناب! یہ personal remarks نہ دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، وزیر خزانہ صاحب! تھوڑی سی تسلی رکھیں۔ آپ 10 billion dollar trade deficit میں ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، اچھا! اب آپ conclude کریں because other speakers are also waiting.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی، جناب! میں آخر میں یہ کہوں گا۔۔۔۔۔ پھر کیا ہوا جناب! پھر وہ case NAB کو گیا کہ جی NAB inquire کرے گا اور پتا نہیں کہاں سے orders آئے۔ NAB کی اپنی statement ہے اور میں آپ کو کہہ رہا ہوں جو اخباروں میں چھپی ہے' وہ FIR ہے کسی ایک یا دو آدمیوں کے خلاف۔ اگر انہوں نے غور سے اس statement کو نہیں پڑھا تو میں ان کو وہ بتاتا چلوں۔ میں NAB کی credibility کو zero

سمجھتا ہوں اس لیے کہ that is the political arm of the Government جو ان کی سیاست کو tailor کرتا ہے لیکن NAB کا statement ہے' وہ کیا کہتے ہیں کہ جی ہم اس لیے withdraw کر رہے ہیں کیونکہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اس action سے چینی کی قیمت بڑھ جائے گی اور آخر میں NAB کا spokesman کیا کہتا ہے' وہ کہتا ہے کہ ہم دیکھیں گے کہ ہمارے withdrawal کے بعد چینی کی قیمت کہاں جاتی ہے۔ جناب! آج market میں چینی کی قیمت -/45 روپے فی کلو ہو چکی ہے۔ لہٰذا وہ FIR ہے۔ کس کے خلاف ہے؟ میں یہ وقت پر چھوڑتا ہوں اور اس ملک کے عوام کی judgement پر چھوڑ رہا ہوں کہ وہ FIR کس کے خلاف ہے۔ باقی مہنگائی پر پھر کسی وقت بات ہو گی۔ بہت مہربانی' بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ میڈم آپ سے پہلے پیرزادہ صاحب کافی دیر سے wait کر رہے ہیں۔ You are a late comer. آپ نے بہت آخر میں نام بھیجا ہے۔ آپ کی باری آئے گی۔

سینیٹر سعدیہ عباسی، جو ممبر بھی تقریر کرتا ہے وہ اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ We are going out of courtesy.

جناب ڈپٹی چیئرمین، وہ تو ہمیں norms خود ہی بنانے ہوں گے amongst ourselves ایک self-built mechanism پیدا کرنے کے لیے to respect each other.

سینیٹر سعدیہ عباسی، یہاں پر کتنے بندے بیٹھے ہوئے ہیں؟ 12 بندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

It is out of courtesy to the speakers who are going to speak. So, why not tomorrow?

جناب ڈپٹی چیئرمین، اس وقت تک تو programme یہی ہے۔

Now, we will continue.

Mr. Omar Ayub Khan: Sir, my humble submission is, sir, that today this was both the Treasury and the Opposition Benches together,

it is a Private Members' Day's Motion. باہمی اتفاق سے آج یہ Motion آیا' حالانکہ there are couple of important delegations, I ہماری commitments ہیں جناب ! have to wind up this debate and tomorrow it is going to be very difficult.

Mr. Deputy Chairman: I think we will go through it. Pirzada sahib please.

پیرزادہ صاحب! گزارش ہے کہ ابھی repetitions ہوگئی ہیں' آپ کو میں بالکل نہیں کہنا چاہتا۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ ، یہ جو بھائی صاحب نے فرمایا کہ اس کو ختم ہونا چاہیئے' میں کہہ رہا ہوں کہ جو اہم ترین موضوع ہو' اس کے لئے اہم ترین اصحاب کا عدد پہلے معین کر لیا جائے کہ اتنے اصحاب بول سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں بول سکتے۔ اپوزیشن اور گورنمنٹ کے سب ساتھیوں کو برابر کا موقع دیا جائے۔ اگر سب نے ہی بولنا ہے تو اس کو دنوں پر divide کر دیا جائے اس لئے کہ آج کل ڈالڈا گھی وغیرہ کھا کھا کر ہڈیاں اتنا کام نہیں کر رہیں کہ پندرہ گھنٹے یہاں پر بیٹھے رہیں۔ آپ اگر اس کو تقسیم ایسے کر دیں یا عدد سپیکر کا محدود کر دیں' کیونکہ یہ تقریریں یہاں پر نہیں ہو رہی ہیں' گھیوں میں بھی یہی تقریریں ہو رہی ہیں۔ میرے خیال میں ہم سے اچھا بولنے والے وہاں پر بول رہے ہیں' ہوٹلوں میں بھی یہی تقریریں ہو رہی ہیں۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ تقریر میں کروں یا نہ کروں' میں تو بغیر تقریر کے بھی بیٹھ جاؤں گا کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن ہم تقریر میں بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کئے جا رہے ہیں' حکومت کو بھی ناراض کئے جا رہے ہیں' اپوزیشن کو بھی ناراض کئے جا رہے ہیں اور اپنی ہڈیوں کو بھی ناراض کئے جا رہے ہیں کوئی نتیجہ تو نکل نہیں رہا۔ کبھی کہتے ہیں کہ بچے مار دو مہنگائی ختم ہو جائے گی' فلاں کردو یہ ہو جائے گا۔ یار اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں (عربی) کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ہم نے کیا زمین کو پورا نہیں بنایا ہے' تمہارے زندوں کے لئے بھی اور تمہارے مردوں کے لئے بھی' اب یہ بات تو نہیں ہے کہ گھر میں بارہ بچے پیدا ہوگئے اور آدمی کھرک ہے تو چلو جی تین بچوں کو ذبح کر دو۔ یہ مسئلے نہیں ہیں۔ مہنگائی پرانا پھوڑا ہے۔ جس دن سے ہم نے قرآن و حدیث کو چھوڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے برکت اٹھا رکھی ہے۔ یہ تو قرآن سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب تم

میرا کام چھوڑو گے تو میں برکت اٹھا لوں گا۔ اب اس برکت کو واپس کیسے لائیں' اگر سیاسی طور پر دیکھیں تو سیاست کی تاریخ گواہ ہے کہ جب قومیں ترقی کرتی ہیں تو ہر شعبے میں ترقی کرتی ہیں۔ جب قوموں کا دیوالیہ نکلتا ہے اور تنزلی ہوتی ہے تو ہر شعبے میں تنزلی ہوتی ہے۔ نہ تو حکومت پورا کام کر سکتی ہے' نہ اپوزیشن پورا کام کر سکتی ہے' نہ مولوی صاحب مسجد میں پورا کام کر سکتے ہیں' نہ پروفیسر یونیورسٹی میں پورا کام کر سکتا ہے' نہ جنرل صاحب اپنی جگہ' فوجی آدمی اپنی جگہ کام کر سکتا ہے' نہ آجر صحیح ایماندار ہے' نہ معجور صحیح ایماندار ہے'

تار ٹوٹا ہو کہیں تو لگ سکے پیوند بھی
ہو سکے کیا جبکہ ٹوٹی ساری تانی آپ کی

ابھی کس کس تانی پر کیا کیا بات کی جائے' ہر آدمی اگر اٹھ کر ہر موضوع پر بولنا شروع ہو جائے تو یہ کبھی فیصلہ نہیں ہوگا۔ یہ محققین کا کام ہے۔ جس آدمی کی جو specialisation ہے اس کو اچھا time دیا جائے وہ اس پر بات کرے اور جن ساتھیوں نے یہ تجویز دی ہے کہ ایک کمیٹی بنائی جائے' بڑی موثر قسم کی کمیٹی اور اس کے اندر اس بات کو پیش کیا جائے۔ اس کی رپورٹ اس ایوان بالا میں پیش کی جائے۔ یہ تجویز بہت اچھی ہے۔ میں کچھ لکھ کر بیٹھا ہوا تھا' تھک بھی رہا تھا' جل بھی رہا تھا' کڑھ بھی رہا تھا اور خوش بھی ہو رہا تھا لیکن ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ جتنی چیزیں مہنگی ہوئی ہیں یہ سب یہاں کی domestic قسم کی چیزیں ہیں ورنہ چائنا کا الیکٹرانک وغیرہ سب کچھ سستا ہو رہا ہے۔ میں ایک شعر عربی کا پڑھتا ہوں' بڑا مزیدار ہے' مجھے بچپن سے یاد ہے اور وہ شعر یہ ہے (عربی) کہ وہ محروم کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ میری محرومی کی حالت ایسی ہے (عربی) جیسے کہ اونٹ صحرا میں ہے اور اس کو پیاس قتل کئے جا رہی ہے (عربی) جبکہ اس کی کمر پر پانی بھرا ہوا ہے۔ ہماری کمر پر بھرا ہوا ہے (عربی) میں چھوٹا سا تھا' میرے باپ کے بہت بڑے بڑے جنرل مرید تھے اور وہ بیٹھ کر کہتے تھے کہ پیر صاحب اگر صرف گوجرانوالہ کے چاول کو محفوظ کر کے صحیح طریقے سے تقسیم کر دیا تو ایک سال کی پیداوار دس سال تک چل سکتی ہے۔ اگر منٹگمری ضلع جسے ساہیوال کہتے ہیں اس کی صرف گندم کو محفوظ کر کے صحیح تقسیم کر دیا جائے تو پاکستان بیس سال تک گندم کھا سکتا ہے۔ (عربی) ہر چیز ہمارے پاس موجود ہے' ایمان موجود نہیں ہے۔ کوشش کریں کہ کوئی ایماندار کمیٹی

بنے، حزب اختلاف کے لوگ بھی اس میں ہوں، حزب اقتدار، ہم جیسے فقیر بوریا نشین بھی ہوں اور وہ بیٹھ کر سر جوڑ کر، علمی طور پر اس کا تعین کرے۔ میں ان دوستوں کی تائید کرتا ہوں جنہوں نے اس کو پیش کیا کیونکہ

وسعت دل تو بہت ہے، وسعت صحرا کم ہے
اس لئے دل کو تڑپنے کی تمنا کم ہے

اب میں بس کرتا ہوں اور دوسرے حضرات سے بھی کہتا ہوں کہ ایک ایک منٹ کر کے "چلو یار جائیے، روٹی کھائیے"۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، روایت آپ نے اچھی قائم کر دی۔ لیاقت بنگزئی صاحب۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، جناب چیئرمین صاحب! سب سے پہلے میں آپ کو اس سیٹ کے سنبھالنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے بڑی خوبصورت باتیں کیں اور بڑے اچھے شعر سنائے۔ جہاں تک اس ہاؤس میں رپورٹ پیش کرنے کی بات ہے میرا خیال ہے کئی رپورٹیں آئیں کئی گئیں مگر ان رپورٹوں کی حالت اس شعر جیسی ہے کہ،

ہمارے شہر کا انداز ہے عجب یارو
گونگوں کو کہا جاتا ہے بہروں کو پکارو

جناب چیئرمین! کسی بھی ملک کی معیشت کے indicators میں stock market کو دیکھا جاتا ہے۔ اگر indicators منفی ہیں تو معیشت کمزور ہے اگر indicators مثبت ہیں تو معیشت مضبوط ہے۔ اور جہاں انصاف نہ ملے، جہاں انصاف بکے تو وہاں معیشت سدھر سکتی ہے نہ سیاسی حالات اور نہ سماجی حالات۔

جناب چیئرمین! مہنگائی کے عوامل میں ایک تو قدرتی عمل دخل ہے جس میں قحط سالی بھی ہے، سیلاب بھی ہے، زلزلے بھی ہیں جن پر ہمارا بس بھی نہیں۔ یہ قدرتی ہیں مگر دوسری چیزیں جنہیں ہم self-made problems کہتے ہیں جن میں ذخیرہ اندوزی، رشوت ستانی ہے kick backs ہیں، Commission ہے اور حکمرانوں کی شاہ خرچیاں بھی۔

بات طویل کرنے کا میں نے سوچا تھا لیکن بہرحال میں ایک نئی روایت قائم کرنا چاہتا

ہوں کہ ایک منٹ تو ایک منٹ۔ حکومتی ادارے جو اپنے reserve رقومات یعنی جو زرمبادلہ ہیں ان کو اگر فضول اور بے مقصد کاموں میں لگائیں گے اور output نہ ہو تو بھی مہنگائی بڑھتی ہے۔ ہمارے دوست اکثر یہ مثال بھی پیش کرتے ہیں اور بڑی اچھی مثال ہے میں جس کو appreciate بھی کرتا ہوں کہ کوریا کی ترقی میں پاکستانی ذہن اورمنصوبہ بندی شامل ہے۔ جب کوریا نے ہم سے منصوبہ بندی مانگی تھی اور ہم نے ان کو منصوبہ بندی دے دی۔ جناب والا! ذہن اورمنصوبہ بندی یقیناً ہمارے ہوں گے مگر جذبہ اور اعتماد کورین کا اپنا تھا اور آپ کو یہ سن کر حیرت بھی ہوگی کہ میرا خیال ہے کوریا وہ واحد ملک ہے جہاں ٹیکسی ڈرائیور سے لے کر ایک وزیر تک بھی ٹپ لینے کو اپنی انا اور خودداری کے خلاف سمجھتا ہے اور وہ کبھی بھی ٹپ نہیں لیتے اور اگر آپ ان کو ٹپ دے دیں تو وہ انتہائی معذرت کے ساتھ آپ کو واپس دے دیں گے۔ ان کی خودداری کی یہ چھوٹی سی مثال ہے۔ آج وہی کوریا پوری دنیا کو command کر رہا ہے۔

جناب چیئرمین! میں ایک حدیث quote کرنا چاہتا ہوں کہ انما الاعمال بالنیات۔ ہمارے تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی یہاں اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آیا کیا واقعی ہم چاہتے ہیں کہ مہنگائی ختم ہو۔ اگر ہم واقعی چاہتے ہیں کہ مہنگائی ختم ہو' just discussion تک محدود نہ ہو تو اس کے لیے میرے پاس ایک دو تجاویز ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو نوٹ کر سکتے ہیں۔

زرعی پیداوار ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس پر توجہ دی جائے۔ دوسری بات ہمارے کسانوں کی حوصلہ افزائی subsidy کی صورت میں کی جائے کیونکہ بدقسمتی سے کئی مرتبہ میرے مشاہدے میں آیا ہے کہ جب بھی ہماری فصل تیار ہوتی ہے تو عین اسی وقت ہم import کرنے کے licenses issue کرتے ہیں۔ خصوصاً بلوچستان کا پیاز یا آلو یا چاول جب ہماری مارکیٹ میں آجاتا ہے تو اس وقت ہم ایران سے بھی import کرتے ہیں اورجب ہمارے پھل پک جاتے ہیں سیب یا انگور وغیرہ تو ہم شاہراہ قراقرم کا راستہ کھول دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے اس کو ذرا اسی وقت for the the time being کنٹرول کرلیں اور کسی دوسرے ملک کو یہ اجازت نہ دیں۔اور جب ہماری پیداوار شروع ہو جاتی ہے تو ان کو یہاں نہ چھوڑیں۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ نرخ کو یکسانیت دینے کے لئے ہمارے پاس کئی ایک ایسی مثالیں ہیں۔ یورپ' امریکہ اور آسٹریلیا میں وہ اپنے کسانوں کو subsidize کرتے رہتے ہیں تو اگر یہ tradition اور یہ چیز ہم اپنے ملک میں جاری کریں تو میرا خیال ہے کہ جب نرخ کم ہوں تو حکومت ان سے خرید لے اور محفوظ کر لے اور پھر subsidize کرکے لوگوں کو کم نرخ میں مہیا کر دیں۔ مجھے یاد ہے جب میں ۱۹۸۵ میں سعودی عرب گیا تھا تو وہاں جو نرخ تھے اور اب میں ۲۰۰۵ میں عمرے کے لئے سعودی عرب گیا تو وہی نرخ مجھے ۲۰ سال کے بعد ملے۔ اس طرح میں یورپ میں کئی مرتبہ گیا ہوں وہاں بھی انہوں نے یہ چیزیں maintain کی ہوئی ہیں۔ تو ہمیں بھی اپنے کسانوں کو subsidize کرنا چاہیے۔ صنعتی اداروں کو بھی مراعات دینی چاہییں۔ افراط زر کے بارے میں کہوں گا کہ یہ بھی مہنگائی کا سبب بنتا ہے' اس کو بھی کنٹرول کرنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ میری یہ بھی خواہش ہے کہ ملک میں امن و امان کا مسئلہ بھی پیدا نہ ہو کیونکہ یہاں پیدا کیا جاتا ہے۔ میں لفظ "پیدا" پر زور دوں گا کہ یہاں پر ہوتا نہیں پیدا کیا جاتا ہے۔ ہمارے حکمران اس پر بھی ذرا توجہ دیں اور امن و امان کے مسئلے کو بھی کنٹرول کریں۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے اور معیشت کو ترقی دینے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ ڈرائی پورٹس بنائی جائیں۔ ہمارے پورے صوبے میں کوئٹہ میں صرف ایک ڈرائی پورٹ ہے۔ پنجاب میں ایک ہے اور میرا خیال ہے کہ صوبہ سرحد میں بھی ایک ہے۔ جتنی زیادہ ہماری ڈرائی پورٹس ہوں گی اتنا ہی ہماری business community کو فائدہ ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں عالمی مارکیٹ میں access کرنی چاہیے اور اس کو آسان بنایا جائے وگرنہ ہم تو وہ لوگ ہیں کہ ایک گلاس لسی اور دو روٹی ہو تو انشاء اللہ ہم مطمئن ہیں۔ ان چیزوں کے ساتھ ہم نے ۵۰ سال گزارے ہیں اور انشاء اللہ مزید بھی گزاریں گے لیکن ہمیں عزت نفس اور احترام عزیز ہے اس لئے اس کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ہم سے مراد عوام ہیں جو ۱۵ کروڑ پر مشتمل ہیں۔ میں اس تجویز کی حمایت کرتا ہوں جو اس House میں آئی ہے کہ ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس معاملے میں expert ہو۔ مجھ جیسا آدمی شاید اقتصادی حوالے سے بہتر تجویز بھی نہ دے سکے۔ ایک آدھا جملہ بھی نہ بول سکے لیکن الحمدللہ ہمارے اس House میں بڑے اچھے لوگ موجود ہیں' ان کی ایک کمیٹی بنائی جائے اور ان کو دو

مہینے تک مسلسل یہ ٹاسک دیا جائے کہ وہ مہنگائی کو کم کرنے کے حوالے سے جامع، مختصر اور جو implementation کے قابل ہوں، تجاویز بناکر دے دیں۔ میری تقریر بھی اس بات پر ختم ہوگی۔ رانجھا صاحب نے ایک بات کی جو میرے دل کو لگی۔ انہوں نے کہا کہ middle man کی حیثیت کو ختم کیا جائے۔ واقعی اس طبقے نے تو لوٹ مار کا ایک بازار مچایا ہوا ہے۔ زمین سے جب کوئی چیز نکلے اور مارکیٹ تک پہنچے تو اس کی قیمت دو روپے لیکن جب مارکیٹ سے صارف کے پاس آتی ہے تو اس کی قیمت ۲۰ روپے ہوتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس آڑ میں ۱۸ روپے کمائے جاتے ہیں۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ ہماری معیشت پر کس طرح ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! ایک سیدھا سادھا فارم ہے۔ آپ اسے لے لیں اور آپ بنک میں جائیں وہ آپ کو کار خریدنے کی پیش کش کرتے ہیں۔ آپ سے اسی وقت کچھ formalities پر دستخط کروا کر آپ کو چیک دیتے ہیں کہ آپ ایک کار اپنے لئے لے جائیں۔ اب آپ سے وہ ۱۰ فیصد اس پر اپنا interest لیں گے۔ آپ جائیں گے اس کمپنی میں جہاں یہ deliver ہو رہی ہے۔ وہ آپ سے چیک لے لے گی اور آپ کو within one year کار دے دے گی۔

جناب! یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے، اگر آپ دیکھیں کہ ایک company کو اجازت ہے کہ سالانہ 20000 کاریں لوگوں کو deliver کرے۔ اب یہاں سے صارف نے 13% پر ادھار پیسے لئے، وہاں وہ اس company والے کو دیتا ہے، company والے پھر اسی cheque کو اسی بینک میں دیتے ہیں اور دس فیصد اس پر interest لیتے ہیں، یہ کوئی سالانہ 2 billion روپے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں اب یہ کس کی جیب میں جاتے ہیں، عوام کی جیب سے، میری جیب سے نکل کر، بینک والے کے پاس گئے، بینک والے نے پھر اس پر 10% اس company والے کو دیا، مجھ سے 13% لیتا ہے، یہ ایک معاشی ڈاکہ ہے جو ہم پر ڈالا جا رہا ہے۔ ہمارے بڑے اچھے نوجوان اور بڑے competent وزیر مملکت ہیں، میں ان سے خصوصی یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس ڈاکہ زنی کو وہ بند کریں کہ غیر محسوس طریقے سے وہ ہماری جیبوں سے پیسے نکال کر، ہمیں مزید مہنگائی میں پھنسا رہے ہیں۔ وما علینا الالبلاغ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، ہمارا صوبہ بھی بڑا ہے، ہماری گھڑی بھی بہت بڑی ہے۔ اچھا،

6 speakers رہ گئے ہیں، میرے خیال میں وقت سب کو ملنا چاہیے۔ دو، دو منٹ پھر سعدیہ عباسی صاحبہ سے دو منٹ شروع کرتے ہیں۔ You don't want to debate then Mashhaddi sahib please take the floor.

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Mr. Chairman, I would like to congratulate Professor Khurshid Ahmad and Mian Raza Rabbani on putting forward this Motion which is of utmost interest not only to this august House but to the nation as whole. Obviously, both of them have done a great service to this nation and I must also congratulate every single person who has spoken irrespective of which side of the divide he was from. Each and everyone has given variable suggestions. I only hope and pray that the Government will heed to them and try to improve the pitiable condition of the poor masses who are suffering under the burden of ever rising spider of prices. The rising prices is a burning, emotive and sensitive issue which is of interest to everyone in the nation and therefore, it deserves a special attention of this House and of the Government.

Law and order is the prime responsibility of the Government but it is very closely followed by the provision of essential commodities to the populace at reasonable prices, at controlled prices and prices, they can afford so that they can feed their children. This is unfortunate that it does not get the attention that this subject requires and therefore, it's a casuality of good governance in this coutnry. Laws exist, statute books are full of laws to prevent, hoarding, black marketing, smuggling and

raising of the prices and yet they are not implemented because there is something really lacking somewhere. Whether the will is lacking, whether persistance is lacking, whether the desire is lacking to look into this important aspect, this is for the Government to take note of it.

These laws have been openly flouted by the rich and the mighty, by the connected, by the people who are supposed to be looking after welfare of the people themselves, by the bureaucrats, by the police, by the magistrates at the lower level also.

There is also a lack of monitoring of this aspect. Corruption has eaten into the vitals of our society. It is eating up this nation. This cancerous growth has to be stopped. Corruption at all levels is playing a very very big part in the ever rising prices of consumer items. It is because of the prevailing system in the country that the hoarders, the black marketeers, the smugglers, the unscrupulous traders, the businessmen, the industrialist are all flourishing and the poor, the meek, the humble, the oppressed and the suppresed people are suffering more and more without let or hinderance. The poor and the meek have to suffer in silence because they are left by the rulers at the mercy of these exploiters. Actually the power and the powers to control these prices rests with the provinces, the cities, the towns but unfortunately they do not have the magisterial powers, they do not have the police under them. So therefore, they are finding it extremely difficult to implement the existing laws and therefore, there is no check and balance and free for all exists in our society today. The Central Government has usurped the rights of the provinces

unscrupulously. They have taken almost all subjects to the center and therefore, they have made the provicnces into toothless tigers and therefore, the provinces being weakened by this act of the Center are now incapable of performing their functions properly and controlling neither the law and order nor the prices which is essential.

Mr. Deputy Chairman: Please cater for the time please.

Senator Syed Tahir Hussain Mashhadi: The government has done some good measures, they have introduced some measures but the trickle down effect has not reached the masses. The people cannot live on promises, on rhetoric or on hope. So, I have some suggestions which I will quickly move because of the time. The first is short term, the Government must provide immediate relief to the salaried class specially the lower caders from grade 1 to 16 and to the labourers by providing a substantial raise in the minimum wages. The existing laws on prices must be implemented in letter and spirit. A crackdown on the black marketeers, hoarders and smugglers and as I mentioned before, granting magisterial powers to the District and Town Nazims so that they can bring the prices down and of course, free education for all the children and the formation of the Senate Committee, these are the short term. The long term, they are two, these have been highlighted by Quaid-e-Tehrik, Altaf Hussain Bhai and the Mutehda Quomi Movement and these two are:

One, granting of complete provincial autonomy to the provinces, until that is done the provinces will never be able to function properly.

The law and order situation will never improve. The prices will never go down and the development will never take place as it supposed to be. The Provinces have the right to rule themselves and it was envisaged and promised at the time of the creation of Pakistan and this provincial autonomy is a must.

The second is that strangle hold of the rich, the mighty, the landlords, the *waderas*, must be broken and this 2% ruling elite must be brought to the book and they must lose their powers and privileges and the 98% of the poor oppressed and suppressed people of Pakistan must be given the complete rights. With that sir, I come to the conclusion because of the time limit and if these proposals which I have made and the proposals made by the honourable members all of them are implemented then we can grow and hope to live in a Pakistan as envisaged by the Quaid-e-Azam, a progressive, a modern, a democratic and a free Pakistan. Mr. Chairman, I thank you.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much. Haroon Akhtar Sahib.

Senator Haroon Khan:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Sir, I have heard long speeches and some very good points have been raised but I think we are approaching the end of the session and we are all tired. So, I will very briefly try to contribute on this issue--

جناب والا! میرے خیال میں یہاں شعر و شاعری بھی ہوئی، بعض بڑے اچھے شعر بھی پڑھے

گئے ' speeches بھی ہوئیں مگر ہمیں summary میں کیا پتا چلا کہ اس وقت price increase کی دو بڑی وجوہات ہیں' ایک primarily پٹرول کی price اور دوسری sugar کی price' ٹھیک ہے اور بھی مسئلے مسائل ہیں لیکن let us concentrate on these two things. جب تک آپ issue کے root cause کو نہیں پہچانیں گے' اس کا حل کبھی بھی نہیں نکال سکیں گے۔ میں بہت عرصے سے اخباروں میں دیکھ رہا ہوں ایک دوسرے کے اوپر blame game چل رہی ہے۔

We have to go right to the bottom of the issue and try to resolve it as a short term measure and a long term measure.

سب سے پہلے آپ پٹرول لے لیں۔ دنیا کا کونسا oil importing country ہے جہاں پٹرول کی price پچھلے ایک سال میں نہیں بڑھی ۔ جناب چیئرمین! we are an oil importing country۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے مگر زمین کے نیچے تیل نہیں دیا۔ Our economy is based on the import of oil. یہی oil آج سے ڈیڑھ سال پہلے تیس ڈالر کا تھا ' آج یہ ساٹھ سے پینسٹھ ڈالر میں fluctuate کر رہا ہے۔ یہ subsidy ہم کیسے provide کر سکتے ہیں۔یہاں subsidy کا بڑا ذکر ہوا' بڑی اچھی چیز ہے subsidy دی جائے مگر

subsidy means you take part of the government revenue and spread it to the people. In order to get the revenue you have to increase the taxes, when you increase the taxes, you increase prices, that is inflationary in itself.

this is a long term phenomenon, countries like China and India وہاں consumption بڑھ رہی ہے ۔ جناب چیئرمین! چین کی سوا ارب کی آبادی جو آج سے بیس سال پہلے سائیکلوں پر تھی ' آج سے پانچ سال پہلے موٹر سائیکلوں پر تھی ' آج وہ کاروں میں جا رہی ہے تو وہاں petrol consumption بڑھ رہی ہے ۔ انڈیا میں petrol consumption بڑھ رہی ہے ۔ ہمارے اپنے ملک میں petrol consumption بڑھ رہی ہے ۔ ساری third world developing countries میں petrol consumption بڑھ رہی ہے ۔ جس

تیزی سے petrol consumption بڑھ رہی ہے اس تیزی سے آپ کے نئے oil reserves نہیں نکل رہے۔

That means there is going to be a permanent shortage, a gap between the supply and demand.

ہمیں اس کا کوئی permanent solution ڈھونڈنا چاہیے ۔ آج ہم ساٹھ ڈالر فی بیرل کی بات کر رہے ہیں ۔ گولڈمین سیک کی رپورٹ کے مطابق اگلے سال کے آخر تک یہ قیمت 100 $ per barrel تک جا سکتی ہے what the other countries are doing , they are looking for alternate sources of energy, renewable sources of energy یہاں کسی نے وہ بات نہیں کی۔ ہماری حکومت کے پاس this country has the potential to produce 400 thousand tons of ethanol برازیل میں by law you have to make 25% ethanol جو گنے کے رس سے بنتی ہے into petrol اور ہمارے ملک میں اس وقت یہ capacity ہے کہ ہم چار لاکھ ٹن ethanol produce کر سکتے ہیں اور حکومت کے پاس یہ proposal پڑی ہے مگر unfortunately oil market companies and oil refineries کی اتنی strong lobby ہے کہ اس proposal کو shelve کر دیا گیا ہے اور وہ آگے نہیں چلی ۔ چار لاکھ ٹن کا ہمارا oil import bill اس چیز سے کم ہو سکتا ہے ۔اس طرح کے renewable sources ہمیں تلاش کرنے چاہییں ۔ اس پر کمیٹیاں بننی چاہییں اور فوری طور پر اس پر اقدام کرنا چاہیے کیونکہ اگلے چار پانچ سال میں تیل کی قیمت کیا ہو گی ' یہ ہم کوئی بات نہیں کر رہے ۔

دوسرا issue چینی پر آجائیے ' ایک ' دو مہینے سے اخباروں میں بات چیت چل رہی ہے ٹھیک ہے شاید کچھ غلطیاں بھی ہوئی ہوں ' کچھ مسائل بھی ہیں۔ آپ یہ دیکھیئے کہ sugar is now an energy related crop اس لیے کہ دنیا کی 60% سے زیادہ sugar کی export برازیل سے ہوتی ہے ۔ برازیل میں آدھے sugarcane سے چینی بنتی ہے ' آدھے sugarcane سے ethanol بنتی ہے ۔ جیسے جیسے پٹرول کی prices بڑھتی ہیں ethhonal is more competative, when ethanol is more competative then people start using ethanol بلکہ برازیل میں اس وقت ہر مہینے 80% نئی کاریں flex fuel cars ہوتی ہیں

جس کے اندر ایک ٹینکی ethanol کی لگی ہوتی ہے' ایک ٹینکی پٹرول کی لگی ہوتی ہے۔ جب پٹرول کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو وہ ethanol ڈلواتے ہیں' pure ethanol اور اس سے گاڑیاں چلتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جب پٹرول کی قیمت بڑھتی ہے تو ethanol consumption دنیا میں بڑھ جاتی ہے' جب ethanol consumption بڑھتی ہے تو گنا چینی کے لیے کم رہ جاتا ہے that is the number one factor جس کی وجہ سے دنیا میں اس وقت چینی کی shortage ہو رہی ہے۔ نمبر ۲ پچھلے 25 سال سے یورپین یونین اپنے farmers کو project کرنے کے لیے huge subsidy چینی کے اوپر دیتی تھی to the extent of one billion dollar. دنیا میں جو سستی چینی ہمیں 20 سال ملتی رہی ہے یہ اس وجہ سے ملتی تھی کہ یورپین یونین دو سو ڈالر per ton کی چینی کے اوپر چھ سو ڈالر per ton تک یہ subsidy دیتی تھی تاکہ اس کے farmer کو آٹھ سو ڈالر per ton کی قیمت مل سکے۔ جناب! WTO regime کے ایک order کے تحت اب یہ subsidy 22 May, 2006 سے چھ ملین ٹن چینی کی جگہ ڈیڑھ ملین ٹن چینی کے اوپر لگے گی that means کہ وہ ساڑھے چار ملین ٹن subsidized چینی دنیا میں اب dump نہیں کی جائے گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کس وجہ سے قیمت بڑھ رہی ہے۔ جناب! تیسری بات India is the largest sugar consuming country in the world انڈیا کی for the last two consecutive years crop has been about 33% short, 20 million ton چینی consume کرتے ہیں' 13 million ton چینی ان کی بنی ہے' سات ملین ٹن consecutively for two years, 14 million ton تک دنیا کی supply میں یہ shortage آئی ہے

because of consumption and the shortage of crop in India. Thirdly sir, in the third world countries like India, China and including our country Pakistan the consumption of sugar is going up, just five years back we were consuming about 3.2 million ton sugar, today we are consuming 4 million ton sugar, so

ہمیں consumption کے ساتھ ساتھ اپنی production کو بڑھانا پڑے گا۔

What is the problem? What happened this year due to variety of reasons, primarily because of shortage of water and secondary very important reason

کہ ہم نے آج سے پانچ سال پہلے آٹھ لاکھ ٹن چینی انڈیا سے منگوا کر artificially اپنی قیمتوں کو low رکھا ہے تین چار سال' اس لیے یہ قیمت چودہ روپے تک گئی ہے' جب آپ چینی کی قیمت کو اتنا low کرتے ہیں تو چینی کی قیمت میں 75 فیصد قیمت گنے کی ہوتی ہے' 75 فیصد قیمت گنے کی ہو اور اگر چینی کی قیمت low ہو گی تو farmer کو کم پیسے ملیں گے۔ Farmer کو جب گنے کا کم پیسہ ملا تو اس نے گنا اگانا ختم کر دیا ہے وہ area evaporate نہیں ہو گیا اس area میں cotton لگی ہے' اس کا return زیادہ ملا' اس area میں maize لگی ہے' sunflower لگا ہے' کھجوریں لگی ہیں اور چیزیں لگی ہیں۔ So to start with our area of sugarcane was very short. اس کے ساتھ ہمارے پنجاب میں اس دفعہ بڑا severe weather رہا ہے تین دن in a low freezing weather تھا جس کی وجہ سے ten percent sugarcane crop. کھڑی ہوئی crop destroy ہوئی ہے جس سے تقریباً دو سے اڑھائی لاکھ ٹن چینی کم بنے گی۔ اب اٹھائیس لاکھ ٹن چینی ہمارے پاس اس season میں بنے گی۔ چالیس لاکھ ٹن چینی کی ہمیں ضرورت ہے' 12 لاکھ ٹن چینی کہاں سے آئے گی؟ دنیا سے آئے گی' دنیا کی قیمتیں پچھلے تین مہینے میں آپ دیکھیں گے کہ جو سب کہہ رہے ہیں کہ 27 سے 40 تک ہوئی ہے' International قیمت بڑھی ہے' تین سو ڈالر سے پانچ سو ڈالر ہے۔ آج international قیمت پانچ سو ڈالر ہے' حکومت نے اپنے right time پر right steps لیے ہیں۔ ایک سال پہلے حکومت نے چینی پر zero duty کی ہے اور zero income tax رکھا ہے اس کے باوجود بھی آج پاکستان میں ان قیمتوں کے باوجود international قیمتوں سے کم prices ہیں اور اسی لیے آج چینی پاکستان میں import نہیں ہو رہی اور یہ جو اخباروں میں بہت publicise کیا گیا کہ ہمارے Prime Minister صاحب نے importers کو بلا کر کہا کہ میں international market سے قیمتیں نیچے نہیں کروں گا وہ صرف اس لیے کہا کہ importer کو ایک protection دی گئی ہے۔ آج اگر میں ایک private importer ہوں یا کوئی بھی private importer ہے why would he

جب تک import sugar at a higher rate and sell it at a cheaper rate in Pakistan. اس کو یہ protection نہیں ہو گی کہ میں 38 روپے کی چینی import کروں گا اور انتالیس یا چالیس کی بیچوں گا تو وہ کیوں امپورٹ کرے گا ۔ Now what is the short term solution? The short term solution is, the whole problem is shortage of sugar. آپ جس طرح بھی کریں گورنمنٹ کو فوری طور پر ' اور I think کر بھی رہی ہے اور زیادہ تیز کر دے ۔ یہ supply and demand کا gap ہے اسے پورا کرے ۔ جب تک یہ gap پورا نہیں ہوگا ہم international prices کے رحم و کرم پر ہوں گے ۔ Second suggestion to the honourable Finance Minister کہ شوگر پر پندرہ فیصد سیلز ٹیکس ہوتا ہے advolerem چالیس روپے چینی کی قیمت ہے تو چھ روپے sales tax ہو گا۔ بیس روپے قیمت تھی تو تین روپے تھا ۔ چینی کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے حکومت کا sales tax revenue double ہو رہا ہے ۔ I strongly suggest that at least for this season the Government should reduce the sales tax, actually, reduce it to half. ساڑھے سات فیصد پر اگر آپ sales tax کرلیں تو آپ کو وہی revenue ملے گا جو آپ کو بیس روپے کی قیمت پر پچھلے سال مل رہا تھا ۔ جناب ادھر ایک دو چیزیں کہی گئیں ۔ یہ ایک بڑا misconception ہے کہ hoarding ہوتی ہے ۔ جناب چیئرمین! چار مہینے میں گنے کو کرش کیا جاتا ہے ۔ چار مہینوں میں بارہ مہینوں کی چینی بنائی جاتی ہے ۔ یہ hoarding نہیں ہوتی ' یہ چینی جو بارہ مہینوں میں بکنی ہوتی ہے وہ چار مہینوں میں بن جاتی ہے ۔ Grower کو payment دینے کے لیے working capital ملتا ہے۔ hoarding کرنے کے لیے نہیں ملتا ۔ Grower بارہ مہینے انتظار نہیں کرتا اپنی payment کے لیے ۔ Grower اپنی payment چار مہینے کے اندر اندر مانگتا ہے اور اگر وہ بینک ہمیں payment نہ دے یا industry کو payment نہ دے تو grower کی payment پھنس جائے گی ۔

دوسری بات sir, I am not a Minister, I am not defending. I just want to correct certain perceptions that have been laid down here کہ نیب نے investigation شروع کی اور نیب نے investigation روک لی ۔ جناب اس کا problem

یہ تھا کہ

sugar industry is responsible to produce sugar, it is not responsible to sell sugar. From the gate of the sugar mill to the consumer there are about five or six different levels of middle men

ایک middleman سو ٹرک خریدتا ہے ۔ ایک پچیس ٹرک خریدتا ہے ۔ ایک لیول ایک ٹرک پر آتا ہے ۔ پھر بوریوں پر آتا ہے اور پھر اس کے بعد بوری پر فی کلو کے حساب سے چینی بکتی ہے ۔ یہ سارے کا سارا middleman کا ہے 90% is unregistered نیب اور سی بی آر کے آنے سے یہ middleman جو چینی actually بیچتا ہے اور صارف تک پہنچاتا ہے ' یہ ڈر کے مارے بھاگ گیا تھا اور اگر یہ continue رکھتے I can assure you کہ یہ چینی کی قیمتیں جیسے ہی crushing بند ہوتی ' یہ تین تین چار چار روپے بڑھ جاتی تھیں ۔ یہ consumer کے interest کے لیے روکا گیا ہے اور یہ بہت اچھا کیا گیا ہے اور بعد میں جو لوگ ذمہ دار ہیں ' اگر but this is not the right time for this investigation وہ کر رہے ہیں تو ضرور کریں اور حکومت نے بڑا سوچ سمجھ کر یہ کیا ہے ۔ Sir, I will like to end my saying that in long term میں چینی کا مسئلہ permanent ہے

unless petrol prices and oil prices in the world go down which I do not think they would go down because there is going to be a gap between supply and demand . I would strongly recommend that for a long term policy grower

کو incentive دینے کے لیے ' آج sir, you will be amazed کہ ایک grower چارفیصد recovery کا گنا لاتا ہے ' اس کو بھی وہی قیمت ملتی ہے ' ایک grower بارہ فیصد کا لاتا ہے ' اسے بھی وہی قیمت ملتی ہے ۔ ہم دس سال سے لگے ہوئے ہیں ۔ آج تک quality گنے پر grower کو quality premium announce نہیں کیا گیا ۔ ایک simple policy ہے دنیا میں ۔ جو آپ commodity لاتے ہیں اس کی کوالٹی کے مطابق قیمت ملتی ہے ۔ Grower کے پاس کوئی incentive نہیں ہے ۔ وہ کوئی محنت نہیں کرتا اور وہ ڈنڈے جیسا گنا چار

فیصد ریکوری کا لے آتا ہے ۔ Seocnd sir. دنیا میں شوگر انڈسٹری کہیں بھی کامیابی سے نہیں چلی جب تک dedicated zone نہ ہو ۔ Dedicated zone means کہ کچھ ایریا dedicate کر دیا جاتا ہے ۔ اس میں صرف یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر وہاں گنا لگے تو under certain conditions وہ گنا ایک خاص مل کے لیے بنتا ہے ۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مل والا پھر اس پر development کرتا ہے ۔ پیسے لگاتا ہے ۔ variety produce کرتا ہے ۔

These are the long term measures you have to take, otherwise next time we will be sitting here talking about the same problem again and again. Thank you very much, sir.

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، ابھی تک آپ بھی ہیں ۔ کل صبح میرا خیال ہے نہیں ہو سکے گا ۔ وہاں آپ کے بہت زیادہ issues ہیں ۔ Let us get on with it وہ کہتے ہیں کہ ابھی ختم کر رہے ہیں ۔ سوا نو ہوئے ہیں ۔ میرا خیال ہے پندرہ منٹ اور لگیں گے ۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، بالکل ۔ آپ ہیں ۔ نصیر مینگل صاحب ہیں اور رزینہ عالم صاحبہ ہیں ۔ یہ تین speakers ہیں ۔ ہارون اختر صاحب کی

speech very informative and educative for me atleast.

بہت سی چیزوں کا پتا چل رہا ہے ۔

سینیٹر رضا محمد رضا، ان کو منسٹر بنالیں-----

جناب ڈپٹی چیئرمین، Please دیکھیئے آپ کا بھی ہاؤس میں تھوڑا سا experience ہے اور میرا بھی۔

سینیٹر رضا محمد رضا، اصل میں وہ چینی کے ذمہ دار ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، وہ بھی بعد میں ہم handle کرلیں گے ۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، نہیں، نہیں رضا صاحب بیٹھ جائیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا، وہ چینی کے ذمہ دار ہیں۔ جناب! وہ کوئی foreign currency نہیں ہے وہ ملک کی پیداوار ہے۔ وہ اس کے اجارہ دار بنے ہوئے ہیں----

جناب ڈپٹی چیئرمین، رضا صاحب! solution پر آ رہے ہیں Please take your seat، سب کرتے ہیں، solutions پر آتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، اتنے حوصلے سے میں بھی سن رہا ہوں آپ بھی سن رہے ہیں، ذرا solutions پر آتے ہیں۔ شکریہ ' through the Chair please, we have to go ' through the Chair, thank you. تھوڑا صبر ' تھوڑا اور حوصلہ ' خیر ہو جائے گا۔ رزینہ عالم صاحبہ۔

سینیٹر رزینہ عالم خان، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چیئرمین صاحب۔ سب سے پہلے میں آپ کو یہ منصب سنبھالنے کی مبارکباد دیتی ہوں۔ پروفیسر خورشید صاحب اور رضا ربانی صاحب کا یہ پورا ایوان مشکور ہے کہ انہوں نے اتنے اہم موضوع پر آج discussion کے لیے تحریک پیش کی۔ جناب والا! میں وہ باتیں نہیں دہراؤں گی جو کہ مجھ سے پہلے کہی جا چکی ہیں۔ جہاں تک مہنگائی کا تعلق ہے یہ صحیح ہے کہ مہنگائی ہے اور اس سے غریب عوام اور خاص طور پر جو fix income گروپ کے لوگ ہیں، سفید پوش ہیں اور جو ہمارے مزدور ہیں ان کے لیے یہ بہت مشکل ہے اور حقیقتاً جو مہنگائی ہے اس سے قوت خرید اتنی کم ہو گئی ہے کہ دو وقت کی روٹی بھی ان کے لیے مشکل ہو گئی ہے۔ جناب والا! بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ میں حکومتی اقدامات کی پہلے بات کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کہنا کہ حکومت بے خبر ہے یا وہ اس پر کوئی ایکشن نہیں لے رہی ہے میرے خیال میں یہ بالکل درست نہیں ہے۔ حکومت بہت باخبر ہے۔ اس کو پتا ہے کہ مہنگائی غریب عوام کے لیے بہت مشکل بن گئی ہے اور ہم لوگ جو عوامی نمائندے اپنے آپ کو کہتے ہیں، ہمارا دل بھی اس سے دکھتا ہے اور جب ہم جا کر ان کی حالت زار دیکھتے ہیں کہ کس طریقے سے وہ پچھلے سال جو چیزیں دال روٹی اگر وہ کھا لیتے تھے تو آج ان کو وہ دال بھی میسر

نہیں ہے ۔ حکومت نے جو اقدامات لیے ہیں آپ اس سے باخبر ہوں گے کہ پرائم منسٹر صاحب نے باقاعدہ ایک کمیٹی بنا ئی ہے جس کے سلیمان صاحب head ہیں وہ Price Control Committee ہے اور پھر صوبے میں بھی Price Control Committees ہیں' ان میں کئی وزیر بھی رکھے گئے ہیں اور خاصے زیادہ ممبر ہیں تاکہ وہ قیمتوں کے استحکام کے لیے کام کریں اور ان کی رپورٹ آئے ۔ اس کے علاوہ حکومت نے جو بہت سی اشیاء پر subsidy دی ہے اور جتنا کچھ کر سکتی ہے وہ حکومت کر رہی ہے لیکن ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہم جو یہاں Parliamentarians بیٹھے ہیں ' ماشاء اللہ ہم سینیٹر ہیں ہم عوامی نمائندے ہیں اور عوامی نمائندوں نے ہمیں elect کرکے یہاں بھیجا ہے جو کہ صوبائی اسمبلی کے ممبرز ہیں ۔ تو ہم یہاں پر اس کے لیے ایک لائحہ عمل بنائیں۔ جو بھی کمیٹی بنے وہ اس قسم کا لائحہ عمل بنائے جو practically قیمتوں کے استحکام کے لیے کام کریں۔ اس میں میری کچھ گزارشات ہیں کچھ تجاویز ہیں جو میں پیش کرنا چاہتی ہوں ۔ سب سے پہلے کہ جو Price Control Committees ہیں وہ صرف صوبوں تک محدود نہ ہوں بلکہ وہ ضلع میں' تحصیل میں ' محلے میں اور یونین کونسل level تک جائیں اور ان کی باقاعدہ monitoring ہو کہ جو انہوں نے قیمتوں کے استحکام کے لیے کام کیا ہے 'اس کی بھی وہ رپورٹ بھیجیں تاکہ پتا چلے کہ کون کونسی اشیاء کی قیمتوں کو بڑھنے سے روکا گیا ہے اور کس سے ان کی قیمتیں کم کی گئی ہیں۔ایک تو ان کو موثر بنایا جائے ۔

جناب والا! یہ جو Price Control Committees ہیں' یہ بہت سے ممالک میں بہت ہی effective ہیں لیکن ہمارے ہاں اتنی موثر نہیں ہیں تو ان کو موثر بنانے کے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے اور جیسا ہمارے بہت سے honourable members نے یہ بات کہی ہے کہ middle man اور آڑھتی جو ہیں ان کو درمیان سے ہٹایا جائے کیونکہ قیمت وہاں تک آتے آتے بہت بڑھ جاتی ہے ۔اس کے لیے یہ چھوٹے بازار ہیں جمعہ بازار ' اتوار بازار ' یا اس قسم کے جو بازار ہیں ان کو ہر level پر زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے ۔

اس کے علاوہ جناب والا ! جو یوٹیلٹی سٹور ہیں ' میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ ساڑھے ستائیس روپے فی کلو وہاں چینی مل رہی ہے ۔ میں نے خود جاکر ان سے پوچھا کہ کس طرح چینی ملے گی تو انہوں نے کہا کہ ایک یوٹیلٹی بل کی کاپی اور ایک شناختی کارڈ کی کاپی سے کارڈ بنتا

ہے اور دس کلو چینی ستائیس روپے کلو کے حساب سے مل جاتی ہے ۔ لیکن ان کی تعداد بڑھائی جائے یہ میری ایک تجویز ہے کہ یوٹیلٹی سٹورز چھوٹے علاقوں میں بھی ہوں اور جو ضلعے ہیں ان میں ہوں ۔ ہر عام آدمی کی پہنچ ان یوٹیلٹی سٹورز پر ہو تاکہ کم قیمت پر چیزیں خریدی جا سکیں۔ جو طریقہ کار حکومت نے چینی کے خریدنے کے لئے بنایا ہے وہی طریقہ کار ضرورت کی باقی چیزیں جس میں دالیں ' چاول ' آٹا اور گھی ہے ' جناب والا ! ان میں بھی وہی طریقہ کار ہو کہ دس کلو یا جتنی ایک گھر کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے ان کو کارڈ جاری کئے جائیں اور کارڈ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا شناختی کارڈ دیں تاکہ جو دکاندار ہیں وہ وہاں سے نہ خریدیں اور صرف وہاں سے consumers ہی خریدیں۔ بہت اچھی تجاویز میرے پاس بھی لکھی ہوئی تھیں کہ consumer protection law & committee بھی بننی چاہیے جو consumer interests کو safeguard کرے اور اس کے لئے اپنی سفارشات مرتب کرے تاکہ consumer کی بھی کوئی شنوائی ہو۔

جناب والا! جو قیمتیں ہیں ان کا تعین demand & supply پر ہوتا ہے ۔ سپلائی بڑھانے کے لئے حکومت بہت کچھ کرسکتی ہے لیکن جو ڈیمانڈ ہے اس میں عوام اور ہم سب آتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم ڈیمانڈ کرنے کے لئے as a nation کیا کرسکتے ہیں یا nation کو motivate کیسے کیا جا سکتا ہے ۔ اس میں ' میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جو میڈیا کا کردار ہے وہ بہت important ہے اور وہ یہ کہے کہ جو چیز مہنگی ہوگئی ہے اس کا استعمال کم کر دیں ۔ اب جیسے چینی مہنگی ہوگئی ہے تو اس کا استعمال کم کردیں ۔ اب جیسے چینی ہے' میں نے خود China میں دیکھا کہ چینی کے کیوب پڑے ہوئے تھے یہ 80ء کی بات ہے ۔ جب ان سے کہا کہ آپ چینی چائے میں کیوں نہیں ڈال رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں ہمارے ملک میں اتنی چینی نہیں ہے کہ ہم سب استعمال کریں ۔ ہمارے ہاں صرف بوڑھے اور بچے استعمال کرتے ہیں تو ہم کیوں نہ رضاکارانہ طور پر ان چیزوں کا استعمال کم کردیں یا چھوڑ دیں جو کہ ہمارے ملک میں کم ہیں۔ یہ قومی جذبہ ہم لوگوں میں کب آئے گا کہ ہم اپنے ملک کے لئے سوچیں۔ ہم بجائے اس کے کہ حکومت کے اوپر الزام دیں کہ اس نے یہ نہیں کیا ' وہ نہیں کیا ۔ ہم یہ دیکھیں کہ ہم نے کیا کیا۔ ہم as a nation کیوں نہیں سوچتے۔ یہ اپنے ملک کے مسائل ہیں ان کو حل کرنے میں

ہم اپنا ایک کردار ادا کریں۔

جناب والا! ہمارا زرعی ملک ہے اورجو زراعت ہے اس کے لئے میں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ ہماری کل زمین کا صرف 47% زیراستعمال آتا ہے اور 53% بنجر پڑی رہتی ہے ۔ جب آبی ذخائر بڑھانے کی بات ہوتی ہے تو پھر ہر کوئی مخالفت پر اتر آتا ہے یا اس کو متنازعہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں پر بھی میں یہی کہوں گی کہ ہم قومی سوچ اپنائیں اور ان چیزوں کو جوکہ زراعت کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہیں اور اس کی heal per acre بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہم ایک مثبت رویہ اختیارکریں اور اپنے اندر مثبت سوچ develop کریں اور یہ سوچیں کہ یہ ہمارے ملک کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ زمین زیرکاشت لائیں۔ اس کے لئے پانی بہت ضروری ہے ۔

جناب والا ! دوسرے ملکوں میں ، میں نے جاکر دیکھا خاص طور پر چین میں کہ جو ضرورت کی چیزیں ہیں ان کے لئے انہوں نے الگ سٹور بنائے ہوتے ہیں ۔ جہاں نہایت کم قیمت پر وہ چیزیں کارڈ کے ذریعے دی جاتی ہیں۔ بلکہ وہاں پر تو کرنسی بھی دوسری ہوتی ہے جو کہ اپنے ملک کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ہم بھی ان لائنوں پر سوچ سکتے ہیں کہ اپنے ملک میں جو ضرورت کی چیزیں ہیں کیونکہ جو ہمارے عوام غریب ہیں اور جس میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ مہنگی چیزیں خرید سکے تو ان کے لئے low price stores ہوں جہاں پر کم قیمت پر کپڑا اور جو بنیادی ضرورت کی چیزیں ہوں جناب والا ! وہ ان کو وہاں میسر آئیں ۔ ہم جو خواتین ہیں ۔ وہ جو کہتے ہیں austerity drive کفایت شعاری کی مہم چلائیں اور صرف زبانی نہیں بلکہ عملاً یہ کرکے دکھائیں کہ فضول خرچی سے اجتناب کریں اور ایک معاشرے میں ہم اس قسم کا ماحول create کرنے کی کوشش کریں جس میں بے جا اسراف نہ ہو سکے کیونکہ میں سمجھتی ہوں جو قیمتیں بڑھتی ہیں اگر ہم اپنی demand محدود کرلیں اس طرح سے کہ اگر ٹماٹر بہت زیادہ مہنگے ہیں تو ہم نہ ڈالیں اور اس کا کوئی اور substitute سوچیں یا ان چیزوں کو ہم ترک کردیں جن کی demand کم ہونے سے قیمتیں نیچے آ سکتی ہیں۔ بات ساری ہے کہ ہم بحیثیت قوم مہنگائی کا مقابلہ کریں اور اس کو اپنی جگہ پر لانے کے لیے ہر جگہ اپنا کردار ادا کریں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، نصیر مینگل صاحب۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل (وزیر مملکت برائے تیل اور قدرتی وسائل)، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ جو آپ کے پہلے سیشن کی کارروائی ہے جس میں آپ کرسی صدارت پر متمکن ہیں اور بلوچستان سے آپ کا تعلق ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ آپ ہمارے صوبے کی نمائندگی کر رہے ہیں' ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں' زیادہ تر لوگ آپ کو جانتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کے لیے آپ اجنبی ہیں' آپ وزیراعلیٰ رہے ہیں' آپ ایک parliamentarian ہیں اور اس کرسی کے لیے آپ کو حقدار اس لیے سمجھتا ہوں کیونکہ آپ کے خاندان نے' آپ کے نانا نے' میرے والد صاحب کہتے تھے کہ انہوں نے جاکر خان معظم کو مجبور کیا اور مغرب سے لے کر صبح تک ان کو قائل کیا اور پھر انہوں نے صبح الحاق کا اعلان کیا۔ This contribution goes to your family اور آپ اس کے حقدار ہیں اور انشاء اللہ اس پر پاکستان کے اتحاد اور یکجہتی کے لیے ثابت قدم رہے ہیں۔

یہ ایک اہم موضوع ہے لیکن چونکہ میں ابھی لیاقت بنگزئی صاحب کو کہہ رہا تھا کہ بعد میں تو صرف لہو لگا کر شہیدوں میں نام والی بات ہوتی ہے۔ چونکہ تمام چیزیں ہمارے اچھے اچھے مقرر تھے دونوں طرف سے جو اصل مسائل تھے ان پر انہوں نے روشنی ڈالی۔ اب کچھ بچتا نہیں ہے لیکن چونکہ تمہید باندھ کر بتانا ہوگا۔

یہاں ہمارے ہاں مسائل ہوتے ہیں اور debate کے لیے ایک دو گھنٹے رکھے جاتے ہیں' یہ ایک formality ہے جو میں محسوس کرتا ہوں کہ مسئلے کے حل کی کوشش نہیں ہوتی ہے۔ کسی چیز کو politicise نہیں کرنا چاہیے۔ حکومت وقت کو صرف تنقید کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے۔ وزیراعظم' کابینہ یا صدر کو تنقید کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے۔ یہ جو مہنگائی ہے' جس کا سامنا ہم کر رہے ہیں یہ اس وقت ختم ہوگی جب تہہ دل سے بیٹھ کر ہم تمام لوگ' تمام سیاسی پارٹیوں کے جتنے قائدین ہیں اور عوام کے تعاون کے ساتھ اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ لیاقت بنگزئی صاحب نے کہا ہے جی کہ کوریا میں tip نہیں لیتے۔ میں جب سفیر تھا 1990 میں قطر میں تو جنوبی کوریا کے سفیر نے کہا کہ ایوب خان کے زمانے میں ہم پاکستان گئے یہ دیکھنے کے لیے کہ اس نے

کتنی ترقی کی ہے؟ کتنی industrialization ہوئی۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہ ہمیں دیکھنے کے لیے آئے تھے' ہماری تقلید کے لیے آئے تھے۔ آج وہ کہاں پہنچے ہیں' ہم کیوں نہیں آگے بڑھے تو اس پر ہمیں غور و فکر کرنا چاہیے۔ وہی جذبہ قومیت کا' یکجہتی کا اور قوم کو مضبوط بنانے کا ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ (عربی) ترجمہ، اس وقت انسان غنی ہوتا ہے جب اس کا نفس قناعت پسند ہو۔ چونکہ ہم لوگوں میں وہ نہیں ہے۔ بڑے بڑے ہمارے ماشاء اللہ ساہوکار ہیں جن کو industrialist کہتے ہیں۔ اگر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے تو کہتے ہیں کہ وہ مومن نہیں ہے جس کا ہمسایہ بھوکا ہو اور وہ پیٹ بھر کر کھانا کھائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک روٹی ہے تو اس کو بھی تقسیم کرنا ہے۔

یہ صرف حکومت پر نہ چھوڑا جائے۔ تمام عوام' تمام سرمایہ دار مل کر اس کو حل کرنے کی کوشش کریں تو میرے خیال میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ ہماری ایک ذہنیت ہے' حالانکہ اچھے دانشور ہیں' اچھے scholar ہیں' بڑے سمجھدار لوگ ہیں لیکن ہمارے ہاں ایک عادت بنی ہوئی ہے کہ حکومت وقت پر تنقید کرو' حکومت کو گرانے میں اپنا وقت ضائع کرو۔ اس لیے ہمارے مسائل نہیں سنورتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بیٹھ کر think tank کی طرح سوچیں جیسا کہ انہوں نے کہا کہ اچھے لوگوں کو بٹھا کر سوچیں۔ ہمیشہ committees ہونی چاہئیں۔ ایسے ہمارے کچھ institutions ہونے چاہئیں' research work ہونا چاہیے اور ان کی سفارشات پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ تنقید برائے تنقید والا جو مسئلہ ہے اس سے ہمارے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ لہذا ہمیں اس سلسلے میں خلوص دل کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔

شوکت عزیز صاحب چونکہ ہمارے وزیراعظم ہیں' وہ ہم میں سے ہیں' پاکستانی ہیں' میں جہاں بھی گیا ہوں' میں سعودی عرب گیا تو وہاں royal family نے کہا کہ ہمیں یہاں تک پہنچانے میں شوکت عزیز کا بہت ہاتھ ہے جب وہ سعودی عرب کے country manager تھے۔ ابھی ملائیشیا ہم گئے تھے تو وہاں سینیٹ کے چیئرمین نے کہا کہ یہاں مہاتیر نے تو سب کچھ کیا لیکن شوکت عزیز صاحب as a volunteer اس کے consultant یا advisor تھے جس کی وجہ سے یہ ملک یہاں تک پہنچا۔ کئی لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ انہوں نے اس طریقے سے مدد کی کہ وہ لوگ پاؤں پر کھڑے ہوگئے اور industrialisation ہوگئی۔ جب وہ دوسرے ملک میں کر

سکتے ہیں تو ہم ان سے کیوں استفادہ نہیں کرسکتے۔ ہم کیوں ان کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ کشکول توڑ دیا گیا۔ آج اللہ کا شکر ہے کہ ہماری معیشت اتنی بری نہیں ہے جتنی ہونی چاہیئے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ تمام پارٹیاں، تمام مکتبہ ہائے فکر کے لوگ، سب کو مل کر اس مہنگائی پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس میں عوام الناس کی مدد کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ تاجر برادری کی ضرورت ہے۔ ذخیرہ اندوزی کی اسلام میں جیسا کہ مولانا گل نصیب صاحب نے کہا کہ اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ مال کو ذخیرہ نہ کیا جائے۔ مال کو قیمت بڑھا کر یا ملاوٹ کر کے یا وقتی طور پر لوگوں کو پریشان کر کے قیمتوں میں اضافہ نہ کیا جائے تو یہ مسائل حل ہونگے۔ اس کے لئے اس قسم کا ماحول بنانا چاہیئے۔

جہاں تک مہنگائی کا تعلق ہے یہ پوری دنیا میں ہے۔ ابھی، مولانا گل نصیب صاحب نے اچھی تقریر کی۔ ابھی ہم ملائشیا گئے، تھائی لینڈ گئے، میں اس delegation کی قیادت کر رہا تھا تو مولانا صاحب کو ایک ایم این اے امتیاز صفدر نے کہا کہ بھئی آپ شاپنگ کیوں نہیں کرتے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس سے تین گنا زیادہ پاکستان میں ہے۔ وہاں سے تو 1/3 میں قیمتی چیزیں مل جاتی ہیں میں یہاں سے کیوں خریداری کروں؟ Petromas کے ہاں گئے تو petromas والوں نے کہا کہ جب یہاں پر exploration کے لیے گئے تھے، انہوں نے کہا کہ لائسنس کے لئے آئے تو یہاں پر اتنی چیزیں سستی تھیں کہ ہم یہاں سے خرید کر گئے تو it is international merit phenomenon اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مہنگائی ہے۔ ہم انہی لوگوں میں سے ہیں، ہم لوگوں کو جوابدہ ہیں، ہم دیہی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے عزیز رشتہ دار ہیں، ہمارے ووٹ بنک وہی ہیں، ہمیں بھی احساس ہے لیکن ایک بین الاقوامی، عالمگیر مسئلہ آیا ہوا ہے پوری دنیا میں، اس کو face کیا جارہا ہے۔ اس کے لئے بجائے حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے بلکہ تہہ دل سے ذہنی ہم آہنگی سے بیٹھ کر اس کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

اسی طریقے سے تیل کا مسئلہ ہے۔ چونکہ میرا شعبہ پٹرولیم کا ہے تو اس میں کوشش کی گئی ہے، حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لوگوں پر اس کا بوجھ نہ پڑے کیونکہ ہم لوگ اتنے خودکفیل نہیں ہیں۔ ہمیں پٹرولیم امپورٹ کرنی پڑتی ہے۔ لہذا مجبوراً ہمیں قیمتیں بڑھانی پڑتی ہیں لیکن اس میں حکومت نے کافی برداشت کیا ہے۔ میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں بتانا چاہتا

ہوں کہ حکومت نے کیا کیا ہے۔ ہماری کل ضرورت 16 ملین ٹن ہے جس میں سے صرف 18% یہاں پر پیدا ہوتی ہے اور 82% ہمیں امپورٹ کرنی پڑتی ہے اور وہ international market کے حساب سے fix کرنی پڑتی ہے۔ عرب گلف rates کے مطابق چلنا پڑتا ہے لہذا مجبوراً قیمتیں بڑھانی پڑتی ہیں۔ اس کے ساتھ gas, oil, fuel deficit products ہیں جو کہ 4.2 million ton diesel and 1.5 million ton fuel oil valued US$ 2 billion was imported, یہ ہمیں import کرنا پڑا while crude oil import was 8.3 million tons valued 2.5 million یہ ہمیں کرنا پڑتا ہے اور اسی حساب سے ہمیں دینا پڑتا ہے۔ ہماری estimated import of crude oil is 8.9 million tons and high speed diesel 4.6 million tons, and fuel oil 1.8 million ton جس کی مالیت 5.4 million for the period of 2005-06 بنتی ہے ۔ اس کے باوجود demand of furnace oil ہے جس کے متبادل کے طور پر ہم نے استعمال کیا ہے۔ اس کی وجہ سے foreign exchange میں 600 to 700 million کی بچت کی ہے۔ پھر قیمتیں بڑھیں تو حکومت نے کوشش کی ۔ یہ ریٹ US $ 70.85 per barrel تک گئے لیکن ہم نے اسے بڑھنے نہیں دیا۔ 2004-05 میں اسے اسی حساب سے رکھا جس میں حکومت کو تقریباً 70 ملین ادا کرنا پڑا تاکہ لوگوں پر بوجھ نہ پڑے۔ اس میں آئل کمپنی کو 21.4 ملین برداشت کرنے پڑے تاکہ لوگوں پر بوجھ نہ پڑے۔ اگر اس حساب سے ہوتا تو اس کی قیمتیں بہت زیادہ ہوتیں۔ اگر آپ دیکھیں باقی عرب گلف جہاں سے ہمارا rate fix ہوتا ہے' kerosene oil میں وہاں percentage کے حساب سے 40.46 سے 68.80 ہوگیا جو 70% بنتا ہے۔ ہائی سپیڈ ڈیزل 37 سے 61 جو 64% بنتا ہے۔ Crude Oil 32.96 سے 53.36 جبکہ پاکستان میں Kerosene oil بجائے 70 کے 37 کا ہوا ہے۔ ہائی سپیڈ میں 53 ہوا ہے جبکہ وہاں 64 ہے۔ Light Diesel میں تقریباً 47 ہے۔ اس کو اگر اس سے compare کیا جائے تو یہاں کافی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی جو قیمتیں ہیں یہ internationally کافی high ہیں اور اگر ہم انڈیا سے compare کریں تو وہاں پر ہائی اسپیڈ پٹرول 56.29 جو ہمارے پاکستان میں بھی ہے جبکہ نیو دہلی میں 59.58 اور ممبئی میں 67.35 ہے۔

اس طریقے میں ڈیزل پاکستان میں 37.18' نیو دہلی میں ہے 41.72 اور

ممبئی میں 51.47- ہمارے ہاں مزید کوشش کی جا رہی ہے کم کرنے کی جیسا کہ رخسانہ زبیری صاحبہ نے کہا کہ دلاور عباس کمیٹی نے اس پر بہت کام کیا ہے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ پیش ہونی ہے۔ جدون صاحب نے کہا کہ اس پر ہم عمل درآمد کی کوشش کریں گے۔ مہنگائی ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔ اس میں ہم مل کر جدوجہدکریں گے۔ عوام کو اعتماد میں لیں گے۔ ذخیرہ اندوزی پر قابو پانے کے لیے عوام بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ جی - پری گل صاحبہ۔

سینیٹر آغا پری گل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب ! میں ایک منٹ لوں گی۔ سب سے پہلے میں آپ کو ڈپٹی چیئرمین بننے پر مباکباد دیتی ہوں۔ ہمیں بلوچستان والوں کو فخر ہے کہ ہماری حکومت پاکستان نے' خاص طور پر President Sahib نے اور Prime Minister نے ہمیں نمائندگی دی۔ ان کا بھی میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ کم از کم انہوں نے بلوچستان کے ساتھ زیادتی نہیں کی اور اب جیسا کہ مہنگائی کے بارے میں میرے colleagues نے تقریریں کیں اور میں اتنی لمبی تقریرنہیں کروں گی کیونکہ مجھے پتا ہے اس وقت کافی وقت گزر چکا ہے۔ صرف میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ مہنگائی اس وقت پوری دنیا میں ہے۔ یہ نہیں کہ جس چھت کے نیچے ہم کھڑے ہیں' جس پاکستان میں ہم رہ رہے ہیں اس کو ہم برا بھلا کہیں کہ جناب! یہاں پر ظلم ہو رہا ہے' یہاں مہنگائی ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! اگر دیکھا جائے تو انڈیا میں پاکستان سے زیادہ مہنگائی ہے۔ مہنگائی ہماری حکومت کے لوگوں نے تو نہیں کروائی ہے۔ جب باہر کے ملک پٹرول مہنگا دیتے ہیں اور بدنصیبی سے ہمارے ہاں پٹرول نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پاکستان کو پٹرول دے دے دبئی کی طرح اورسعودی عرب کی طرح تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا ملک بھی ایک امیر ملک بنے گا مگر یہ ہے کہ کم سے کم اپنے لوگوں کو اور اپنی حکومت کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے اور خاص کر ابھی ہمارے کچھ ممبران نے Prime Minister کے بارے میں بات کی۔ میرا خیال ہے کہ اتنا کام ہمارے Prime Minister Sahib کرتے ہیں کہ شاید ہی کچھ لوگ کریں۔

یہ مہنگائی تو جناب چیئرمین صاحب! شروع سے چلتی آ رہی ہے۔ یہ کوئی آج کی اور کل

کی بات نہیں ہے۔ظاہر ہے یہ اچھی بات نہیں ہے کیونکہ غریبوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے اور اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا چاہے غریب ہو یا امیر ہو سب کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔ یہ شروع سے آ رہا ہے۔ شروع سے اگر یہ کنٹرول ہوتا ----- آپ یقین کریں جب ہم انڈیا میں گئے تھے، ہم تو خوش نصیب ہیں کہ ہم پاکستان میں رہتے ہیں کم سے کم سکھ سے ایک نوالہ روٹی تو ملتی ہے۔ وہاں انڈیا میں ایئرپورٹ پر اترے اور وہاں سے جہاں ہم نے جانا تھا وہاں پر ہم نے دیکھا کہ بہت سے انڈین لوگ فٹ پاتھوں پر سوئے ہوئے تھے۔میں نے ایک سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے لوگ ہیں کیونکہ یہاں پر بے روزگاری اور غربت اتنی زیادہ ہے۔ ہمیں تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم ایک اچھے ملک میں رہتے ہیں، پاکستان میں رہتے ہیں۔ ہمیں فخر کرنا چاہیے کہ ہمارے President Sahib بھی اتنی زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور وہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسائل کو کنٹرول کریں مگر یہ کہ کم سے کم یہاں ہم اگر سینیٹ میں بیٹھتے ہیں تو جس کا بھی نام لیتے ہیں ذرا احتیاط سے نام لیں۔ اس طریقے سے نام نہ لیں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید کل ہم اخباروں کی سرخیوں میں چھپیں گے۔ Prime Minister کا نام یا President کا نام لو۔ آپ یہ مت سوچنا کہ ان کی بے عزتی ہے۔ یہ پورے ایوان کی بے عزتی ہوتی ہے۔ چاہے آپ ادھر رہیں یا ادھر رہیں۔

میں آخر میں اپنے سینیٹر صاحب کو پھر یہ request کروں گی کہ آئندہ ٹھیک ہے مہنگائی کے بارے میں بولیں۔ ہمیں بھی بہت تکلیف ہوتی ہے کہ مہنگائی ہے۔ کم از کم اس ملک کے President اور Prime Minister کے بارے میں الفاظ ذرا احتیاط سے استعمال کریں۔ اگر اس طرح غلط الفاظ استعمال کریں گے تو پھر ہمیں بھی اللہ نے زبان دی ہے تو ہم بھی ان کے لئے اور ان کے لیڈروں کے لئے ایسے ہی الفاظ استعمال کریں گے۔ Thank you.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Omer Ayub sahib, please give your thoughts.

Mr. Omar Ayub Khan: Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب! سب سے پہلے میں بھی باقی ممبران کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں کہ

the House. جناب چیئرمین! آپ کے توسط سے میں چیئرمین سینیٹ جناب میاں محمد سومرو صاحب کو بھی پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اور ان سارے فاضل سینیٹرز کو کہ جو elect ہوکر اس معزز House کے رکن بنے ہیں۔

آج جو تقاریر افراط زر پر اور price situation پر ہوئی ہیں' میرا خیال ہے کہ یہ سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے - اس پر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس کو as a constructive effort حکومت تصور کرتی ہے۔ جس وقت رات کو سینیٹ کے سیکرٹری صاحب نے مجھے فون پر بتایا کہ کل یہ motion admit ہوگا تو اس پر کون جواب دیں گے تو میں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ حکومت کی طرف سے ہم پوری کوشش کریں گے کہ Ministry of Finance اور Government of Pakistan کے views Senate کے floor پر آئیں - Ministry of Finance کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ بڑے شفاف طریقے سے وہ مسائل floor of the House پر discuss ہوں بالخصوص سینیٹ میں' کیونکہ سینیٹ پاکستان کے چاروں صوبوں کی representation کرتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی باتوں کا آغاز یہاں سے شروع کروں گا کہ معیشت کیا ہے؟ جس کو ہم لوگ Economy کہتے ہیں' Inflation اس کا ایک component ہے۔ معیشت کو آپ دیکھیں تو معیشت میں آپ کی زراعت بھی آتی ہے۔ معیشت میں آپ کی انڈسٹری بھی آتی ہے۔ معیشت میں آپ کی سروسز بھی آتی ہیں۔ یہ ساری چیزیں ہیں مجموعی طور پر ان کو measure کہاں سے کیا جاتا ہے؟ ایک پیمانہ کیا ہے؟ اس کو ہم لوگ معیشت تو کہتے ہیں پر اس کے ناپ تول کا پیمانہ ہے آپ کا gross domestic produce جوکہ national income accounts کا ایک حصہ ہے اس سے یہ ناپا جاتا ہے۔ تو جب ایک پیمانہ آپ لیتے ہیں' اس سے آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی معیشت کس ڈگر پر جارہی ہے؟ افراط زر بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پچھلے سال آپ کی معیشت نے 8.4 فیصد کی شرح سے growth کیا اور اس سال انشاء اللہ تعالیٰ تقریباً 6.5 سے 7.5 کے اندر اندر اس وقت جو ہمیں اثرات نظر آرہے ہیں یہی range ہماری ہوگی growth figure کے باوجود اس کے کہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۵ کو پاکستان میں جو ایک سانحہ ہوا' جو زلزلہ آیا وہ ساری قوم کے لئے ایک آزمائش کا وقت تھا۔ اس زلزلے کے

باوجود جناب چیئرمین! پاکستان کی economy میں اتنی طاقت تھی کہ اس نے اس زلزلے کو برداشت کیا، لوگوں کو مالی امداد ملی، باہر سے بھی لوگ آئے اور خراج تحسین میں آپ کی وساطت سے اپنی قوم کو دیتا ہوں کہ لوگوں نے contribute کیا۔ حکومت کی economy میں اتنی سکت، اتنی طاقت تھی کہ اس نے اس کو جذب کیا اور اس کے اثرات جو ہیں، اگر آپ کی economy میں یہ طاقت نہ ہوتی تو اس کے بہت دور رس منفی اثرات ہوتے۔ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صدر مملکت صاحب اور Prime Minister کی ٹھوس پالیسیوں کا ثبوت تھا کہ حکومت نے اور معیشت نے وہ damage برداشت کر لیا۔

جناب چیئرمین! میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ معیشت کہاں سے measure ہوتی ہے، معیشت کا ایک دوسرا component ہے جس کو انگریزی میں inflation کہتے ہیں، اس کو اردو میں افراط زر کہتے ہیں، وہ measure ہوتی ہے۔ یہاں پر حزب اختلاف نے statistics دیئے، کئی لوگوں نے quote کئے۔ میں آپ کی وساطت سے اس پورے House کو اس چیز سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ statistics دیکھتے ہیں، لوگوں کو ان کو سمجھنا بھی چاہیے کہ اس کا ناپ تول کیسے ہوتا ہے یا consumer price index یا جس کو CPI کہتے ہیں جس سے افراط زر measure ہوتی ہے تو اس پر کتنے components کس percentage کے کس طرح بنتے ہیں۔ جناب چیئرمین! House کی information کے لئے CPI میں تقریباً 40% حصہ کھانے، پینے beverages اس کا component بنتا ہے پھر تقریباً 24% house rent لے لیں، house rent وہ نہیں ہے، اس میں cement اور steel آتا ہے۔ اس کے علاوہ باقی components بنتے ہیں، اس کا کل rate تقریباً 100% بنتا ہے اور یہ آپ کی CPI بنتی ہے اور اس سے افرط زر ناپا جاتا ہے۔ پاکستان میں CPI میں جس چیز کی شرح تقریباً 40% ہے، باقی ممالک میں، developed countries میں food items کی شرح تقریباً 2 سے 4 فیصد ہوتی ہے تو جو آپ کو variations food items کی نظر آتی ہیں، وہ پاکستان میں magnify ہوتی ہیں اور developing economies میں بھی یہی ہیں۔ جناب چیئرمین! میں یہ بھی بات clear کرتا چلوں کہ food items میں variations آتی ہیں تو اس کا impact salary class پر سب سے زیادہ پڑتا ہے۔ ایک طرف جب حکومت wheat support price fix کرتی ہے تو پچھلے

ڈیڑھ' دو سالوں میں آپ دیکھیں کہ liquidity دیہی علاقے میں 157 billion rupees آپ کے rural economy میں گیا ہے۔ آپ کی جو cotton ہے جب cotton prices stamped کی تھیں تو Government نے intervene کیا' جب آپ کی food support price fix کی گئی تو کس نے فائدہ اٹھایا' ہمارے محنت کش کاشتکاروں نے اٹھایا۔

اس کے لئے حکومت نے جو ہمارے لوگ شہر میں رہتے ہیں اور جن کے پاس قوت خرید اتنی نہیں ہے' ان کے لئے utility stores کے ذریعے آٹا ایک low price پر 11 روپے 50 پیسے فی کلو گرام کے حساب سے بیچا گیا۔ اب چینی پر آتے ہیں تو میں diesel کے سلسلے میں چینی کے بارے میں بات کرتا ہوں۔ چینی utility stores میں' شہری علاقوں میں اور باقی دیہی علاقوں میں جو فروخت ہوتی تھی' تقریباً 9 سے 10 ہزار ٹن فی مہینہ ہوتی تھی' وہ اس وقت تقریباً 12 ہزار ٹن ECC کے decision کے بعد لے کر گئے اور اس کو وزیر اعظم صاحب کے احکامات کے بعد تقریباً 33 ہزار ٹن چینی ماہانہ utility stores کے ذریعے ساڑھے ستائیس روپے فی کلو گرام بیچی جا رہی ہے۔ یہ کس لئے ہے' آپ دیکھیں کہ ہماری کل جو consumption ہے' چینی کی ماہانہ کل کھپت ہے' وہ تقریباً تین لاکھ ٹن ہوتی ہے۔ جناب چیئرمین! تین لاکھ ٹن میں جو آپ اور میں اور باقی لوگ ہیں' وہ اپنی چائے میں اور اپنے مشروبات میں استعمال کرتے ہیں' ایک لاکھ ٹن' ایک بٹا تین حصہ' ایک بٹا تین حصہ ہمارے ہی ملک میں ہمارے culture کا ایک حصہ ہے جو مٹھائی استعمال ہوتی ہے' وہاں پر کھپت چلی جاتی ہے اور بقیہ ایک بٹا تین حصہ آپ کی beverages industry consume کرتی ہے۔ اس ایک بٹا تین حصہ میں جو ایک لاکھ ٹن مہینے کا بنتا ہے جو سب سے vulnerable element ہے' ان کے لئے حکومت نے ساڑھے ستائیس روپے فی کلوگرام کے حساب سے وہاں پر اس کی نکاسی کی ہے کہ ان کو direct benefit ملے۔ اس کی جو ratio ہے' جس طرح میں نے گزارش کی کہ وزیر اعظم صاحب کے اور ECC کے احکامات کے بعد جو آپ کی Utility Stores Corporation ہے' Ministry of Industries کے نیچے آتی ہے' انہوں نے تقریباً 33 ہزار ٹن پر اس کی نکاسی کر دی ہے اور اس بات کو' اپنے network پر پھیلا رہے ہیں۔

دوسری چیز جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ جو sugar mills ہیں' ان کو

ابھی حکومت convince کر رہی ہے کہ وہ 10% اپنی production بھی اس میں ڈالیں تو جو vulnerable elements جن کو price pinch کرتی ہے' ان کو تقریباً' تقریباً میرا خیال ہے جو حکومت دے رہی ہے اور وہاں سے جو 20000 ton production آئی تھی' یہ تقریباً 50 سے لے کر 55 ہزار ٹن جناب چیئرمین! یہ آپ کا مہینے کا آپ کی markets میں جانے گا اور اس کا جو effect ہو گا' وہ بہتر ہو گا۔ بات اب آتی ہے کیونکہ حزب اختلاف سے مختلف لوگوں نے بات کی حکومت نے' وزیر اعظم صاحب نے یہ کیا یا حکومت نے یہ کیا یا حکومت نے یہ نہیں کیا' اس طرح کرنا چاہیئے تھا تو جب تک ہم اپنی تاریخ پر ذرا نظر نہ ڈالیں' اس چیز کو صحیح طرح سمجھ نہیں سکتے۔

جناب چیئرمین! آپ اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تو فروری 94-1993 میں افراط زر یا ہم جو consumer price index کہتے ہیں annual basis پر میں technical زبان نہیں' عام زبان استعمال کرونگا' CPI کی جو percentage تھی جس ریٹ سے افراط زر بڑھ رہا تھا وہ بارہ فیصد تھی۔ جناب چیئرمین! فروری 95-1994 میں 13.8% یہ ایک دور حکومت ہو گیا' دوسرے دور حکومت پر نظر ڈالیے' دوسرے دور حکومت میں جناب چیئرمین! یہی ratio تقریباً 13.8 فیصد پھر تھی۔ آج وہی لوگ یہاں پر بیٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ حکومت نے یہ کیا' جب آج ہماری inflation, CPI ratio ہے' حکومت نے supply side پر action کیا' ہم نے ہر چیز کی' commodities کی improt کھول دی' گوشت کی price زیادہ ہوئی ڈاکٹر سلمان شاہ صاحب Advisor نے وزیر اعظم صاحب سے اجازت لے کر گوشت کی immediately duty free import شروع کی' prices میں استحکام آ گیا۔ چینی کی قیمت زیادہ ہوئی جناب چیئرمین! میں House کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ECC نے decision لیا کہ raw sugar کی duty free import ہونی چاہیے۔ جب millers raw sugar کو crush, melt کرتے ہیں' اس کی recovery 96% ہوتی ہے' duty free allow کر دیا۔ اس کے بعد مئی 2005 میں آ جائیں' ہمارا cropping pattern اوپر' نیچے ہوتا رہتا ہے' حکومت نے refined sugar duty free import allow کر دی' لوگوں نے نہیں کی' اس کے بارے میں بھی میں بات کرتا ہوں۔ آج میں CPI یا افراط زر جسے آپ measure کرتے ہیں' اس وقت فروری کا تقریباً 8.05% ہے

جبکہ میں نے آپ کو بتایا کہ پچھلے ادوار میں 12% اور 13.8% تھا۔ حکومت کا target ہے کہ اس کو 8% تک لائیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم نیچے بھی لے کر جائیں گے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، پلیز آپ سن لیں، ایک دفعہ سن لیں، کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کو سنتے رہے۔

جناب عمر ایوب خان، جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے کہوں گا کہ ممبر سنیں کیونکہ ان کو پتا ہے یہ بات سچ ہے، سچ ان کو کڑوا لگتا ہے۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: Let us listen patiently madam. Please be patient

جس طرح ایک دوسرے کو سن رہے تھے سنیں۔

(مداخلت)

جناب عمر ایوب خان، جناب چیئرمین! ان میں حوصلہ ہونا چاہیے، یہاں پر انہوں نے کیا کیا باتیں کیں اور ہم نے سنیں، ان میں حوصلہ ہونا چاہیئے۔ ان کو نہیں پسند آتی تو she should not listen but this is the truth. جناب چیئرمین! میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج یہ کہتے ہیں کہ ملک میں یہ بات ہوئی، اس وقت یہ کہاں پر تھے، میں آپ کو بتاتا ہوں اس وقت یہ لوگ کہاں پر تھے، اس وقت ریل گاڑیوں کی ریل گاڑیاں ہندوستان بھیج رہے تھے۔ SRO culture انہوں نے لایا ہوا تھا، SRO change کرتے تھے-----

(مداخلت)

Mr. Dupty Chairman: Please madam, Umer Ayub Sahib, let us focus on running subject, let us not divert. Let us focus on one thing. Please madam listen.

جناب عمر ایوب خان، جناب چیئرمین! میں نے تو کسی کا نام ہی نہیں لیا، ان کو

کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ جناب چیئرمین! آپ ریکارڈ نکالیں، میں نے تو کسی کا نام ہی نہیں لیا۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: Please don't lose yourself, please be patient, please madam. Let us not get into this. Please reply to the speeches. Ok madam, he will talk about inflation, please be patient.

جناب عمر ایوب خان، جناب چیئرمین! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ برداشت کا، سچ سننے کا مادہ ہونا چاہیئے، جناب چیئرمین! آج CPI 8.5% ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، آپ اسی پر focus کریں۔ Focus on the reply please. Please madam don't get emotional, madam please بیٹھ جائیں، ان کو بات کرنے دیں

جناب عمر ایوب خان، جناب چیئرمین! آج 8.05 % inflation ہے اور حکومت کا target ہے کہ یہ انشاء اللہ تعالیٰ 8 % سے بھی نیچے جائے گی۔ جناب چیئرمین! ہمیں پاکستان میں مسئلہ یہ ہے کہ جب economy میں اچھی خبر آتی ہے تو دوسری طرف والے کئی لوگوں میں برداشت کا مادہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کو absorb کریں۔ کل ہی جناب والا! آپ کو موڈیز نے upgrade کیا ہے، آپ کی investment category کو upgrade کیا ہے، International agencies والے ہمارے کوئی تنخواہ دار تو نہیں ہیں، وہ سارے figures دیکھ کر پاکستان کو upgrade کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے لیے باعث فخر بات ہے۔ اس پر inflation targets بھی ہیں، اس میں آپ کی monitory side کے targets ہیں، آپ کے fiscal targets ہیں۔ انہوں نے یہ ساری چیز سوچ سمجھ کر کی ہے۔

میں آپ کو یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس وقت جو ہمارا cropping pattern ہے، اس کی nature کیا ہے۔ جب میں نے آپ کو بتایا کہ consumer price index میں 40.5 % food items کا weight بنتا ہے تو یہاں پر ایک سینیٹر نے یہ پوچھا کہ ECC or ECNEC

میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں ۔ میں ان کو فہرست فراہم کر سکتا ہوں اور اس sensitive price indicators کی فہرست میں مرچیں بھی آتی ہیں اور روزمرہ کی اشیا بھی جو ہم آپ اور سارے لوگ consume کرتے ہیں۔ ایک typical kitchen basket, وہ ساری چیزیں discuss ہوتی ہیں ۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جب crops کی بات آتی ہے تو skeleton nature of crops کیا ہے ' آج آپ دیکھیں کہ ٹماٹر کی قیمت زیادہ ہوئی تو کیوں ہوئی' بدقسمتی کے ساتھ ایک frost آیا جس سے سندھ اور سرحد میں ٹماٹر کی جو فصل تھی اس پر اثر پڑا' supply and demand کی بات ہے ' supply ان جگہوں سے کم ہوئی ' قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ بدقسمتی سے ہماری انڈسٹری نے اس طرف توجہ نہیں کی ۔ آپ دوسرے ممالک میں جائیں تو وہاں ٹماٹر کی قیمتوں میں استحکام اس لیے ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ fresh ٹماٹر اپنے کھانے پکانے کی چیزوں میں استعمال کریں وہ tomato pulp استعمال کرتے ہیں ۔ تو وزیر اعظم صاحب نے جناب جہانگیر ترین صاحب کو یہ احکامات دیے ہیں کہ وزارت صنعت اس طرف بھی کام کرے کہ نئے processes کی طرف ہم لوگ جا سکیں تاکہ روزمرہ کی اشیا کی قیمتوں میں جہاں تک ہو سکتا ہے استحکام پیدا ہو سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ چینی کی بات آتی ہے۔ چینی بھی اس consumer price index کا ایک حصہ ہے ۔ ابھی ہمارے estimates کے مطابق جو فصل اگی تھی اور اس سے crushing ہو کر جو چینی مارکیٹ میں آئی تھی وہ تقریباً چالیس لاکھ ٹن ہوئی تھی ۔ بدقسمتی کے ساتھ کورا پڑا' بالخصوص وہ پنجاب میں بہت اثرانداز ہوا اور ہماری جو فصل آ سکی وہ تقریبا چھتیس لاکھ ٹن ہے جو ہم لوگ اس وقت estimate کر رہے ہیں اور ہماری consumption اس سے ذرا زیادہ ہے ۔ اس کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے احکامات جاری کیے کہ آپ duty free sugar import کرسکیں' جس پر میں نے already روشنی ڈال دی ہے۔ اس وقت جناب والا! ہارون اختر صاحب نے بڑی اچھی تقریر کی اور انہوں نے technically روشنی ڈالی اور انہوں نے جس چیز پر روشنی ڈالی میں اس کو reinforce کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت اگر آپ بین الاقوامی قیمتیں دیکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ برازیل دنیا کی export market میں تقریباً 45 % اپنا surplus export کردیتا ہے ۔ تھائی لینڈ تقریباً دس فیصد کرتا ہے ۔ اس

کے بعد یورپین یونین دس فیصد کرتا ہے ۔ برازیل نے اپنی calculation کی کہ 39 Dollar per barrel کے بعد تیل کی جو قیمت ہوگی' ان کو وارے میں ہے کہ وہ flex fuel پر چلے جائیں یعنی کہ گنے کو crush کرکے بجائے اس کے کہ چینی بنائیں وہ ethanol کے ذریعے اپنی گاڑیاں چلائیں ۔ وہ surplus برازیل نے اپنے fuel کے لیے استعمال کر دیا۔ تھائی لینڈ میں بھی crops کی problems آئیں ' وہ production بھی مارکیٹ میں نکل گئی ۔ یورپین یونین جو اپنی sugar production کو ایک زمانے تک subsidize کرتا رہا ' انہوں نے وہ subsidy ختم کر دی prices international level پر آ گئیں۔

ابھی ایک commodity ہے' جناب چیئرمین! ہمیشہ دنیا میں اس کا اوپر نیچے اتار چڑھاؤ لگا رہتا ہے۔ آج ایک commodity ہے اس کی قیمت آسمانوں سے بات کر رہی ہے' کل وہی commodity بالکل نیچے چلی جاتی ہے' یہی چیز پاکستان میں دیکھنے میں آتی ہے ' یہی بین الاقوامی منڈیوں میں دیکھنے میں آتی ہے اور یہی چیز 1994 میں بھی ہو چکی ہے' 1992 میں بھی ہو چکی ہے' یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے' prices نے increase کیا تھا' چار مہینوں کے بعد وہ prices نیچے آ گئیں۔ اس وقت May 2006, future کا ایک mechanism ہے' future market میں global commodity market میں future market میں 6 مئی 2006 کی figures آپ دیکھیں تو تقریباً 236 ڈالر per metric ton چینی کا rate تھا ' وہی future جس کی آپ دیکھیں کہ 2007 کی ابھی جو نئی figures آئی ہیں' اگست 7 کی آپ future prices دیکھیں تو وہ 408 dollars per metric ton ہیں یعنی کہ international منڈیوں میں بھی قیمت نیچے جا رہی ہے۔ جب حکومت نے کہا کہ ہم لوگ ECP کے ذریعے --- جو utility stores ہیں اس کے ذریعے ہم لوگ نکاسی کریں گے اور private جو لوگ ہیں وہ بے شک LC's کھول کر market میں لائیں' لوگوں نے LCs کھولیں اور ہندوستان سے جو ہمارا پڑوسی ملک ہے ان کے پاس LC کھلی تھی تو انہوں نے وہ LC honour کرنے سے انکار کر دیا کیوں کہ ان کو بہتر prices مل رہی تھیں اور منڈی تیزی سے بڑھ رہی تھی' منڈی میں تیزی تھی' انہوں نے LC's honour نہیں کیں۔ اس وقت جو prices کم ہو رہی ہیں' جو imports آ رہی ہیں government is already working on it اور انشاء اللہ تعالیٰ چینی کی قیمتوں میں بھی استحکام

آ رہا ہے اور already جو میں نے اس ہاؤس کے سامنے گزارش کی ہے جناب چیئرمین! میں پھر repeat کروں گا کہ گورنمنٹ 32 thousand ton چینی یوٹیلٹی سٹورز کے ذریعے ہر ماہ مہیا کر رہی ہے یہ سب سے vulnerable element ہے وہاں پر utility store کے ذریعے چینی دستیاب ہو رہی ہے at 27.5 rupees per kilogram. اس کے بعد ہم آ جاتے ہیں------

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، رضا صاحب' یہ آپ کو اپنی speech میں satisfy کریں گے اور ان کے points کو بھی cover کرتے چلیں۔

جناب عمر ایوب خان، جناب چیئرمین! میں گزارش کرتا چلوں کہ جب یہ ساری چیزیں ہو رہی ہیں تو کیا سارے مسائل ختم ہو گئے ہیں؟ کیا غربت ختم ہو گئی ہے؟ بالکل نہیں۔ مسائل ابھی بھی ہیں اور مسائل اس وقت تک رہیں گے جب تک ہماری economy اس stage تک نہیں پہنچتی جب تک ہم developed countries میں شامل نہ ہوں اور آج developed countries میں بھی مسائل پڑے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ کا poverty level جو 2000-01 میں measure ہوا تھا وہ 32% تھا۔ وہ figure خدانخواستہ یہ وہ indication آ چکی ہوتی یا وہ figure آ چکے ہوتے اور وہ report ہوتا کہ زیادہ ہو گیا تو اس ہاؤس کا ہر ایک آدمی کہتا کہ دیکھیں جی کہ ان کی اپنی figure یہ کہتی ہے' جناب! وہ figure 26% پر آ گئی ہے' 6 فیصد poverty figure میں کمی آئی ہے تو کیسے آئی ہے؟ کیوں کہ حکومت کی مثبت policies تھیں اور ان میں اتنا مادہ ہونا چاہیے' اتنی سیاسی جرات ہونی چاہیے کہ یہ اٹھ کر کہہ سکیں کہ ہاں جی حکومت صحیح کام کر رہی ہے جس کی وجہ سے poverty میں reduction آئی ہے۔ جناب چیئرمین! میں سات لاکھ لوگوں کی نمائندگی National Assembly of Pakistan میں کرتا ہوں اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں' میں پاکستان کے ہر ایک حصے میں گیا ہوں۔ آج جو ان کا standard of living in Pakistan ہے وہ آج سے 15 یا 20 سال پہلے نہیں تھا' اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو development works ان پانچ' چھ سالوں میں ہوئے ہیں ان کا record آپ کو نہیں ملتا۔ اسی پچھلے بجٹ میں

306 ارب روپے public sector development پر استعمال ہوئے ہیں-----

(مداخلت)

Mr. Omar Ayub Khan: They should have the courage to accept these figures.

Mr. Deputy Chairman: Please, Madam, give him right to reply. If you be patient, we will come to a solution.

جناب عمر ایوب خان ،جناب چیئرمین میں آپ سے گزارش کرتا ہوں ۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: Please give him his right to reply. Yes please.

جناب عمر ایوب خان، جناب چیئرمین آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ پلیز مجھے دیکھیں

I can complete my saying. A lot of members on the other side, they are feeling the heat because one by one their arguments demolish

ہوتے جا رہے ہیں ۔ جھوٹ ختم ہو رہا ہے ۔ باطل کے بادل چھٹ رہے ہیں ۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں جناب چیئرمین! جب آپ کے social indicators positive آ رہے ہیں اور یہ صرف حکومت پاکستان نہیں ہے ۔یہی figures Asian Development Bank کی ہیں یہی figures World Bank کے ہیں ۔ میں بذات خود Asian Development Bank کو Pakistan represent کرتا ہوں۔ ہمارا بڑا close link ہے ۔ وہ اس چیز کو acknowledge کرتے ہیں کہ جو changes پاکستان نے اس دوران کی ہیں ' they are historic اور اس کی آپ کو اس ریجن میں مثال نہیں ملتی ۔ جناب چیئرمین میں آپ سے یہ گزارش کروں۔ unemployment کے بارے میں آپ figures دیکھیں Unemployment۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیچے آ رہی ہے ۔ اسے بھی یہ accept نہیں کریں گے ۔ میں

کہتا ہوں کہ یہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ یہ نیچے آ رہی ہے ۔ خدانخواستہ اگر بیروزگاری زیادہ ہوتی تو کہتے بالکل ٹھیک ہے ۔ ہمیشہ یہ بات کریں گے ۔ اس کی زندہ مثال دے دوں کہ آپ پاکستان کے دیہی علاقوں میں چلے جائیں جناب چیئرمین! وہاں پر بارہ ہزار ٹریکٹروں کی shortage ایک دم کہاں سے آئی ؟ کیونکہ آپ کے پاس rural economy میں اتنی strength ہے کہ اس نے لیا۔ Bank Credit ایک زمانے میں Agricultural Development Bank of Pakistan کہتے تھے فرسودہ بینک۔ ZTBL اس کا نام ہم نے رکھا۔ بڑا دقیانوسی قسم کا ان کا کام تھا کہ وہ credit دیتے تھے ۔ آج private sector کے بینک ، پہلے زمانے میں سٹیٹ بینک ، بینکوں سے penalty لیتا تھا اور وہ credit extend نہیں کرتے تھے ۔ آج وہی پرائیویٹ بینک credit extend کر رہے ہیں اور ہم نے ZTBL کو زیادہ credit extend کیا ہے ۔ یہ آپ کے ملک کی economy کی resilience ہے ۔

جناب چیئرمین! دوسری بات میں کرتا چلوں ، پٹرول کے بارے میں fuel کے بارے میں ۔ قیمتوں کے بارے میں ہم لوگ بات کرتے ہیں ۔ پاکستان کی economy میں پچھلے ادوار میں ، recent ادوار میں صدر صاحب نے جب سے ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور economy کو صحیح track پر لانے ۔ اس وقت سے اتنی resilience ہے کہ ستر ارب روپے کا ہم نے اپنی حکومت کے ذرائع سے suffer کیا اور اس price increase کو ہم نے آگے نہیں جانے دیا ، پچھلے ادوار میں ، پچھلے سال میں ، اور آپ خود سوچ سکتے ہیں جناب چیئرمین! کہ ستر ارب روپے absorb کرنا ، جب کہ international منڈیوں میں قیمتیں کہاں سے کہاں گئی تھیں ، پاکستان میں ہم نے قیمتیں مستحکم رکھیں ۔ Regional prices کے بارے میں بات کرتے ہیں ۔ لوگ ہمیشہ کہتے ہیں ۔ ہندوستان کے بارے میں بات کرتے ہیں ، ڈھاکہ کے بارے میں بات کرتے ہیں ، ان جگہوں پر بات کرتے ہیں ۔ ڈیزل کی قیمت پاکستان میں اس وقت سینتیس روپے پچیس پیسے فی لیٹر ، New Delhi کی قیمت بیالیس روپے پچاسی پیسے فی لیٹر پاکستانی روپے میں آپ equate کر کے دیکھیں ، باہر قیمت زیادہ ہے ، یہاں قیمت کم ہے ۔ آپ across the board دیکھیں ۔ میں آپ کو چیزوں کی لسٹ دے سکتا ہوں ۔ آپ آٹے کی قیمت دیکھیں جناب چیئرمین ! پاکستان میں بارہ روپے چھبیس پیسے ، آج کی میں بات کر رہا ہوں ، latest

figures بھی آج کی میرے پاس citywise پڑی ہیں - جناب چیئرمین! نئی دہلی میں یہ قیمتیں دیکھیں - انیس روپے بتیس پیسے ---

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، رضا صاحب سن تو لیں - اگلے کو سنیں نا- پھر اس کا حل ہے نا- solution

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: Leave it to me, Raza Sahib.

جناب عمر ایوب خان، یہ اس لیے شور مچا رہے ہیں کہ ----

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، سن لیں پلیز - Then I can conclude تھوڑا صبر تو کریں - Have faith in the Chair, please.

جناب عمر ایوب خان ، میں نے جب regional economy comparison دیا تو ان میں قوت برداشت ہونی چاہیے - میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں جناب چیئرمین! بات آتی ہے - میں نے آپ کو سارے trends بھی بتا دیے - میں نے آپ کو بتا دیا کہ economy کیا ہے' economy کیا چیز ہے - جناب چیئرمین ! میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس وقت جو آگے ہم نے جانا ہے تو کیسے جائیں گے' کیا modalities ہم نے اختیار کرنی ہیں - Federation میں جناب چیئرمین ! پاکستان میں Federal Government کے پاس enforcement کی authority نہیں ہے - Enforcement یہاں provincial subject ہے - ہماری ایک حکومت ایم ایم اے کی وہاں ہے - دوسری حکومت مفلوج بیٹھی ہے بلوچستان میں - میری گزارش ہے کہ انہوں نے یہاں جو گزارشات کی ہیں- ان کو وہاں letter and spirit میں implement کرائیں- یہاں سے بات آئی کہ ,market inefficiencies میں دو سو فیصو اپنے یہاں بہنوں' بھائیوں' محترم سینیٹر صاحبان سے اتفاق کرتا ہوں کہ جو ہمارا supply gain mechanism ہے وہ فرسودہ ہو چکا ہے- وہاں آپ کے بیوپاری بیٹھے ہوئے ہیں' وہاں آپ کے

آڑھتی بیٹھے ہیں' ایک بڑا chunk grower کا وہ کھا جاتے ہیں' جو آپ کے کاشتکار اور finance consumer کے درمیان price distortion آتی ہے وہ وہیں سے آتی ہے ۔ اس کے لیے حکومت پاکستان federal level پر اسلام آباد میں ایک model منڈی تیار کر رہی ہے اور وزیر اعظم صاحب نے چیف منسٹرز صاحبان کو گزارش کی ہے کہ وہ اپنے صوبوں میں بھی یہ model منڈیاں تیار کریں' جو شفاف طریقے سے operate کریں اور یہ جو آڑھتی اور بیوپاری کی distortions ہیں یہ اس سسٹم سے نکلیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جناب چیئرمین! میں آپ سے یہ گزارش کروں کہ economy کی resilience یہاں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔ سیمنٹ سیکٹر دیکھیں کہ کچھ سال پہلے' نوے کی دہائی میں investment کرنے کے لیے کوئی نہیں آتا تھا' یہاں سے لوگ دور بھاگتے تھے۔ آج وہی سیمنٹ سیکٹر جو صرف 50 اور 55 فیصد operative capacity پر کام کر رہا تھا' 16 million ton اس کی installed capacity تھی یعنی کہ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ٹن سالانہ ' آج وہی سیمنٹ سیکٹر انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل و کرم سے 24 million ton دو کروڑ چالیس لاکھ ٹن سے زیادہ تجاوز کر چکا ہے اور تقریباً اگلے سال یا ڈیڑھ سال کے قریب قریب تقریباً 36/38 million ton یعنی چار کروڑ ٹن کے قریب قریب آپ کی سالانہ کھپت ہو جائے گی اور یہ سیمنٹ زیادہ تر آپ کے اپنے ملک میں اور میرے پاکستان میں استعمال ہو رہا ہے ہمارے انفراسٹرکچر کے لیے استعمال ہو رہا ہے ۔ ہمارے دیہی علاقوں میں استعمال ہو رہا ہے ' اس چیز پر ہمیں فخر کرنا چاہیے۔

ہماری حکومت شفاف policies پر believe کرتی ہے' privatization دیکھ لیں' ہر ایک decision دیکھ لیں۔ صاف شفاف طریقے سے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم لوگ operate کریں گے۔ یہ ہماری حکومت کا hall mark ہے۔ آپ باہر کی دنیا میں دیکھ لیں آپ جہاں بھی جائیں' صدر مملکت صاحب کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پاکستان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ہماری پالیسی شفاف ہے اور کسی بھی فورم پر چلے جائیں مشکلات ہمیشہ رہینگی۔ باقی ممالک میں آپ چلے جائیں' میں ترکی کی مثال دیتا ہوں' وہ European Union کا حصہ بن رہا ہے' وہاں افراط زر یا inflation 50 % سے زیادہ ہوتی تھی تو لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ ہم اس پچاس فیصد کا کیا کریں تو انہوں نے اس کو کنٹرول کر لیا اور یہ زیادہ دور کی

بات نہیں ہے' یہ حال ہی کی تاریخ کی میں بات کر رہا ہوں' انہوں نے بھی اپنے طریق کار کو ٹھیک کرکے اس کو control کرنے کی کوشش کی۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان ممالک سے بہت آگے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں اپنی گزارشات اختتام پر لاتے ہوئے یہ بھی گزارش کروں گا کہ یہی موجودہ حکومت ہے جس نے ملازمین کی تنخواہوں میں حالیہ بجٹ میں سب سے زیادہ تاریخی اضافہ کیا ہے' باقی کوئی حکومت نہیں کر سکی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ملکی معیشت میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کرے۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے بھی گزارش کرتا چلوں کہ یہاں پر monopoly کی بات بھی ہوئی کہ monopolize کیا ہے۔ Monopoly Control Authority ایک پرانا ادارہ ہو چکا ہے۔ یہ 1940, 1945 کا ادارہ ہے۔ ہم لوگ نیا ادارہ بنوا رہے ہیں' اس کے قانون پر کام ہو رہا ہے اور اگلے چند ماہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسی ایوان میں اس پر debate ہوگی۔ اس کا نام ہے Competition Authority اور یہاں پر Competition Law لایا جائے گا۔ انہی چیزوں کا اختتام کرنے کے لیے کہ unfair competition نہیں ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے یہ گزارش بھی کروں گا کہ ہماری معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔ آپ دیکھیں کہ اس وقت جس تیزی سے ہمارا زرعی شعبہ value addition میں جا رہا ہے اور حکومت کی پالیسی بھی یہ ہے کہ چار crops کے علاوہ بھی جو ہمارا dairy sector ہے اس کی تقریباً گندم کی پیداوار جتنی مالیت ہے۔ Dairy sector یعنی جو سیکٹر دودھ' مکھن اور یہ چیزیں پیدا کرتا ہے اس کو ہم develop کرنا چاہ رہے ہیں اور میں یہ بھی گزارش کرتا چلوں کہ sugar کے بارے میں بھی بات ہوئی ہے اور میں پھر یہ دہراؤں گا کہ prices control یا اس پر نظر ثانی کرنا اور وزیر اعظم صاحب بار بار وزراء اعلیٰ کو کہہ چکے ہیں کہ درحقیقت یہ صوبوں کا کام ہے۔ چینی کی قیمت پر استحکام لانا Sugar Control Act صوبائی Act ہے' یہ ہمارے جو ممبران ہیں' میں گزارش کروں گا معزز سینیٹر صاحبان سے کہ یہ جا کر اپنے اپنے صوبوں میں یا جہاں ان کی حکومت ہے ان کو advise کریں کہ جناب والا! یہ policies implementation کے لئے اختیار کریں۔ Implementation تو ان کے ہاتھ میں اور مفاد میں

ہے اس کو وہاں کرائیں۔ صوبہ سرحد میں بھی گنا grow ہوتا ہے ۔ وہاں پر شوگر ملیں ہیں، وہاں پر بھی کام کریں۔ پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت ہے وہاں پر انشاء اللہ تعالیٰ ہماری پارٹی کرے گی ، سندھ میں کرے گی ، بلوچستان میں مخلوط حکومت ہے وہاں پر گنا ہوتا نہیں ہے لیکن جو چیزیں ان کے کنٹرول میں ہیں ان کو کرنا چاہیے ۔ میں یہ بھی بات کرتا چلوں کہ میری آج دوپہر کو وفاقی وزیر خوراک جناب بوسن صاحب سے بات ہوئی اور وہ مجھے یہی بتا رہے تھے کہ وہ صوبائی حکومتوں کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں۔ پھر جب اگلی crop آئے گی اس میں sucrose content کے مطابق کسانوں کو compensation ملنی چاہیے بجائے اس کے کہ کتنے Kg گنا آیا اور کتنا نہیں آیا۔

میں یہ بھی جناب چیئرمین ! بات کرتا چلوں کہ وقت کافی ہو چکا ہے ۔ زراعت اور ہماری معیشت کا دار و مدار تین چیزوں پر ہے ۔ آگے bottlenecks نظر آ رہی ہیں۔ سب سے پہلی چیز ہے energy ، توانائی، توانائی کی قیمتوں میں استحکام اور کمی لانے کے لئے یہ اس ملک کی اشد ضرورت ہے ۔ ہمارے لئے نہیں ، ہم لوگ تو چلے جائیں گے لیکن ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ہم لوگ ایک یادگار چیز چھوڑ جائیں گے وہ ہمارے آبی ذخائر ہیں۔ ہمارے dams بننے چاہییں ۔ ہمارے سارے ڈیمز انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح صدر مملکت صاحب نے کہا ہے 2016ء تک بنیں گے ۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہتا چلوں کہ infrastructure ، ہماری چار فیصد inefficient infrastructure پر ضائع ہوتی ہے ۔ North and South corridor انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کام ہو رہا ہے اور وہ ہم لوگ بنا کر دیں گے کہ وہ بھی ہماری economy کا ایک wastage factor eliminate کیا جائے ۔

جناب چیئرمین ! میں یہ بھی بات آخر میں کروں گا کہ ہماری حکومت ، صاف اور شفاف اعداد و شمار دیتی ہے۔ آج تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی نے ہم پر انگلی اٹھا کر بات نہیں کی ہے کہ یہ figures غلط ہیں کیونکہ ہم لوگ by consensus stake holders سے سامنے بات کرتے ہیں۔ یہ آپ دیکھ لیں ، چیک کرلیں ۔ بدقسمتی سے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے پہلے جو حکومت تھی ان کے باعث جو صدر مشرف کی حکومت کو شرمندگی اٹھانی پڑی میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں وہ سیاہ باب ہے ۔ Figures fudging کا جو آئی ایم ایف اور باقی اداروں

نے پاکستان پر الزام لگایا تھا ' جس مصیبت کے ساتھ اس کو ٹالا گیا اور tackle کیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے ۔

جناب چیئرمین ! میں آخر میں سارے ممبران کا دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اب رات کے دس بجکر ۲۲ منٹ ہو چکے ہیں۔ آپ نے بڑے تحمل کے ساتھ میری باتیں سنیں ' کئی ممبران کو تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ سچ ہمیشہ کڑوا لگتا ہے ۔

جناب چیئرمین ! میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ موقع ملا کہ جھوٹ کو چاک کر دیااور سچ سامنے آگیا۔ بہت بہت شکریہ ۔ پاکستان زندہ باد۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، بہت شکریہ ۔ ایک منٹ --- ایک منٹ ۔

سینیٹر سعدیہ عباسی، یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ۲۵ منٹ میں سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں بولا۔ -----

جناب ڈپٹی چیئرمین، اچھا ' ابھی آپ بیٹھیں ----- رضا صاحب------پروفیسر خورشید صاحب۔

سینیٹر سعدیہ عباسی، سیاسی لوٹا ہونا بہت بڑا اعزاز ہے یہ یاد رکھیئے ۔ یہ بہت بڑی قابلیت ہے ۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، تشریف رکھیں ہمارے senior رکن پروفیسر خورشید صاحب کھڑے ہیں ۔ ----پلیز تشریف رکھیں ۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، شکریہ جناب چیئرمین! پارلیمانی روایات کے مطابق منسٹر کے wind up کے بعد میں یہ مناسب نہیں سمجھتا تھا کہ یہ بات کروں۔ میں ان کی باتوں کا احترام کرتا ہوں اختلافات کے باوجود ۔ صرف دو چیزیں کہوں گا ۔ پہلی چیز یہ کہ بین الاقوامی اداروں کی رپورٹیں ' independent international institutions جو پاکستان کے اعداد و شمار کے بارے میں بات چیت کررہے ہیں کاش! نوجوان وزیر نے ان کو دیکھنے کی زحمت گوارا کی ہوتی۔ آپ یہ

دیکھیں گے کہ وہاں صاف کہا جاتا ہے کہ official figures یہ ہیں but independent economists are saying so. یہ ہمارے اوپر کوئی اعتماد کا اظہار نہیں اور بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک professional economist کی حیثیت سے میں یہ بات آج نہیں بلکہ جب میں Statistical Minister تھا اس وقت سے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے اعداد و شمار قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر ہم بھی دھوکہ کھاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری بات، جو ایک دعویٰ انہوں نے کیا ہے وہ تو ایسا fantastic ہے کہ مجھے دکھ ہے کہ آج آپ کے اس اعلان کے بعد ساری دنیا میں جائے گا اور ہمارے وزیر خزانہ کی کیا تصویر سامنے آئے گی۔ میں ایک international conference attend کرکے ترکی سے ابھی دس دن پہلے آیا ہوں۔ وہاں کے وزیر خزانہ سے میری ملاقات ہوئی، Deputy Prime Minister سے بھی ہوئی، اس وقت ترکی میں rate of inflation 7% ہے 50% نہیں ہے اور اس سے پہلے 80% تک تھا۔ خدا کے لیے جب آپ اعداد و شمار پیش کریں تو انہیں check کر لیں۔ شکریہ۔

Mr. Omar Ayub Khan: Mr. Chairman, right of reply.

Mr. Deputy Chairman: I think we should end the debate now.

Mr. Omar Ayub Khan: Mr. Chairman, on point of personal explanation. One minute, sir.

پروفیسر صاحب کی باتوں سے یہاں پر ترکی کے افراط زر CPI کے بارے میں بات ہوئی، میں ان سے دو سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ میرا آپ یہاں پر ریکارڈ نکال کر دیکھ لیں speech کے بارے میں، میں نے یہی بات کی کہ 50% سے زیادہ حالیہ history میں اس وقت انہوں نے control کر لیا ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Yes, Dr. Safdar. Make it a favourable.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب! سب سے پہلے تو یہ کہ عمر ایوب صاحب میرے چھوٹے بھائی ہیں لیکن جس 1997ء سے لے کر 1999ء کے دور کا انہوں نے ذکر کیا، ان کی یادداشت کے لیے، ان کے والد صاحب اس دور کا inherent part تھے، نمبر ایک۔ نمبر دو،

جناب! میں سمجھتا ہوں کہ ان کی صرف دو figures پر جاؤں گا میں اور کسی پر نہیں جانا چاہتا۔ ایک تو یہ Rs.12.50/- آٹا کہاں بیچ رہے ہیں دوسرا 25% poverty reduce کہاں ہوئی ہے۔ جناب! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی تقریر کا یا اس سال کا سب سے عظیم لطیفہ ہے کہ پاکستان میں poverty rate کم ہوگیا ہے اور آٹا یہ Rs.12.50 بیچ رہے ہیں۔

This is the biggest joke of 2006.

جناب ڈپٹی چیئرمین، اچھا بھئی بیٹھ جائیں ناں۔ Let us not get into this. کہتے ہیں ناں کہ اچھا کل بہت important night is getting late, let us call it a day. debates ہیں۔

What we wanted, it has been conveyed. Senate is going to remain vibrant. We are going to work as a team and we will always talk about betterment of our country and our nation and we will all be part of it. We will not let you down and we expect you not to let me down or my Chairman, we will work as a team. Today was an eye opener for everybody that this is a problem. We will always again meet and we will continue. We have got responsibilities. Pakistan comes first then anything else. We are working for Pakistan at the moment.

Tomorrow there are some very important discussions - Waziristan and Balochistan will be discussed tomorrow. So, we will do our homework and come prepared and give some positive solutions and answers how to tackle it as this is the august House and a senior House of Pakistani Parliament.

Very important points were raised in this discussion. It was an issue which is very closed to each one of us and the people of Pakistan /and this is going to be a continuous process. We cannot balk away from

these things.

This brings us to the end of this important debate. The House is now adjourned to meet again tomorrow 17th March, at 10 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Friday 17th March, 2006 at 10.00 a.m.]
